Regd.# MC-1366

سالنامہ

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

فہمِ دین

جلد 09 • شمارہ 11 • مئی / 2020

قرآن کی فریاد

رمضان مبارک

کرونا اور ہم

چاند بن عید ادھوری

دیر نہ ہو جائے

BAITUSSALAM PUBLICATIONS

BAITUSSALAM

Baitussalam.org

Baitussalam_org

+9221-111-298-111

رمضان كريم

AL JAHAN

GOT YOU ALL COVERED

ABAYAS | HIJABS | CHADDAR

aljahanonline

aljahanonline

www.aljahan.com

BAITUSSALAM
تحفۂ رمضان
کیوں نہ ہم ارادہ کرلیں
کوئی ہمارا بھائی اس رمضان بھوکا نہ رہے
تحفہ رمضان تقسیم کرنے کے تین باسہولت اور منفرد انداز
1
بیت السلام امدادی مرکز کے رضاکار اہل خیر حضرات کی جانب سے خریدے گئے تحفہ رمضان راشن پیکجز کو پہلے سے تصدیق شدہ اور رجسٹرڈ مستحقین تک امانتداری کے ساتھ پہنچانے کی خدمت پیش کر رہا ہے۔
2
مخیر حضرات پیشگی بکنگ کے بعد بیت السلام امدادی مرکز کراچی سے 15 شعبان کے بعد دی گئی مقررہ تاریخ پر راشن وصول کرکے اپنے متعلقین میں ضرور تمند خاندانوں میں خود سے تقسیم کر سکتے ہیں۔
3
صارفین (ڈونرز) راشن کی بلاواسطہ وصولی کیلئے مستحقین کو نامزد کر سکتے ہیں۔ رمضان پیکجز کی بکنگ کے وقت ڈونر مستحق کے کوائف (مکمل نام اور موبائل نمبر) مہیا کریں گے جسکے ذریعے ہمارے نمائندے نامزد مستحقین کو مقررہ تاریخ پر امدادی مرکز کراچی سے رمضان پیکج جاری کریں گے۔
MEEZAN BANK (ZAKAT)
TITLE: BAITUSSALAM WELFARE TRUST
ACCOUNT NO: 0127-0101099706
MEEZAN BANK (SADQA)
TITLE: BAITUSSALAM WELFARE TRUST
ACCOUNT NO: 0127-0102749031
BANK ISLAMI (ZAKAT)
TITLE: BAITUSSALAM WELFARE TRUST
ACCOUNT NO: 1024-1030892-0002
BANK ISLAMI (SADQA)
TITLE: BAITUSSALAM WELFARE TRUST
ACCOUNT NO: 1024-1030906-0002
بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ
2nd-26C سن سیٹ، کمرشل اسٹریٹ، مین خیابان جامی DHA فیز 4، کراچی
+92 21 111 298 111 | +92 311 1298 111

pg04

Wasa

3

ماہ نامہ
فہمِ دین
کراچی

مئی 2020

فہم وفکر
رمضان المبارک کورونا اور ہم — مدیر کے قلم سے — 07

اصلاحی سلسلہ
فہم قرآن — شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی — 9
فہم حدیث — مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ علیہ — 10
قیمتی سرمایہ — حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ — 12
وبائیں کیوں آتی ہیں؟ — حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ — 14

مضامین
رمضان مبارک ماہ انقلاب — محمد حذیفہ رفیق — 16
بے وفا کہیں کی! — مناہل خرم — 17
مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — جنید حسن — 18
امید کے آنسو — امۃ اللہ — 19
روشنی اور خوشبو — عظمی شمیم — 21
مسائل پوچھیں اور سیکھیں — مفتی محمد توحید — 22
ماہِ رمضان اور صحت بخش طبی نکات — حکیم شمیم احمد — 24

خواتینِ اسلام
رمضان کی رونق — بنت عبدالرحمن — 27
اُم بنی آدم علیہا السلام — ندا اختر — 28
کرونا کا خوف — ام مصطفیٰ — 29
آخری عبادت — راحت عائشہ — 31

زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا عبدالستار حفظہُ اللہ

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	قاری عبدالرحمن
ناظم	خالد عبدالرشید
نظرِثانی	طارق محمود
تزئین وآرائش	نوید فرید

آراء وتجاویز کے لیے
0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے
0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے
0314-2981344
marketing@baitussalam.org

خط وکتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالے کے اجرا کے لیے
C-26 گراؤنڈ فلور، بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی،
بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرتعاون
فی شمارہ : 40 روپے
سالانہ فیس : 520 روپے
بیرون ملک بدل اشتراک : 35 ڈالر

ناشر: فیصل زبیر
مطبع: واسا پرنٹر
مقامِ اشاعت: دفترِ فہم دین

اعتکاف — عائشہ طاہر — 39

رب سے تجارت — روبینہ عبد القدیر — 43

وہ ایک لمحہ — احمد رضا انصاری — 47
ہدایت — انعم توصیف — 48
جالے — کائنات غزل — 49
سحری کی برکت — اہلیہ محمد فیصل — 51
صدقہ جاریہ — قرۃ العین ہاشمی — 52
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹھائیاں — بنتِ عامر — 55

خالہ رقیہ کا کنبہ — ثانیہ ساجد عباسی — 58

باغیچہ اطفال

عیدی — عائشہ عائش — 59
کورونا وائرس — فوزیہ خلیل — 60

رمضان کی تیاری — محمد سعد صالح — 64

اللہ کے مزدور — ڈاکٹر صفیہ سلطانہ صدیقی — 68

بچوں کے فن پارے — 73
انعامات ہی انعامات — 74

بزمِ ادب

پیارے نبی کی مہربانی — ضیاء اللہ محسن — 75
خدا کے جب تم فقط بنو گے — احمد ظہور — 76
اللہ سے ڈرو نا! — جوہر عباد — 77
مہینوں میں ذی شان ماہِ صیام — ارسلان اللہ خان — 77
گلدستہ — محمد اطہر فتح پوری — 78

اخبار السلام

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ، خصوصی رپورٹ — خالد معین — 80

ماہنامہ فہم دین قریبی بک شاپ سے طلب فرمائیں

نہ ملنے کی صورت میں اس نمبر پر رابطہ فرمائیں 0314-2981344

ARABIAN
JEWELLERS
A DREAM COME TRUE
SINCE 1978
BE DAZZLED WITH Grace
www.arabianjeweller.com
Arabianjewellers
Saddar Karachi
+9221 3567 5525

رمضان مبارک

کرونا اور ہم

مدیر کے قلم سے

ڈور ساری ہی الجھی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔ سرا ہے کہ سُجھائی ہی نہیں دے رہا۔ اسی کو تو "اندھا فتنہ" کہتے ہیں، جب شور تو سنائی دے، لیکن سمجھ میں کچھ نہ آئے۔

"کرونا" نے دُنیا کو ایک انجانے خوف میں مبتلا کر رکھا ہے۔ یہ آیا کہاں سے؟ جتنے منہ اتنی باتیں ہیں۔

کچھ کا تو کہنا ہے کہ یہ "صاحب بہادر" کی کارستانیاں ہیں، جسے دو میدانوں میں شکست کا سامنا تھا،

ایک طرف افغانستان کی طویل ترین زمینی جنگ میں اسلامی قوتوں کے مقابلے میں اپنے ہاتھوں اپنی تاریخی شکست کی دستاویزات پر دستخط کر چکا تھا

جسے دُنیا بھر کا میڈیا دِکھا رہا تھا اور دوسری طرف معاشی میدان میں چین اسے روندے چلے جا رہا تھا، جو اسے کسی صورت برداشت نہیں تھا۔

آخر اس نے جراثیمی ہتھیار استعمال کیا اور ایک تیر سے دو شکار کر لیے۔

اتنا لوگوں کو "کرونا" نہیں ہوا، جتنا "میڈیا" کو ہو گیا اور یوں "صاحب بہادر" اپنی شکست چھپانے میں کام یاب ہو گیا۔

اور دوسری طرف "کرونا" نے چینی مصنوعات کو دُنیا بھر میں بدنام اتنا کر دیا کہ کرونا کے خوف میں مبتلا لوگ چینیوں سے اور اُن کی مصنوعات سے کنی کترانے لگے۔

اگر واقعی یہ "صاحب بہادر" کی کارستانی ہے اور ایسا ہونا عقلی طور پر کوئی ناممکن بھی نہیں تو پھر تو یہ "دجّالی فتنہ" ہے اور

آج بوقتِ تحریر جمعے کا دِن ہے، ابھی کچھ دیر پہلے ہی سورۂ کہف کی تلاوت کی ہے اور یہی خیال دِل و دماغ میں اُلجھے جا رہا تھا، اللہ ہی اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔

مگر کچھ لوگوں کا کہنا یہ بھی ہے کہ اس میں زمینی خداؤں کا کوئی دخل نہیں، بلکہ یہ آسمانی وبا ہے اور امت مسلمہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آزمائش ہے۔ ہے تو یہ بھی ممکن!

لیکن سوال دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ اِک مومن کا طرزِ عمل آزمائش کی اس گھڑی میں کیا ہونا چاہیے؟

اس لیے کہ یہ دُنیا دار الامتحان (Examination hall) ہے اور اللہ تعالیٰ ممتحن (Examiner) ہیں، یہاں سوال تو اللہ تعالیٰ کی مرضی کا ہو گا،

ہم زیادہ سے زیادہ دُعا ہی کر سکتے ہیں کہ: "اے اللہ! ہم کمزور ہیں، ہمیں کسی آزمائش میں نہ ڈالنا، جس کا بوجھ ہم نہ اُٹھا سکیں۔" مگر جواب ہماری مرضی کا۔

یعنی سوال ہمیشہ "تکوینی" ہوتا ہے اور اللہ کی مرضی کا ہوتا ہے اور اس میں بندے کا کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں ہوتا اور اس کے پیش آنے پر نہ ثواب ہوتا ہے اور نہ گناہ،

البتہ جواب "شرعی" ہوتا ہے اور بندے کے اختیار میں ہوتا ہے، اگر مثبت اور شریعت کے مطابق جواب دے تو ثواب ملتا ہے، اور

اگر نظر آسمان والے سے ہٹ کر زمینی خداؤں کی کاسہ لیس ہو جائے اور "کرونا کا ڈر"، "خدا کے ڈر" سے کہیں زیادہ بڑھ جائے تو یہیں سے انسان غلطی کر کے گناہ کا حق دار ٹھہرتا ہے۔

اور یہی رمضان المبارک میں تیاری کرنے اور سیکھنے کی چیز ہے، "کرونا" رمضان المبارک تک رہتا ہے یا نہیں، یہ کہنا تو مشکل ہے، مگر

رمضان المبارک میں ایمان کتنا بنانے اور مضبوط کرنے کی ضرورت ہے، اتنا ضرور "کرونا" ہمیں سکھا گیا ہے۔ اب دیر صرف اپنے گریبان میں جھانکنے کی ہے۔

قارئین! طبّی تدابیر بھی ضرور کرنی چاہییں، جن کے لیے قومی اور صوبائی حکومتیں کوشاں بھی ہیں۔ یہ کوششیں جاری رہنی چاہییں، ساتھ ساتھ

اللہ تعالیٰ سے وبائی بیماریوں سے حفاظت کی دعائیں بھی مانگنی چاہییں، جن کا تذکرہ بھی آپ کو اپنے ماہ نامہ فہمِ دین کے اسی شمارے کے دوسرے صفحات پر مل جائے گا

مگر سرِ دست ہم یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ اس رمضان المبارک میں ہم اپنا، اپنے بچوں اور اپنے چاہنے والوں کا اتنا ایمان بنا سکتے ہیں کہ:

"کرونا" مخلوق ہے، خالق نہیں ہے اور خالق کی مرضی کے بغیر یہ کچھ نہیں کر سکتا۔

اگر اس رمضان المبارک میں ہم نے اپنا یہ عقیدہ اور ایمان بنا لیا تو پھر یقین کریں دُنیا کا کوئی کیسا ہی "دجّالی فتنہ" آ جائے، وہ ہمیں خدا اور رسول ﷺ سے دُور نہیں کر سکے گا

قارئین! گرمی "کرونا" کی دشمن، گرمی کے روزے بھی "کرونا" کے دشمن، تراویح کی جفاکشی بھی "کرونا" کی دشمن، ہر وقت باوضو رہنا بھی "کرونا" کا دشمن،

قرآن کی ڈھیر ساری تلاوت بھی "کرونا" کی دشمن اور اعتکاف میں اللہ کا تعلق بھی "کرونا" کا دشمن، پھر کاہے کو "کرونا" کا خوف! بس خوب عبادت کیجیے۔

ہاں! بدقسمتی تب ہے کہ رمضان المبارک کی بابرکت گھڑیوں میں اللہ کو ہی ہم اپنا دوست نہ بنا سکیں تو پھر ایک "کرونا" کاہے کو، ساری دُنیا ہی ہماری دشمن ہے۔

قارئین! اس بار کی "رمضان المبارک۔۔۔ خصوصی اشاعت" کیسی لگی، ضرور بتائیے گا، اس لیے کہ آپ ہمارے لیے بہت اہم ہیں۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

النساء 12-15

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِينَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّورَثُ كَلٰلَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوٓا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصٰى بِهَآ أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ 12

ترجمہ: اور تمہاری بیویاں جو کچھ چھوڑ کر جائیں، اس کا آدھا حصہ تمہارا ہے، بشرطیکہ ان کی کوئی اولاد (زندہ) نہ ہو اور اگر ان کی کوئی اولاد ہو تو اس وصیت پر عمل کرنے کے بعد جو، انھوں نے کی ہو اور ان کا قرض ادا کرنے کے بعد تمہیں ان کے ترکے کا چوتھائی حصہ ملے گا اور تم جو کچھ چھوڑ کر جاؤ، اس کا ایک چوتھائی ان (بیویوں) کا ہے، بشرطیکہ تمہاری کوئی اولاد (زندہ) نہ ہو اور اگر تمہاری کوئی اولاد ہو تو اس وصیت پر عمل کرنے کے بعد جو تم نے کی ہو اور تمہارا قرض ادا کرنے کے بعد ان کو تمہارے ترکے کا آٹھواں حصہ ملے گا اور اگر وہ مرد یا عورت جس کی میراث تقسیم ہونی ہے، ایسا ہو کہ نہ اس کے والدین زندہ ہوں نہ اولاد، اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن زندہ ہو تو اس میں سے ہر ایک چھٹے حصے کا حق دار ہے اور اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی حصے میں شریک ہوں گے، (مگر) جو وصیت کی گئی ہو اس پر عمل کرنے کے بعد اور مرنے والے کے ذمے جو قرض ہو وہ ادا کرنے کے بعد، بشرطیکہ (وصیت یا قرض کے اقرار کرنے سے) اس نے کسی کو نقصان نہ پہنچایا ہو۔ یہ سب کچھ اللہ کا حکم ہے اور اللہ ہر بات کا علم رکھنے والا، بردبار ہے۔ 12

تشریح نمبر 1: اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ قرض ادا کرنا اور وصیت پر عمل کرنا میراث کی تقسیم پر مقدم ہے، لیکن مرنے والے کو کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے، جس کا مقصد اپنے جائز ورثا کو نقصان پہنچانا ہو، مثلاً کوئی شخص اپنے وارثوں کو محروم کرنے یا ان کا حصہ کم کرنے کی خاطر اپنے کسی دوست کے لیے وصیت کردے، یا اس کے حق میں قرضے کا جھوٹا اقرار کرلے اور مقصد یہ ہو کہ اس کا پورا ترکہ یا اس کا کافی حصہ اس کے پاس چلا جائے اور ورثا کو نہ ملے یا بہت کم ملے تو ایسا کرنا بالکل ناجائز ہے اور اسی لیے شریعت نے یہ قاعدہ مقرر فرمادیا ہے کہ کسی وارث کے حق میں کوئی وصیت نہیں ہوسکتی، نیز غیر وارث کے حق میں بھی ایک تہائی سے زیادہ وصیت نہیں کی جاسکتی۔

تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ 13

ترجمہ: یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، وہ اس کو ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، ایسے لوگ ہمیشہ ان (باغات) میں رہیں گے اور یہ زبردست کامیابی ہے۔ 13

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِينٌ 14

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدود سے تجاوز کرے گا، اسے اللہ دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو ایسا عذاب ہوگا جو ذلیل کرکے رکھ دے گا۔

وَالّٰتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيلًا

ترجمہ: تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کریں، ان پر اپنے میں سے چار گواہ بنالو، چناں چہ اگر وہ (ان کی بدکاری کی) گواہی دیں تو ان کو گھروں میں روک کر رکھو، یہاں تک کہ انھیں موت اٹھا کر لے جائے، یا اللہ ان کے لیے کوئی اور راستہ پیدا کردے۔ 15

تشریح نمبر 2: عورت بدکاری کا ارتکاب کرے تو شروع میں حکم یہ دیا گیا تھا کہ اسے عمر بھر گھر میں مقید رکھا جائے، لیکن ساتھ ہی یہ اشارہ دے دیا گیا تھا کہ بعد میں ان کے لیے کوئی اور سزا مقرر کی جائے گی۔ ”یا اللہ ان کے لیے کوئی اور راستہ پیدا کردے۔“ کا یہی مطلب ہے، چناں چہ سورۂ نور میں مرد اور عورت دونوں کے لیے زنا کی سزا سو کوڑے مقرر کردی گئی اور آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”اب اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے راستہ پیدا کردیا ہے اور وہ یہ کہ غیر شادی شدہ مرد یا عورت کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور شادی شدہ کو سنگسار کیا جائے گا۔

فہم حدیث

رمضان کے فضائل وبرکات

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں۔“ (ایک اور روایت میں بجائے ”ابوابِ جنت“ کے ”ابوبِ رحمت“ کا لفظ آیا ہے) (البخاری ومسلم)

تشریح: استاذ الاساتذہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ”حجۃ اللہ البالغہ“ میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ ”اللہ کے صالح اور اطاعت شعار بندے رمضان میں چوں کہ طاعات وحسنات میں مشغول ومنہمک ہوجاتے ہیں، وہ دنوں کو روزہ رکھ کر ذکر وتلاوت میں گزارتے ہیں اور راتوں کا بڑا حصہ تراویح وتہجد اور دعا واستغفار میں بسر کرتے ہیں اور ان کے انوار وبرکات سے متاثر ہوکر عام مؤمنین کے قلوب بھی رمضان مبارک میں عبادات اور نیکیوں کی طرف زیادہ راغب اور بہت سے گناہوں سے کنارہ کش ہوجاتے ہیں۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے لیے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے ان پر بند کردیے جاتے ہیں اور شیاطین ان کو گمراہ کرنے سے عاجز اور بے بس ہوجاتے ہیں۔

افطار کی دعا

عَنْ مُعَاذِ بْنِ زُهْرَةَ اَنَّهُ بَلَغَهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا اَفْطَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: معاذ بن زہرہ تابعی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب روزہ افطار فرماتے تھے تو کہتے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ۔

اے اللہ! میں نے تیرے ہی واسطے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا اَفْطَرَ قَالَ ذَهَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب روزہ افطار فرماتے تھے تو کہتے تھے پیاس چلی گئی اور رگیں (جو سوکھ گئی تھیں وہ) تر ہوگئیں اور خدا نے چاہا تو اجر وثواب قائم ہوگیا۔ (سنن ابی داؤد)

تشریح: یعنی پیاس اور خشکی کی جو تکلیف ہم نے کچھ دیر اٹھائی وہ تو افطار کرتے ہی ختم ہوگئی، اب نہ پیاس باقی ہے اور نہ رگوں میں خشکی اور ان شاء اللہ آخرت کا نہ ختم ہونے والا ثواب ثابت وقائم ہوگیا۔ یہ اللہ کے حضور میں آپ ﷺ کا شکر بھی ہے اور دوسروں کو تعلیم وتلقین بھی کہ روزے داروں کا احساس اور اذعان یہ ہونا چاہیے۔ بعض روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ افطار کے وقت دعا کرتے تھے: يَا وَاسِعَ الْفَضْلِ اغْفِرْلِيْ (اے وسیع فضل وکرم والے مالک! میری مغفرت فرما)

کن چیزوں سے روزہ خراب نہیں ہوتا

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ نَسِيَ وَهُوَ صَائِمٌ فَاَكَلَ اَوْ شَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهٗ فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”جس نے روزے کی حالت میں بھول کر کچھ کھالیا یا پی لیا (اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹا، اس لیے) وہ قاعدے کے مطابق اپنا روزہ پورا کرے، کیوں کہ اس کو اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے (اس نے خود ارادہ کرکے روزہ نہیں توڑا ہے، اس لیے اس کا روزہ علی حالہ ہے)“ (صحیح بخاری ومسلم)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِشْتَكَيْتُ عَيْنِيَا فَاَكْتَحِلُ وَاَنَا صَائِمٌ، قَالَ: نَعَمْ (الترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ ”میری آنکھ میں تکلیف ہے تو کیا میں روزے کی حالت میں سرمہ لگا سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں لگا سکتے ہو۔

تشریح: معلوم ہوا آنکھ میں سرمہ یا کسی دوا کے لگانے سے روزہ پر اثر نہیں پڑتا۔

Shangrila
THE FOOD EXPERTS!
Shangrila
IMLI GINGER SAUCE
Shangrila
BAR-B-Q SAUCE
Shangrila
GREEN CHILLI SAUCE
Relishingly spicy!
Shangrila
GARLIC CHILLI SAUCE
SHANGRILA KETCHUP AND SAUCES
TASTY!
DELICIOUS!
KHAANON KAY
MUST HAVES!
Shangrila
TOMATO KETCHUP
Real Tomatoes
SMART PACK
Tantalize your taste buds
Shangrila
TOMATO KETCHUP
Real Tomatoes
600g
21.16 oz
Tantalize your taste buds
www.shangrila.com.pk
shangrilaPakistan
ShangrilaPakistan

قیمتی سرمایہ

حضرت مولانا عبدالستار حَفِظَہُ اللہ

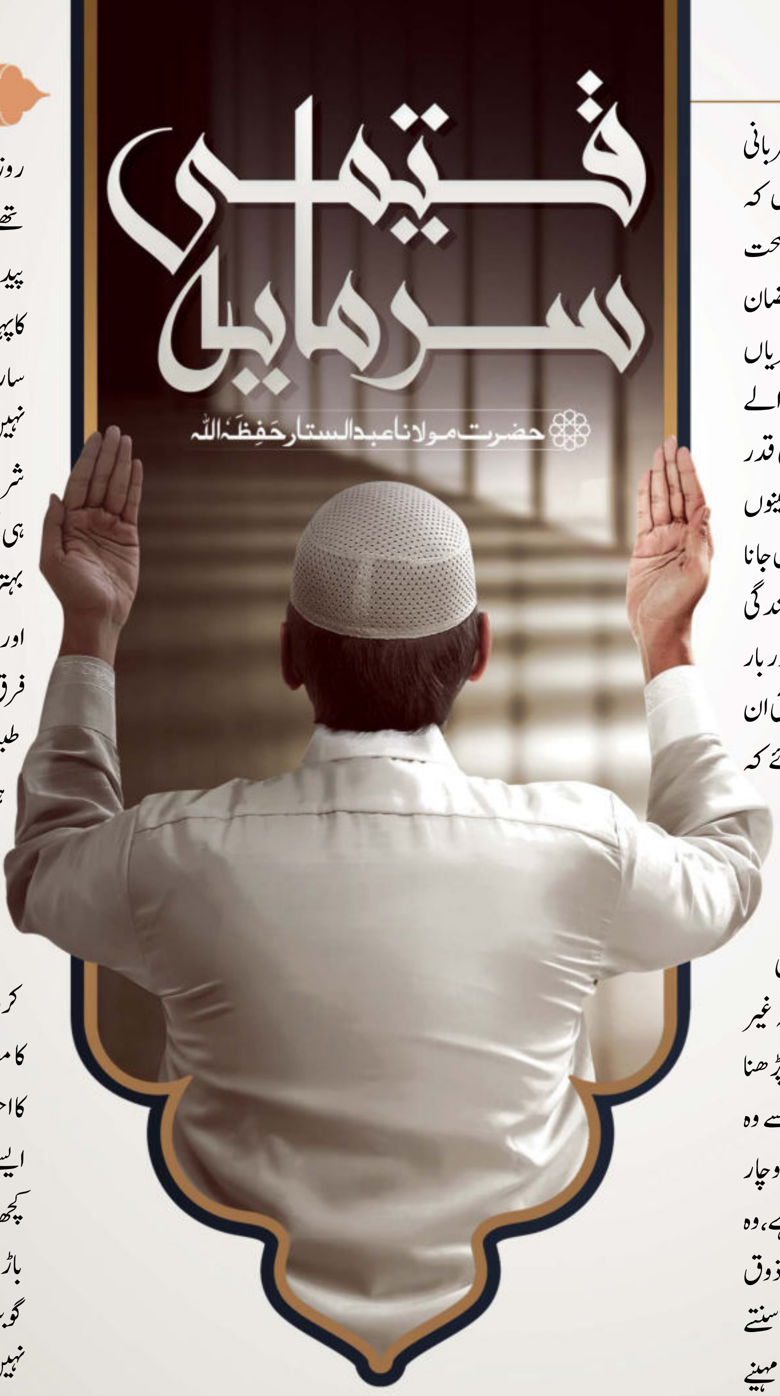

اللہ کا فضل ہوا، کریم مولا کی مہربانی ہوئی، ہمارے نصیب اچھے ہیں کہ اللہ نے زندگی میں ایمان، صحت عافیت کے ساتھ ایک اور رمضان عطا فرمایا ہے۔ یہ مبارک گھڑیاں اللہ نے پھر دے دیں۔ نصیب والے اور قدر دان ان گھڑیوں کی ایسی قدر کرتے ہیں کہ اگر باقی 11 مہینوں میں کسی وقت بھی اللہ کے پاس جانا پڑے تو حسرت نہ رہے، شرمندگی نہ رہے، رسوائی نہ ہو، اللہ کے دربار میں ذلت نہ ہو، یعنی رمضان کی ان گھڑیوں میں اتنا کچھ کر لیا جائے کہ افسوس باقی نہ رہے۔

رمضان کی رحمت مجھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف کھینچ کھینچ کر بلاتی ہے۔ اپنی آنکھوں سے نظر بھی آتا ہے کہ غیر رمضان میں جن کے لیے فجر پڑھنا مشکل ہے، سحری کی برکت سے وہ تہجد بھی پڑھ لیتے ہیں، جنہیں دو چار رکعت نفل پڑھنا مشکل لگتا ہے، وہ 20 رکعت تراویح میں پورے ذوق و شوق کے ساتھ قرآن کریم سنتے نظر آتے ہیں۔ جن کے لیے 11 مہینے قرآن کھولنا مشکل ہوتا ہے، رمضان کی برکت سے وہ روزانہ کئی کئی سپاروں کی تلاوت کر لیتے ہیں۔ اللہ کے سامنے ہاتھ اٹھانا جسے ایک بوجھ لگتا ہے۔ سحری اور افطاری میں اللہ کے سامنے وہ مسلمان مانگتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ یہی اللہ کی وہ رحمت ہے، جو رمضان میں برستی ہے جو بندوں کو اللہ کی بندگی کی طرف کھینچ کھینچ کر بلا رہی ہوتی ہے۔ یہ مبارک فضا ہے یہ مبارک گھڑیاں ہیں اور یہ خوش نصیبی کی بات ہے کہ ان مبارک گھڑیوں میں وہ سب کچھ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ کے پاس جانے میں شرمندگی نہ ہو، حسرت نہ رہے، افسوس نہ رہے۔

رمضان تو ولایت دے کر جاتا ہے، ولی بنا کر جاتا ہے۔ سوچنا چاہیے ہم سے کیا ایسا قصور ہوتا ہے کہ ہماری زندگیوں میں تبدیلی نہیں آتی؟ اتنی رحمت برس رہی ہے تو یقیناً کہیں نہ کہیں قصور رہ جاتا ہے کہ یہ ساری عبادتیں وزن سے خالی لگتی ہیں، قرآن کریم اس مہینے اور ان دنوں کے اعمال کا نتیجہ بتاتے ہوئے کہتا ہے: لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ یعنی روزے تو اس لیے آئے تھے کہ اس کے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے اور یاد رکھنا چاہیے کہ تقویٰ کا پہلا قدم ہے سچی توبہ۔ اب رمضان میں ساری عبادات ہو رہی ہیں لیکن سچی توبہ نہیں کی جا رہی، اپنے کیے پر ندامت اور شرمندگی نہیں ہو رہی۔ اگر رمضان آتے ہی سچی توبہ کر لی جائے پھر دیکھیے اگلا ہفتہ کتنا بہتر اور اس سے اگلا کتنا بہترین گزرتا ہے اور پھر رمضان کے بعد زندگی میں کیسا فرق آتا ہے۔

طبیب اور ڈاکٹر کتنا ہی اچھا اور مہربان ہو، اس نے دوا کتنی اچھی اور اعلیٰ درجے کی تجویز کیوں نہ کی ہو، مجھے اپنے مرض کا احساس ہی نہ ہو، نہ دوا استعمال کروں۔ اس کا بتایا ہوا پرہیز بھی نہ کروں تو شفا کیسے ہوگی؟ آج کے مسلمان کا معاملہ بھی بالکل ایسا ہی ہے کہ گناہوں کا احساس ہی نہیں رہا، بلکہ گناہ زندگی میں ایسے رچ بس گئے ہیں، یوں لگتا ہے کہ میں کچھ غلط کر ہی نہیں رہا، جیسے بھینسوں کے باڑے میں زندگی گزارنے والے کے لیے گوبر کی فضا نارمل ہو جاتی ہے، اسے بدبو نہیں آتی، اسے نہ ہاتھ رکھنا پڑتا ہے نہ کپڑا ناک پر رکھنا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ وہ اس فضا کا عادی ہو گیا ہے۔

ہمارا معاشرہ اور ہمارے گھرانے گناہوں کی بدبو سے اتنے آلودہ ہو گئے ہیں کہ اب یہ گناہ کی بدبو، بدبو نہیں لگتی۔ گناہوں سے اتنا مانوس ہو گئے ہیں کہ اب یہ گناہ چبھتے ہی نہیں بلکہ زندگی کا حصہ بن گئے ہیں۔ غیبت زندگی کا حصہ ہے، جھوٹ زندگی کا حصہ بنا ہوا ہے، آنکھوں سے حرام دیکھنا، کینہ، حسد، بغض بھرا پڑا ہے۔ یہ ساری گندگیاں زندگی کا حصہ بن گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مبارک گھڑیوں میں کی جانے والی ڈھیروں عبادات میں وزن نہیں رہا، ان عبادتوں میں ایسی طاقت نہیں کہ رمضان کے بعد ہماری زندگی بدل دے۔ قرآن کریم میں ہے: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا جس میں تقویٰ ہوتا ہے، اللہ اس کی خطائیں معاف کر دیتا ہے اور اس کا اجر بہت بڑھا دیتا ہے اس کی نیکیاں اور عبادات بہت وزنی ہو جاتی ہیں۔

ایک علم کافر کے پاس بھی ہے اور مسلمان کے پاس بھی ہے کہ مسائل مادی چیزوں

> رمضان میں مسلمان عبادات بہت کرتے ہیں، صدقہ اور خیرات میں بھی کمی نہیں کرتے ، مگر بدقسمتی سے گناہوں کا عروج اور فروغ بھی انتہا درجے کا ہوتا ہے۔ ذرائع ابلاغ بھی گناہوں سے بھرے ہوتے ہیں، تعلیمی ادارے بھی کھلے عام اللہ کی نافرمانیاں کرتے ہیں، رمضان ہے لیکن ڈنکے کی چوٹ پر یہ مسلمان اللہ کی نافرمانی کرکے اُس کے عذاب کو دعوت دیتا ہے

سے حل ہوتے ہیں، تعلقات، پیسوں اور عہدوں سے حل ہوتے ہیں لیکن ایک علم صرف مسلمان کا خاصہ ہے جو اس کو اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے۔ یہ علم صرف مسلمان کا خاصہ ہے وہ ہے: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا کہ تقویٰ بھی ایک سرمایہ ہے بلکہ بہت بڑا سرمایہ ہے، جس کے پاس یہ سرمایہ ہوتا ہے، اللہ اس کی ساری مشکلیں آسان کردیتا ہے وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ تقویٰ ایک ایسا سبب ہے کہ اس سے معاش اور رزق کا مسئلہ اللہ تعالی براہ راست اپنی قدرت سے حل کردیتے ہیں۔ بدقسمتی سے جتنے ہمارے معاشی ماہرین ہیں اُن کے پاس وہ علم تو ہے جو کافروں کے پاس بھی ہے اور مسلمانوں کے پاس بھی ہوتا ہے لیکن بدقسمتی سے وہ خاص علم اِن کے پاس نہیں، جو خاص مسلمان کا علم تھا جو اللہ اور اس کے رسول نے بتایا تھا: وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ اگر اس ملک کے رہنے والے اپنے اندر تقویٰ اور سچی توبہ کی دولت لے آئیں، اللہ اس کے ذریعے اُن کے سارے معاشی مسائل حل کردے گا۔ اللہ ان کی معاشی پریشانیاں ختم کردے گا اللہ بھی سچا ہے اللہ کا قرآن بھی سچا ہے مگر ہماری زندگیاں جھوٹی ہوگئی ہیں۔

رمضان کے مہینے میں مسلمان کی عبادتیں بہت ہوتی ہیں، ذکر و اذکار بہت سارے ہوتے ہیں، وظائف ہوتے ہیں، صدقہ اور خیرات میں کمی نہیں ہوتی، مگر بدقسمتی سے گناہوں کا عروج اور فروغ بھی انتہا درجے کا ہے۔ رمضان میں مسلمانوں کے ذرائع ابلاغ بھی گناہوں سے بھرے ہوئے ہیں، اِن کے بازار بھی گناہوں سے بھرے پڑے ہیں، ان کے تعلیمی ادارے بھی کھلے عام اللہ کی نافرمانیاں کر رہے ہیں، رمضان ہے لیکن ڈنکے کی چوٹ پر یہ مسلمان اللہ کی نافرمانی کرکے اُس کے عذاب کو دعوت دے رہا ہے۔

اللہ نے فرصت دی ہے، ندامت کے آنسو بہانے کا موقع ملا ہے، اور سچی بات ہے کہ اللہ ایسا کریم ہے کہ روٹھی ماں اتنی جلدی راضی نہیں ہوتی، جتنا جلدی روٹھا رب راضی ہوجاتا ہے۔ ہاتھ اٹھا کر، آنسو بہا کر، جھولی پھیلا کر اللہ کریم سے کہے: اگرچہ میرے گناہ اور گندگیاں بہت ہیں، زمین کے ذرّات سے بھی زیادہ ہیں، آسمان اور زمین کے درمیان کی فضا بھی میرے گناہوں نے بھر دی ہے، میرے گناہوں کا ڈھیر آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگا ہے، میں ندامت کے آنسو لے کر آیا ہوں، دل سے شرمندہ ہوں اللہ! مجھے معاف فرمادے تو اللہ سب معاف فرمادیں گے یہی ندامت اور شرمندگی توبہ ہے، کچھ ندامت کے آنسو بہ جائیں، دل ندامت سے بھرا ہو، شرمندگی ہو، آنکھ سے آنسو نہ بھی بہیں یہ بھی کافی ہے۔

دل میں جو گندگیاں ہیں، حسد، کینہ، بغض، مسلمانوں کے لیے کھوٹ، اس سے اپنے دل کو صاف کرکے اپنی ظاہری گناہوں کی گندگیوں سے دور کرلیں گناہوں سے دور ہوجائیں اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرلیں، خالق کے حق میں بھی نافرمانی نہ ہو، مخلوق کے حق میں بھی نافرمانی نہ ہو، جو مخلوق کے حق ادا کرنے ہیں اُن کو ادا کرنے کا سلسلہ شروع ہوجائے، جس مسلمان خوش نصیب کو رمضان کی گھڑی میں یہ عبادت یہ فریضہ نصیب ہوگیا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایسا ہوگیا جیسا ابھی اماں نے اسے جنا ہو۔ اس کی ساٹھ سالہ زندگی پر حرف غلط کی طرح قلم پھر گیا، 80 سال کی زندگی صاف ہوگئی، یوں ہے جیسے ابھی اسے اماں نے جنا ہے اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ۔ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے، جیسا اس سے کوئی گناہ ہوا ہی نہیں۔

ایسی مہربانی، مولا کی ایسی رحمت کہ اس نے یہ مبارک گھڑیاں دیں، جہاں نفس پر قابو پانا آسان، ندامت کے آنسو بہانا آسان تو کیوں نہ سحری میں اٹھا جائے، رات کی تنہائیوں میں اٹھ کے مانگا جائے، اللہ کے سامنے ندامت کے آنسو بہائے جائیں اور کچھ ایسا مانگ لیا جائے کہ رمضان کا ہر آنے والا دن پہلے سے بہتر ہو جائے ہر آنے والا ہفتہ

> ہم لوگ گناہوں سے اتنا مانوس ہوگئے ہیں کہ اب ہمیں یہ گناہ چبھتے ہی نہیں، غیبت، جھوٹ، آنکھوں سے حرام دیکھنا، کینہ، حسد اور بغض یہ ساری گندگیاں زندگی کا حصہ بن گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مبارک گھڑیوں میں کی جانے والی عبادات میں بھی وزن نہیں رہا، ان میں ایسی طاقت نہیں کہ رمضان کے بعد ہماری زندگی بدل دے

پہلے سے بہتر ہو جائے ہر آنے والا عشرہ پہلے سے بہتر ہو جائے اور رمضان کے بعد ہماری زندگی کا مکمل نقشہ ہی بدل جائے۔ رمضان کی گھڑیوں میں سب سے اعلی درجے کی عبادت یہ توبہ اور استغفار ہے۔ یہ سب سے بڑا فریضہ ہے۔ اللہ کرے ہمارے مرد بھی، ہماری عورتیں بھی، ہمارے جوان بھی اور ہمارے بوڑھے بھی اس فریضے کا اہتمام کرنے والے بنیں۔ اللہ ہم سب کو سچی اور پکی توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وبائیں کیوں آتی ہیں؟

حضرت مولانا عبدالستار حَفِظَہُ اللہ

آگ جب لگتی ہے تو جھونپڑی اور کوٹھی نہیں دیکھتی، سب جل جاتی ہیں، اسی طرح جب وبائیں آتی ہیں تو یقیناً اچھے اور برے سب اُس میں مبتلا ہوتے ہیں لیکن سوال ہے کہ یہ وبائیں آتی کیوں ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باطنی اسباب بھی بتائے ہیں اور وہ اسباب اللہ کی نافرمانیاں اور بداعمالیاں ہیں۔ اس لیے جہاں آج اس کی ضرورت ہے کہ ہم ماہرین طب کی ہدایات کو سامنے رکھیں وہاں اپنے پیغمبر جو طبیب اعظم اور مربّی اعظم بھی ہیں، ان کی تعلیمات کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے انھوں نے جن چیزوں کو نقصان دہ بتایا ہے ان سے بچنا بھی ضروری ہے اللہ کرے ہماری اور ہمارے بچوں کی زندگیاں اور ہمارے گھر ان گناہوں کی نحوست سے بھی پاک ہو جائیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی وبائیں جو گناہوں کی نحوست کی وجہ سے آتی ہیں اس قسم کے عذاب سے بچنے کے لیے آیت کریمہ بتائی ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ اس کا مفہوم یہی ہے کہ اللہ ہم نے بڑی زیادتی کی ہے، اے اللہ ہم نے بڑی کوتاہی کی ہے، ہم نے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا ہے، تو ہمیں اس عذاب سے نجات نصیب فرما۔

کرونا کے نام سے ایک وبا جو دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہے، جس کے بارے میں میڈیکل اور طب کے ماہرین یہ بتا رہے ہیں کہ بچاؤ کے لیے یہ احتیاط کرلیں، یہ احتیاط کرلیں تو یہ اسباب اختیار کرنا اور احتیاط کرنا گناہ نہیں، توکل کے خلاف بھی نہیں، لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ، جس طرح مادّی چیزوں میں بعض چیزیں مضر ہوتی ہیں اور بعض نفع مند، جس طرح کھانے پینے اور دیگر چیزوں، دواؤں کے نتائج ہوتے ہیں، اسی طرح انسان کے اعمال کے بھی نتائج ہوتے ہیں بدعملی کے اپنے نتائج ہوتے ہیں، اور نیک اعمال کے اپنے نتائج۔

یہ بھی جاننا اور سمجھنا چاہیے کہ میڈیکل اور طب کا علم مسلمانوں کے پاس بھی ہے اور کافروں کے پاس بھی۔ لیکن ایک ایسا علم بھی ہے جو صرف مسلمانوں کے پاس ہے کہ اللہ کی نافرمانی کے نتائج برے ہوں گے اور نیک اعمال کے ثمرات مبارک ہوں گے۔ یہ علم صرف مسلمانوں کے پاس ہے، جو ان کو اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دیا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا جب کسی قوم میں بے حیائی اور فحاشی رواج پا جائے تو اس امت میں ایسی بیماریاں آئیں گی جو ان کے آباء واجداد میں کبھی نہیں ہوئیں بلکہ ان کے آباؤاجداد نے کبھی سنی بھی نہیں ہوں گی۔

اس آیت کریمہ کا اہتمام مساجد اور اپنے گھروں میں کرتے رہنا چاہیے اور ساتھ ساتھ صبح شام کی مسنون دعائیں خود بھی اہتمام کے ساتھ پڑھنا چاہیے گھر والوں اور بچوں سے بھی پڑھوانا چاہیے:

بِسْمِ اللهِ الَّذِیْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔

فَاللهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔

دعاؤں کے اہتمام کے ساتھ ساتھ اپنے گھروں کو گندگیوں اور حرام کی نحوستوں سے بھی بچانا ہے۔ اس کی بھی حفاظت کرنی ہے مسنون اعمال کا اہتمام کرنا ہے اور ہر قسم کے گناہوں سے اپنے گھر محفوظ رکھنے کی کوشش کرنی ہے۔ اس قسم کی وبائیں اور حالات امت کے لیے اصلاح اور تربیت کا بڑا ذریعہ ہو سکتی ہیں۔ یہ پوری قوم کو اللہ کی طرف رجوع کرنے کی توبہ واستغفار کی اور نیکی کی طرف ترغیب کی ایک آواز لگتی ہے

ہمیں اپنے اپنے حلقوں کے اندر اور جہاں جہاں تک ہماری بات پہنچ سکتی ہے پہنچانی چاہیے تو جہاں ظاہری حفاظت کی تدبیریں اختیار کرنا ہمارے نبی کی سنت ہے شریعت کا تقاضا ہے، وہاں باطنی ہلاکت کی جتنی شکلیں ہیں ان سے بھی بچنا ہے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے باطنی اسباب کو ہلاکت بتایا ہے۔ فرمایا:

جب کسی قوم میں بدکاری اور سود خوری عام ہو جاتی ہے اللہ اس قوم کی ہلاکت کا فیصلہ فرما دیتے ہیں۔ یہ ہماری بداعمالیوں کا ری ایکشن ہے اللہ نے بداعمالی میں ہلاکت بتائی ہے۔ تو یہ بداعمالیاں ہلاکت ہیں اور پریشانیاں لے کر آتی ہیں۔ اور قسم قسم کے وبائی امراض معاشرے اور سوسائٹی میں آتے ہیں اللہ رب العزت ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ اور ہم سب کو علم کی اور علم کے ساتھ ساتھ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

AQUA COCO

100% NATURAL COCONUT WATER

100% قدرتی
ناریل پانی

- Fat-free
- Low-calorie
- Healthy hydration
- Rich in Potassium
- No Additives
- No Added Sugar

Produced and Packed in Philippines

/ aquacocopakistan

/ aquacocopk

محمد حذیفہ رفیق

رمضان مبارک

ماہ انقلاب

رمضان کیسی عجیب بہار ہے! چاند نظر آتے ہی معمولِ زندگی ہی بدل جاتا ہے، اکثر لوگ اپنے تھوڑے بہت کاروبار کے علاوہ زیادہ تر وقت عبادت اور طاعت میں ہی صرف کرتے ہیں، عبادت اور نیکیوں کی ایسی فضا بن جاتی ہے کہ ہر آدمی کا دل عبادت کی طرف کھنچتا چلا جاتا ہے۔

رات کے آخری پہر سحری کے لیے اٹھنا، سحری کے بعد فجر کی نماز ادا کرنا، پورا دن روزے میں گزارنا، حسبِ توفیق قرآن پاک کی تلاوت، جماعت کے ساتھ فرض نمازوں کا اہتمام، بقدر استطاعت نوافل پڑھنا، عصر کے بعد کا وقت ذکر وتلاوت میں صرف کرنا، حکم خداوندی کو بجا لاتے ہوئے سورج غروب ہوتے ہی روزہ افطار کرنا، اس کے بعد تراویح کی تیاری، خشوع اور خضوع، ذوق اور شوق سے بیس رکعات تراویح میں کلام پاک سننا اور سنانا، اور ہمت والے تو آدھی رات سے پھر دوبارہ نوافل اور آہ وزاری میں شب گزار دیتے ہیں، ورنہ سحری سے قبل دو چار رکعات تو تقریباً ہر ایک ہی پڑھ لیتا ہے۔

لیکن بات یہ ہے کہ رمضان کا مقصد اس سے بھی بہت بلند ہے۔۔! رمضان جیسے قیمتی مہینے میں اس کے علاوہ بھی بہت کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے، بلکہ بہت کچھ تبدیل کیا جاسکتا ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ یہ مہینا اللہ تعالی کی رحمت کا ایسا انمول تحفہ اور عطیہ ہے کہ اس میں صرف افراد اور اشخاص ہی نہیں، قومیں اور ملتیں بدل سکتی ہیں، سن 2 ہجری میں معرکہ بدر اور سن 8 میں فتح مکہ رمضان کی اسی انقلابی صفت کی طرف اشارہ کرتے ہیں، رمضان کے مبارک مہینے میں یہ دونوں بڑے واقعات پیش آئے، معرکہ بدر نے حق وباطل میں واضح دیوار کھڑی کر دی، کھڑا اور کھوٹا کھل کر سامنے آگیا، غیبی نصرتوں کو مسلمانوں نے کھلی آنکھوں سے اترتے دیکھا، مسلمان تو مسلمان کافروں نے بھی اس کی گواہی دی، یہ ایک انقلاب تھا!

اور فتحِ مکہ نے تاریخ کے دھارے موڑ دیے، انسانیت کو زندگی کا ایک نیا رخ عطا کیا اور زمانے کو ڈوبے ہوئے اندھیروں سے نکال کر روشن اور منور شاہ راہ پر گامزن کیا، یہ صرف اسلام ہی کی نہیں انسانیت کی فتح تھی، جس کے بعد افریقا کے صحراؤں میں اذانیں بلند ہوئیں، یورپ کے کلیساؤں سے بربریت کا خاتمہ ہوا، اور فارس کے کسری کا غرور خاک میں ملا اور انسانوں کو انسانوں کی بدترین غلامی سے آزادی حاصل ہوئی۔

یہ دونوں واقعات اسی مبارک مہینے میں پیش آئے، شاید سیرت کے اس پہلو میں ایک یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ جس مہینے میں اللہ تعالی نے اپنے حکم سے زمانے کے حالات بدل دیے، اور کائنات میں غیر متوقع تبدیلیاں برپا کر دیں، اسی ماہ مبارک میں اللہ رب العزت نے افراد کے اندر انقلاب برپا ہونے اور تبدیلی قبول کرنے کی بے پناہ صلاحیت رکھی ہے۔

ساتویں صدی کے مشہور عالم علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ عمل کی قبولیت کے متعلق ایک بہت مختصر اور عام فہم بات لکھتے ہیں، ان کے تعارف میں یہی کہنا کافی ہے کہ انہوں نے حدیث کی ایک مشہور کتاب صحیح مسلم کی شرح تصنیف فرمائی ہے، جسے ان کے زمانے سے لے کر آج تک انتہائی قبولیت حاصل ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ عمل کی قبولیت کے متعلق فرماتے ہیں: مِنْ عَلامَاتِ القَبولِ أَنْ يَزْدَادَ بَعْدَهُ خَيْرًا (شرح النووی علی صحیح مسلم: 292/1)

"قبولیت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ اس کے بعد وہ خیر کے کاموں میں آگے بڑھ جائے۔"

لہٰذا نیکیوں کا معمول بنانا بہت مبارک ہے، خیر کے کاموں میں لگنا بے شک قابل رشک ہے، روزوں، نوافل اور اذکار کا اہتمام انتہائی لائق قدر ہے۔۔۔ لیکن

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

ذرا اونچی نگاہ سے اس ماہ مبارک کو دیکھنا چاہیے، ذرا اور بلندی سے اس کا مقصد سمجھنا چاہیے، کیا صرف یہی مقصد ہے اس ماہ مبارک اور مقدس مہمان کا کہ اس کے آتے ہی شب وروز کا نظام الاوقات بدل جائے، اور اس کے جاتے ہی ہم دوبارہ پلٹ جائیں یا پھسل جائیں۔۔۔!!

کیا یہ اچھا نہیں کہ رمضان ہماری زندگی میں کچھ اس شان سے آئے کہ اس کے بعد پھر زندگی کا رخ ہی بدل جائے۔۔۔ اور یہ ہرگز مشکل نہیں، جو کام ہم رمضان میں کر رہے ہیں کیا ہم وہ کام سارا سال نہیں کر سکتے؟ بالکل کر سکتے ہیں! یقینا کر سکتے ہیں۔

ایک شخص پرچون کی دکان چلاتا ہے، جس سے وہ مہینے کے پچاس ہزار کماتا ہے، صبح 8 بجے گھر سے نکل کر رات 8 بجے گھر واپس آتا ہے۔ وہ کبھی بھی مہینے کے دس لاکھ نہیں کما سکتا، دس لاکھ کیا، اگر کبھی پچاس کے ستر یا اسی ہزار میں بچ جائیں تو اس کی خوشی کی انتہا نہیں ہوگی۔!

دوسری طرف ایک انڈسٹری کا مالک ہے، وہ بھی صبح 8 بجے نکلتا ہے، نو بجے وہ اپنے آفس میں ہوتا ہے، اور شام کو سات، آٹھ بجے واپس آجاتا ہے، اس کے مہینے کا منافع

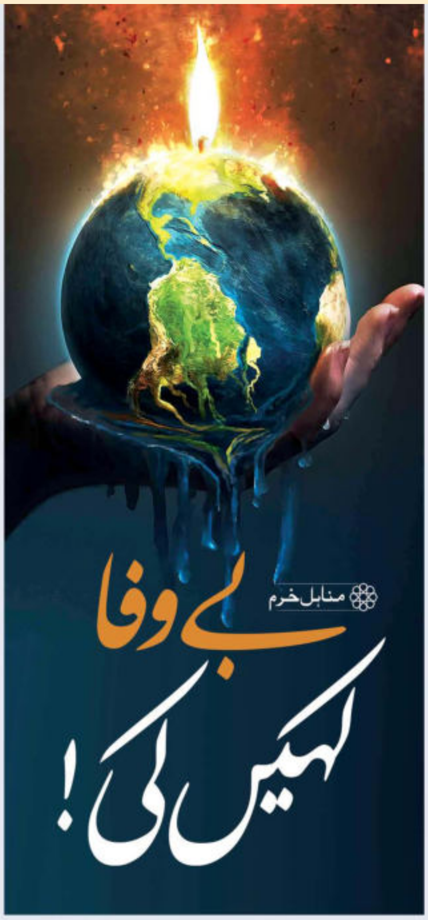

آہ! یہ دنیا کیسی بے وفا ہے، دھوکے کا گھر ہے، مکڑی کا جالا ہے، ایسا آشیانہ ہے جو بہت مضبوط ہو، تب بھی بہت کمزور ثابت ہوتا ہے۔ اس سے دل لگانے والے ہمیشہ نقصان اٹھاتے ہیں۔ وہ موت سے بھاگنا چاہتے ہیں لیکن موت ان کو آہی لیتی ہے، پھر وہ ہوتے ہیں اور قبر کے اندھیرے۔ ان کا مال پیچھے رہ جانے والوں کے قبضے میں آجاتا ہے۔ رفتہ رفتہ وہ ان پیاروں کو بھول جاتے ہیں، جنہوں نے انہیں سکون اور آسائشیں دینے کی خاطر اپنا آرام تو خراب کیا اور بہت سارے تو حلال اور حرام کا فرق ہی بھلا دیتے ہیں۔ یہ سوچے بغیر کہ حرام سے پرورش پانے والا جسم کیسے جنت کی خوشبو سونگھے گا؟ کیسے نجات پائے گا؟ اپنے اور بے وفا عزیزوں کے چند روزہ عیش و عشرت کی خاطر اپنا ایمان بیچنے والا بھلا اللہ کے عذاب سے کس طرح بچے گا؟ آخرت کو بھلا دینے والا آخرت میں جنت کیسے جائے گا؟ دنیا تو کرائے کا گھر ہے اس میں دل لگانے والوں کا انجام تو خراب ہی ہونا ہے۔ میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے: "دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی اجنبی یا مسافر۔"

میرے آقا نے یہ واضح فرمادیا کہ یہ دل لگانے کی جگہ نہیں بلکہ یہ تو ایسی رہ گزر ہے، رہ گزار تو بس گزرنے کے لیے ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

یا اللہ! اصل عیش تو آخرت کا عیش ہے۔

کیا اس سے بھی ثابت نہیں ہو رہا کہ دنیا عیش کی جگہ نہیں ہے۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کریم نے وادیٔ مکہ کو سونا بنادینے کی پیشکش کی۔ لیکن میرے آقا نے فرمایا:

"اللہ جی میں تو یہ چاہتا ہوں ایک دن کھاؤں، ایک دن بھوکا رہوں اور جس دن بھوکا رہوں، تیرا ذکر کروں اور تیرے سامنے آہ وزاری کروں اور جس دن کھاؤں، تیرا شکرادا کروں اور تیری تعریف کروں۔"

میرے سوہنے رب کے سوہنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اپنے لیے پسند ہی مشقت والی زندگی کی، اس میں ہمارے لیے یہ سبق ہے کہ یہ دنیا تو عارضی ٹھکانا ہے، یہاں اب ایسا بھی کیا دل لگانا کہ اصل گھر بھول ہی جائیں۔ پھر جب یہ دنیا مکھی کے پر کے برابر بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتی تو اس میں ایسی پونجی جمع کرنے کا کیا فائدہ جو مرنے کے ساتھ ہی الگ ہو جائے؟ کیا یہ بہتر نہیں کہ اعمالِ صالحہ جمع کر لیے جائیں، جو مرنے کے بعد بھی کام آئیں گے، اربوں کھربوں سال اور کبھی ختم نہ ہونے والی زندگی میں، جہاں ہمیشہ ہمیشہ عیش کریں گے۔

لاکھوں میں ہوتا ہے، پچاس لاکھ تو ہر مہینے کا اس کا منافع ہے، لیکن اگر اسے ایک کروڑ کا بھی نفع ہو تو اس کے لیے کوئی بڑی بات نہ ہوگی، کیوں کہ اس کا ہدف اس سے بھی کہیں بلند و بالا ہے۔

حیرت یہ ہے کہ دونوں کے کام کے اوقات وہی ہیں، جسم بھی وہی ہیں، صحت وطاقت بھی تقریباً برابر سرابر ہی ہے، بلکہ شاید پرچون والے کی صحت انڈسٹری مل مالک کی صحت سے کئی گنا اچھی ہو۔۔

فرق کیا ہے دونوں میں؟؟ فرق صرف اتنا ہے کہ اِس کی نیت اور ارادہ معمولی ہے، اور اُس کا عزم اور حوصلہ بلند و بالا ہے! اِس کی نگاہ میں ایک چھوٹی سی دکان ہے، اور اُس کی نظر سارے عالم پر چھانے والی انڈسٹری ہے! اِس کا مقصد معمولی مقدار میں راشن بیچنا ہے، اور اُس کو اپنی مصنوعات دنیا کے کونے کونے میں پہنچانا ہے۔

یعنی فرق صرف عزم اور ارادے کا ہے، فرق صرف نگاہ کا ہے!!!

بالکل اسی طرح رمضان صرف عبادات کرنے اور اعمال میں لگنے کے لیے نہیں، یقینا اس ماہ میں بہت کثرت اور اہتمام سے اعمال میں لگنا ہے، لیکن یہ مہینا اس سے بڑھ کر بھی ہمیں بہت کچھ دے سکتا ہے، یہ ماہ مبارک ہمارے کچھ دنوں کے نظام الاوقات کے علاوہ اور بھی بہت کچھ بدل سکتا۔۔ شرط یہ ہے کہ ہم چاہنے والے ہوں۔۔۔

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

آج ہی یہ نیت کرلیں کہ اس رمضان میں ہمیں اپنے اندر ایک انقلاب اور تبدیلی لانی ہے، جب ہم یہ نیت اور عزم کرلیں گے تو خود بخود راہیں ہموار ہوتی چلی جائیں گی ان شاء اللہ! اس کے لیے لازم ہے کہ ہم رمضان میں زیادہ سے زیادہ اپنا وقت اللہ کو دے دیں، نوافل، تلاوت، ذکر اور دعا میں مشغول رہیں، اور اس سب سے بھی بڑھ کر بازاروں اور دوستوں کی محفلوں میں بیٹھنے سے پرہیز کریں، خدانخواستہ تھوڑا بہت جو کمایا ہے، وہ دو چار جملوں میں ہی گنوا بیٹھیں۔

اور خوب اللہ سے مانگیں کہ: اے اللہ! اس رمضان میں مجھے اپنا سچا تعلق عطا فرمادیجیے، اور گناہوں سے پاک صاف زندگی عطا کیجیے، اور میرا دل بدل دیجیے، ایسا دل عطا کیجیے جس میں آپ کے سوا کوئی نہ ہو! آمین

جنید حسن

مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

قسط نمبر 14

اب ہماری اگلی منزل مسجدِ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھی!

مسجدِ ابوذر غفاریؓ: ہم جبلِ اُحد سے روانہ ہو کر مسجد ابوذر غفاریؓ پہنچے۔ یہ مسجد ''بنی عبدالاشھل'' کے علاقے میں شارع ابوذر غفاری پر بنی ہوئی ہے۔ اندر سیاہ پٹیوں والے سرخ مصلّی قالین بچھے ہوئے تھے۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں ایک مرتبہ اتنا طویل سجدہ کیا کہ صحابیٔ رسول حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوگیا کہ شاید آپ ﷺ کی روح اللہ کی جانب پرواز کر گئی ہے۔ آپ ﷺ نے انھیں یہ بتایا کہ ''جبرائیل، اللہ کا یہ پیغام لے کر آئے تھے کہ جو آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجے گا۔ اللہ اس کو اپنی رحمت اور نعمت سے نوازے گا۔'' اس عطائے خداوندی کے تشکر اور سپاس گزاری میں آپ ﷺ نے یہ طویل سجدہ کیا تھا۔ ہم بھی جبلِ اُحد سے یہاں پہنچ کر بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہوگئے۔

مسجد بنی حارثہ: ہم جبلِ اُحد سے قبل راستے میں مسجد بنی حارثہ بھی پہنچے تھے۔ یہ ایک چھوٹی سی خوب صورت مسجد ہے، جس کی دیواریں منفرد ڈیزائن کی حامل ہیں ور باہر ایک بورڈ پر اس کی تاریخ رقم ہے۔ لکھا ہے کہ حضور ﷺ غزوۂ اُحد سے واپسی پر استراحت کی غرض سے اس جگہ ٹھہرے تھے۔

اس مسجد کے قریب ہی ایک اور مسجد ہے، جو سرمئی رنگ کے پتھروں سے تعمیر شدہ ہے۔ صالح کے بقول یہ اسی دور کی تعمیر ہے۔ یہ بھی رقبے کے اعتبار سے چھوٹی مسجد ہے، جو بند رہتی ہے۔ باہر ایک بورڈ پر اس کی تاریخ لکھی ہوئی تھی، جو ہم پڑھ نہ سکے، کیوں کہ وہ نہایت مدھم ہو چکی تھی۔ محض تحریر کی موجودگی کے آثار تھے۔ بہر حال! تحریر سے پتا چلا کہ غزوۂ احد کے لیے جاتے ہوئے آپ ﷺ نے یہاں، چند نمازیں بھی ادا فرمائی تھیں اور کچھ پہر قیام بھی فرمایا تھا۔

مسجدِ اِیجابہ: اب ہم واپسی کے سفر پر تھے اور اپنے ہوٹل سے زیادہ دور نہ تھے کہ مسجدِ اِیجابہ آگئی۔ اس مسجد کی خصوصیت، وہ تین دعائیں ہیں، جو آپ ﷺ نے بارگاہِ الٰہی میں کی تھیں اور پہلی دو قبول ہوئیں، مگر تیسری نہیں۔ وہ تین دعائیں یہ تھیں:

1۔ میری امت قحط سالی میں مبتلا نہ ہو۔

2۔ میری امت پر پچھلی قوموں کی طرح عذاب نہ آئے۔

3۔ میری امت فتنوں میں مبتلا نہ ہو۔

اس مسجد کو مسجدِ معاویہؓ بھی کہتے ہیں، کیوں کہ یہ بنو معاویہ جن کا تعلق ''قبیلہ اوس'' سے تھا کے علاقے میں واقع ہے۔ آپ ﷺ نے یہاں دو رکعت نماز ادا فرمائی تھی۔ ہم نے بھی اللہ کے رسول ﷺ کی پیروی میں دو رکعت نماز ادا کی اور آگے چل دیے۔

مسجدِ بلالؓ: مسجد ایجابہ سے نزدیک ہی مسجدِ بلالؓ تھی۔ یہ مسجد ایک شاپنگ مال کی پہلی منزل پر واقع تھی۔ مال کے ایک جانب ایک قدیم طرز کا بازار بھی لگا ہوا نظر آیا، جسے کھجوروں کا بازار کہتے ہیں۔ اس مسجد کا گنبد سبز رنگ کا، ہیئت میں چھوٹا اور وضع میں گنبدِ خضرا سے ملتا ہے۔ ظہر کی نماز کا وقت ہو چلا تھا، چناں چہ ہم نے ارادتاً اسی مسجد میں نماز ادا کی۔ عظیم صحابی و موذنِ رسول (ﷺ) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جو قربانیاں دیں اور جن مشکلات میں اپنی زندگی بسر کی اور اس کے بعد بھی حق کے سب سے بڑے علم برداروں اور رسول اللہ ﷺ کے محبین کی فہرست میں اپنا نام ہمیشہ نمایاں رکھا، اس کی مثال پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے۔ اس کے بعد صالح نے ہمیں کچھ اور مساجد باہر سے دکھائیں، جن میں مسجدِ عثمانؓ تھی۔ یہ مسجد سفید رنگ کی، برج کی ہیئت والی خوب صورت مسجد تھی۔ یہ جنت البقیع کی عقبی جانب ہے۔ ایک ذیلی سڑک سے گزرتے ہوئے مسجدِ عمر بھی دیکھی، جس کے اندر ایک پلازہ زیرِ تعمیر تھا اور مسجد کا کچھ حصہ ٹوٹا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ سفر کے شروع میں مسجدِ جمعہ بھی دیکھی تھی، جس میں حضور ﷺ نے قبا سے مدینہ جاتے ہوئے اسلام کا پہلا جمعہ پڑھایا تھا، مگر مسجد اس وقت بند تھی، اس لیے ہم اندر نہیں گئے۔ باقی مساجد کی زیارتوں کا احوال آگے آرہا ہے۔

پھر ہم واپس اپنے ہوٹل پہنچے۔ صالح کہنے لگا: ''یہ زیارتیں ...4 سے 5 گھنٹوں میں ہو جاتی ہیں۔'' مگر جب ہم ٹیکسی سے اترے تو ساڑھے چھ گھنٹے ہو چکے تھے اور ہمیں خود بھی تاخیر کا پہلے ہی احساس ہو گیا تھا۔ جب میں نے ابتدا میں اس سے زیارتیں بڑھانے اور رقم طے کرنے پر یہ کہہ کے اصرار کیا تھا کہ ''معاملہ شروع میں طے کر لیں، ورنہ بعد میں مسئلے ہوتے ہیں۔'' تو اس نے کہا تھا: ''مدینے میں مسئلے نہیں ہوتے۔'' میرا عمومی تجربہ اس سلسلے میں کچھ اچھا نہیں تھا، مگر وہ عابد و زاہد اور نیک خصلت انسان اپنی بات کا سچا اور پکا نکلا۔ اضافی وقت دے کر بھی اس نے مجھ سے کوئی اضافی اجرت نہ مانگی۔ میں نے تشکّر کے جذبات اور مناسب اجرت کے ساتھ اسے الوداع کیا۔ (جاری ہے)

اُمید کے آنسو

امۃ اللہ

اَللّٰہُ اَکْبَر کی آواز کانوں میں پڑتے ہی آنکھیں ملتے ہوئے بیدار ہو جانا اور ہر روز کی طرح ایمان کی سلامتی پر رب کا شکر ادا کرنا اور بستر سے پہلو جدا کرنا، پھر وضو سے پہلے مسواک کی مٹھاس لبوں پر محسوس کرنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دل کی گہرائیوں سے شکر کا بے ساختہ نکل جانا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو زندگی کا سلیقہ ہمیں کون سکھاتا۔ وضو کے بعد تین گھونٹ بھرنا اور ہر گھونٹ کے عوض اللہ کے قرب کا سوال کرنا۔ پھر نماز کی طرف قدم اٹھانا اور خود کو رب کی چاہت بھری باہنوں میں محسوس کرنا۔ سلام پھیر کر پوری اُمت کے نفع کی دعا کرنا، ہر درد والے غموں کا دفاع کرنا۔ پھر دنیا کے کسی بھی کام کی جانب لوٹنا مگر دل میں رب سے قدم قدم پر ہدایت و استقامت کی جستجو کرنا۔ جب کسی موڑ پر مشکل پیش آجائے تو ایک بار آسمان کی جانب نظر کرکے کہہ دینا "اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ" اور پھر منزل کی جانب بڑھنا۔

بظاہر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کے پاس کچھ نہیں، مگر آپ کے پاس یقین جانیے، وہ اعمال ہیں، جو سب کے پاس نہیں۔ یہ دنیا بہت کم نظر اور کم قیمت ہے آپ کے پاس ہو یا نہ ہو۔۔۔اور جو شے کوئی حیثیت نہیں رکھتی، آپ کے رب کی نگاہ میں اُس کا آپ کے پاس ہونا ضروری بھی نہیں۔ ہم اکیلے ہیں یہ کس نے کہہ دیا، ہمارے قدم قدم پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اعمال ہیں، جن میں ہر غم کی دوا ہر مصیبت کا علاج اور ہر تنہائی کا مونس ہے۔ ہر بے چینی کی راحت اور ہر تلاطم کا کنارہ ہے۔ مگر۔۔۔۔ان قیمتی اعمال کا ایک اصول ہے ایک مدت ہے۔

بظاہر تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ نفع نہیں دے رہے مگر ان میں سے ہر عمل کی ایک مدت ہوتی ہے ایک صبر آزما مدت، جسے پار کرنا ہوتا ہے۔ جب ہم اسے پار کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، تب کہیں جا کر ان کے ثمرات کا دروازہ کھلتا ہے، پھر ہم اس کی برکتوں کا نظارہ کر پاتے ہیں ورنہ دروازے تو بسا اوقات کھل بھی جایا کرتے ہیں مگر ہم انہیں دیکھ نہیں پاتے کچھ گناہوں کی وجہ سے جو ہمیں برکتوں سے محروم کر دیتے ہیں۔ البتہ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ہر عمل کی اس صبر آزما مدت کو پار کرنے سے پہلے ہی دل ہار جاتے ہیں اور عمل چھوڑ بیٹھتے ہیں پھر مایوسیاں ہمارے آنگن میں ڈیرا ڈال دیتی ہیں اور ہم سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم پر ہر جانب سے مصیبت ٹوٹ پڑی جبکہ ایسا نہیں ہوتا۔ کشادگی کے سارے سوراخ بند بھی نظر آئیں تب بھی آپ کا رب آپ کو دیکھ رہا ہوتا ہے کہ آپ اُس ذات کو کس نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ آپ کا رب آپ کی ویران غم زدہ اور ستم خوردہ آنکھیں دیکھ رہا ہوتا ہے کہ خشک حلقوں میں اب بھی اُن اعمال کے وسیلے ہیں یا آنکھوں کے کنارے اُمید کے آنسو چھوڑ چکے ہیں؟؟؟

یہ فیصلہ تو آپ نے کرنا ہے کہ اُمید پر جینا ہے یا مایوسیوں کی تنگ وادی میں گھٹ گھٹ کر اپنی زندگی کو اپنے ہاتھوں کھو دینا ہے۔ یقین جانیے حالات بدلتے ہیں، مسئلے حل ہوتے ہیں، خدا ہر موڑ پر آپ کا منتظر ہے اور آپ کے مڑنے کے بعد بھی آپ کو لوٹنے کی نگاہ سے دیکھتا رہتا ہے کہ میرا بندہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ سے ہی مجھ تک لوٹ آئے گا ورنہ بھٹکتا ہی رہے گا کہاں جائے گا؟؟؟ بس آپ نے اس صبر آزما مدت کو پورا کرنا ہے اور پتا ہے وہ مدت کتنی ہے؟؟

حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ۔۔۔۔۔!!!

Perfect®
Freshener
رہو خوشبوؤں میں
Mubarak
Just Feels Right.
رمضان مبارک
Perfect
Freshener
Room
Freshener
Mubarak
مبارک
LA PERFUME
DRY
300ml e
ENJOY
99
Dream
SOFT PINK
perfectairfreshener
PFreshener
www.se.com.pk
https://www.daraz.pk/shop/house-of-perfect
Imported & Marketed by
Shakeel Enterprises
www.se.com.pk

روشنی اور خوشبو

عظمی شمیم

فرشتوں نے کہا: ”سب سے پہلے ہم نماز سے شروع کرتے ہیں، کیوں کہ کافر اور مسلمان کے مابین فرق کرنے والی چیز نماز ہے۔ لیکن فی الحال تمہارے سارے اعمال معلق ہیں۔“میں نے حیرت سے پوچھا: ”میرے اعمال معلق کیوں ہیں؟ اور میں اپنے جسم میں دنیا جہاں کی گرمی محسوس کر رہا ہوں اس کی کیا وجہ ہے؟“انہوں نے کہا: ”اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے اوپر قرض ہے، جو تم نے مرنے سے پہلے ادا نہیں کیا۔“میں رو پڑا۔ اچانک میری قبر میں روشنی آگئی اور ایک ایسی خوشبو پھیل گئی کہ ایسی خوشبو نہ میں نے کبھی سونگھی تھی، اس روشنی سے آواز آئی: ”اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ“ میں نے کہا: ”وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ، تم کون ہو؟“اس نے کہا: ”میں سورۃ الملک ہوں۔ میں اس لیے آئی ہوں کہ اللہ سے تیرے لیے مدد طلب کروں کیوں کہ تم نے میری حفاظت کی تھی اور رسول ﷺ نے بتا دیا تھا کہ جو کوئی سورۃ الملک پڑھے گا، قبر میں وہ اس کے لیے نجات کا ذریعہ ہوگی۔“میں نے کہا: ”میں نے بچپن میں تمہیں حفظ کر لیا تھا اور میں ہمیشہ نماز میں اور گھر میں تیری تلاوت کیا کرتا تھا۔ اس وقت تمہاری اشد ضرورت ہے۔“اس نے کہا: ”اسی لیے تو میں آئی ہوں کہ رب تعالیٰ سے دعا کروں کہ وہ تمہاری تکلیف کو آسانی میں تبدیل کر دے۔ لیکن تم نے لوگوں کے قرضے واپس نہ کر کے غلطی کی ہے۔“

میں نے کہا: ”نجات کا کوئی طریقہ ہے؟“اس نے کہا: ”تین باتوں میں سے کوئی ایک تمہارا مسئلہ حل کر سکتا ہے۔“میں نے پوچھا: ”وہ کون سے کام ہیں۔“اس نے کہا: ”پہلے یہ بتاؤ تم نے کوئی وصیت نامہ لکھ کر چھوڑا ہے۔ جسے دیکھ کر تمہارے وَرَثہ وہ قرضہ ادا کر دیں؟“وَرَثہ کا نام سن کر میرے آنسو نکل آئے۔ مجھے تمام گھر والے امی، ابو، بیوی، بہن، بھائی اور بچے یاد آئے۔ پتا نہیں میرے بعد ان کا کیا حال ہوگا؟ میری چھوٹی بچی جس کے ساتھ میں نے چاکلیٹ کا وعدہ کیا تھا، اب کون اس کے لیے چاکلیٹ لا کر دے گا؟ میری بیوی کو لوگ بیوہ کہیں گے۔ کون اس کا خیال رکھے گا؟ سورۃ الملک نے پوچھا: ”لگ رہا ہے تم کوئی چیز یاد کر رہے ہو؟“میں نے کہا: ”مجھے میرے اہل وعیال یاد آگئے ہیں، میرے بعد ان کا کیا حال ہوگا۔“سورۃ الملک نے کہا: ”جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہی روزی بھی دے گا اور وہی نگہبان بھی ہے۔“سورۃ الملک کی اس بات سے مجھے کافی تسلی ہوئی۔ اس کے بعد میں نے پوچھا: ”کیا میں جان سکتا ہوں کہ میرے اوپر کُل کتنا قرضہ ہے؟“سورۃ الملک نے کہا: ”میں نے فرشتے سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ ایک ہزار سات سو ریال۔ ہزار ریال آپ کے دوست کے ہیں، جس کا نام ابو حسن ہے اور باقی مختلف لوگوں کے ہیں۔“میں نے کہا: ”مختلف لوگ کون ہیں؟“اس نے کہا: ”دراصل بالغ ہونے سے آخری دن تک تم سے کئی بار اس بارے میں کوتاہی ہوئی ہے۔ اس طرح قرضہ بڑھتا گیا۔ مثلاً پانچ ریال اس دکان دار کے ہیں، جس سے آپ نے کوئی چیز خریدی تھی جب آپ کی عمر پندرہ سال تھی۔ آپ نے اس سے کہا پیسے کل دے دوں گا اور پھر آپ نے نہیں دیے۔ اس طرح لانڈری والے سے آپ نے کپڑے دھلوائے اور اس کو پیسے دینا بھول گئے۔“اس نے سب لوگوں کے نام بتا دیے اور سارے مجھے یاد آ گئے۔

سورۃ الملک نے کہا: ”لوگوں کے حقوق کو معمولی سمجھنے اور ان کی بابت سستی برتنے کی وجہ سے بہت سارے لوگوں پر قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ تمہیں رسول ﷺ نے خبر نہیں دی کہ شہید کے اعمال بھی روک لیے جائیں گے جب تک اس کا قرضہ ادا نہ ہوا ہو۔“میں نے کہا: ”نجات کا کوئی طریقہ ہو سکتا ہے؟“اس نے کہا: ”پہلا حل تو یہ ہے جس کا قرضہ ہے وہ معاف کر دے۔“میں نے کہا: ”ان میں سے اکثر تو یہ رقم بھول گئے ہوں گے، جس طرح میں بھول گیا تھا اور ان کو میرے مرنے کی خبر بھی نہیں ہوگی۔“اس نے کہا: ”دوسرا حل یہ ہے کہ تمہارے وَرَثہ یہ قرض ادا کر دیں۔“میں نے کہا: ”ان کو میرے قرضوں کی اور تکلیف کی کہاں خبر ہے؟ اور میں نے کوئی وصیت نامہ بھی نہیں چھوڑا۔ کیوں کہ مجھے موت اچانک آگئی۔“سورۃ الملک نے کہا: ”ایک اور حل ہو سکتا ہے لیکن میں تھوڑی دیر بعد تمہیں بتاؤں گی اور اب میں جاتی ہوں۔“میں نے کہا: ”خدارا مت جاؤ کیوں کہ تمہارے جانے سے تاریکی ہو جائے گی جو میری موجودہ تکلیف میں اضافے کا باعث بنے گی۔“سورۃ الملک نے کہا: ”میں زیادہ دیر کے لیے نہیں جا رہی، بلکہ تمہارے لیے کوئی حل نکالنے کے لیے جا رہی ہوں۔“اس کے بعد سورۃ الملک چلی گئی اور میں گھپ اندھیرے میں اکیلا رہ گیا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ میں نے ایک مانوس سی آواز سنی، یہ میرے والد تھے جو میرے لیے دعائیں کر رہے تھے: ”اے پروردگار! میں اس بیٹے سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔“والد صاحب جب دعا مانگ رہے تھے تو دعا کے دوران ایک زبردست روشنی میری قبر میں آئی۔ والد صاحب جب واپس ہوئے تو فرشتے نے کہا: ”تیرے والد کی دعا آسمانوں تک جائے گی اور حق تعالیٰ نے چاہا تو اس کو قبول کرے گا کیوں کہ والد کی دعا بیٹے کے حق میں قبول ہوتی ہے۔“میں نے تمنا کی کہ کاش میرے والد زیادہ دیر کے لیے ٹھہرتے اور مزید دعا کرتے کیوں کہ ان کی دعا کی وجہ سے مجھے کافی راحت ملی۔ فرشتے نے بتایا: ”قبر میں موجودہ روشنی تیرے والد کی دعا کی وجہ سے ہے اور یہ اسی طرح رہے گی جب تک اللہ چاہے۔“مجھے پتا چلا کہ والد کا آنا میرے لیے باعث رحمت ہے۔ میں نے تمنا کی کہ کاش میرے ابو میری آواز سن لیں اور میں انہیں بتادوں کہ آپ میرا قرض ادا کر دیں اور میری طرف سے صدقہ کر دیں۔ اللہ کے واسطے میرے لیے دعا کریں۔ لیکن کون ہے جو انہیں بتادے۔ میں نے محسوس کیا کہ بعض اوقات میرے جسم کی گرمی کم ہو جاتی تھی لیکن اچانک پھر سے بڑھ جاتی تھی۔ میں نے اندازہ لگایا اس کا سبب میرے حق میں لوگوں کی دعائیں ہیں۔

(جاری ہے)

مفتی محمد توحید

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

میکے اور سسرال کی طرف سے ملنے والے زیور پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: عورت کا جو زیور سونے یا چاندی کا ہے، جو اس کی ماں نے دیا اور جو سسرال والوں کی طرف سے پڑا، اس کی زکوٰۃ کس کے ذمے واجب ہے؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں جو زیور میکے سے ملا، اس کی زکوٰۃ خود عورت پر فرض ہے اور جو سسرال کی طرف سے ملا، اگر وہ عورت کی ملکیت کر دیا گیا تھا تو عورت پر فرض ہے، ورنہ اس کے شوہر پر۔

کاروباری مقاصد کے لیے خریدی گئی زمین پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: ایسی رقم جو کاروباری مقاصد کے لیے زمین کی خریداری کی مد میں ادا کی گئی ہو، ابھی کافی رقم کی ادائیگی اور زمین کی ملکیت کی منتقلی باقی ہو، اس پر زکوٰۃ ہے؟

جواب: واضح رہے کہ جب تک زمین کی بیع نہیں ہوئی اس وقت تک اس رقم پر زکوٰۃ فرض ہے، البتہ زکوٰۃ ادا کرنا اس وقت واجب ہوگا جب رقم واپس مل جائے یا زمین کی بیع آپ کے نام ہو جائے اس وقت جتنے سال رقم کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی اتنے سالوں کی زکوٰۃ یک مشت ادا کرنی ہوگی، تاہم اگر ہر سال اپنے دوسرے اثاثوں کے ساتھ اس رقم کی زکوٰۃ بھی ادا کرتے رہیں تو زکوٰۃ ادا ہوتی رہے گی۔ اور زمین اگر اس غرض کے لیے خریدی ہے کہ اسے بیچ کر نفع حاصل کریں گے تو زمین کی مالیت پر بھی زکوٰۃ ہر سال فرض ہوگی اور ہر سال اس وقت کی بازاری قیمت کا ڈھائی فی صد زکوٰۃ میں دینا ہوگا۔

زکوٰۃ میں قیمتِ خرید کا حساب ہے یا قیمتِ فروخت کا

سوال (1): ہم اپنے حساب کتاب کی سہولت کے پیشِ نظر زکوٰۃ کا حساب ہر سال دسمبر کے مہینے سے کرتے ہیں، لہٰذا اس وقت جو مال ہمارے پاس ہوتا ہے، اس وقت مال کی قیمت بازار کے بھاؤ سے، قیمتِ خرید سے زیادہ ہوتی ہے اور کچھ کی کم، کیا ہم قیمتِ خرید کے حساب سے زکوٰۃ ادا کریں یا بازار کے بھاؤ کے حساب سے؟

جواب (1) واضح رہے کہ جس تاریخ میں زکوٰۃ کا سال پورا ہوتا ہے اس تاریخ میں مال کا جتنا ذخیرہ موجود ہے اس کی قیمت اسی تاریخ کے بازار کے نرخ کے لحاظ سے لگائی جائے گی، قیمتِ خرید کے لحاظ سے نہیں، البتہ زکوٰۃ کے لیے قمری مہینے کی کوئی تاریخ مقرر کرنی ضروری ہے۔

سوال (2) ہمارا ایک چھوٹا سا کارخانہ بھی ہے جس میں ہم کپڑا بناتے ہیں، زکوٰۃ نکالتے وقت کارخانے میں مندرجہ ذیل مال پڑے ہوتے ہیں:

1. سوت۔
2. خام کپڑا جو ہم نے بنایا ہے۔
3. رنگین کپڑا جو خام کپڑے کو اپنے کارخانے میں رنگا ہے۔
4. تیار کپڑے کی گانٹھیں جو تیار پڑی ہوتی ہیں، تاکہ جہاز سے باہر ملکوں کو روانہ کریں، ان پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

جواب (2) سوت، خام کپڑے، رنگین کپڑے اور تیار کپڑے میں سے ہر ایک پر زکوٰۃ واجب ہے اور ان میں سے ہر ایک چیز کی قیمت اس تاریخ کی بازاری قیمت کے لحاظ سے لگائی جائے گی، قیمتِ خرید کے اعتبار سے نہیں۔

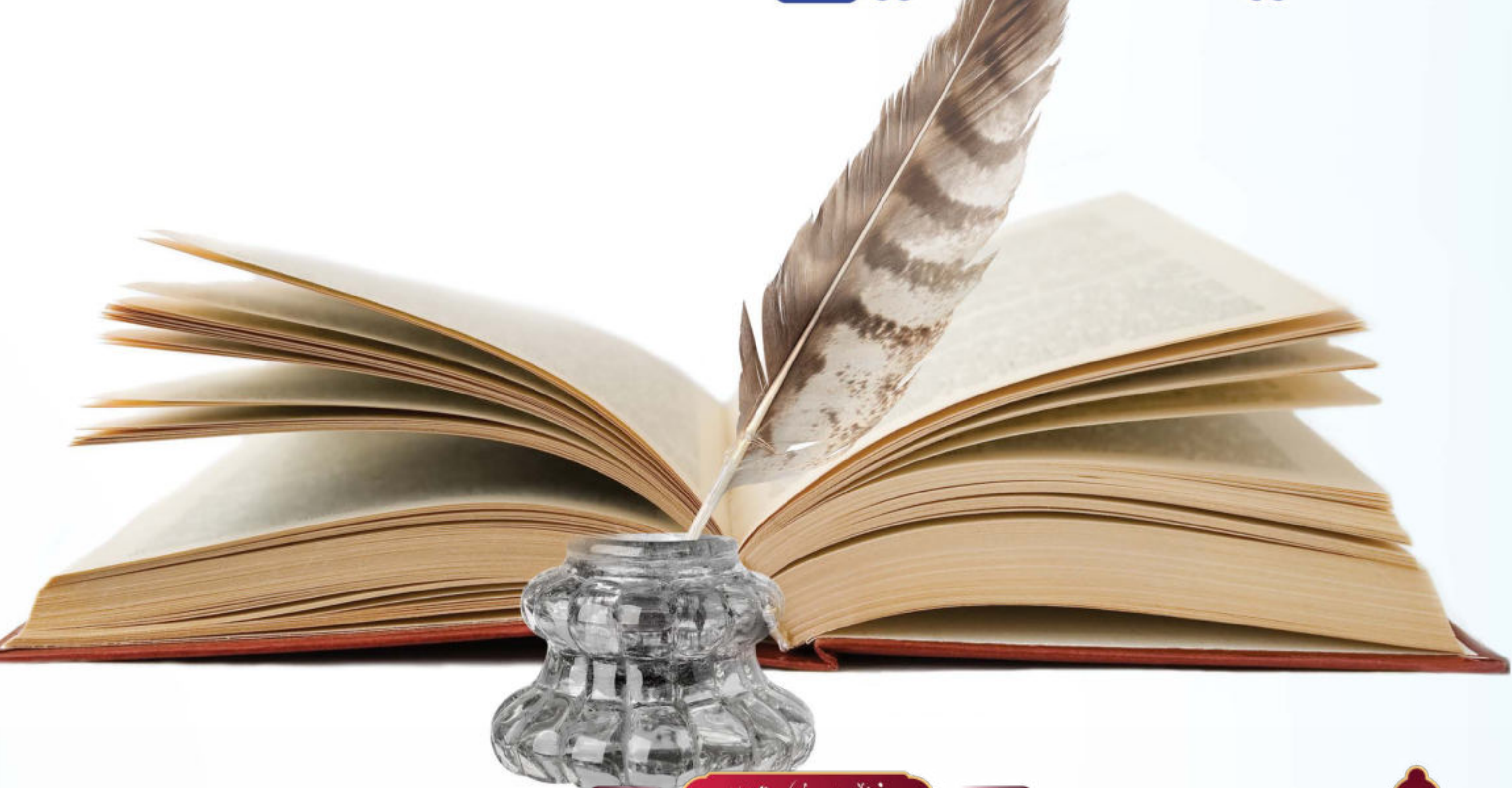

سوال 3 کیا سوت پر زکوٰۃ قیمتِ خرید کے اعتبار سے ادا کریں یا وقت کی مارکیٹ قیمت پر؟ دوسرے 2 اور 3 نمبر (یعنی خام کپڑا اور رنگین کپڑا) اس پر زکوٰۃ اپنی لاگت جو اس پر پڑی ہے، اس پر ادا کریں یا اس قیمت پر جس پر ہم فروخت کریں گے؟ اس میں کچھ مال آرڈر کے ہوتے ہیں اور کچھ مال بغیر آرڈر کے ویسے ہی تیار ہوتے ہیں؟

جواب 3 قیمت نہ لاگت کے اعتبار سے ہوگی، نہ خوردہ نرخ کے لحاظ سے، بلکہ یہ مال اگر آپ اس تاریخ میں اکٹھا فروخت کریں تو جتنی قیمتِ فروخت ہو سکتی ہے، وہ قیمت لگائی جائے گی۔

سوال 4 تیار کپڑوں کی گانٹھوں پر زکوٰۃ ہم اپنی لاگت پر ادا کریں یا اس قیمت پر جس پر یہ مال جہاز پر روانہ ہو کر ہم کو گاہک سے رقم وصول ہو کر ملے گی، عموماً جہاز کے انتظار میں مال پڑا رہتا ہے؟

جواب 4 اس کا جواب نمبر 3 میں آچکا۔

اعتکاف سے متعلق اہم مسائل

سوال: اعتکاف کیوں کرتے ہیں اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: رمضان المبارک کے آخری دس دن مسجد میں اعتکاف کرنا بہت ہی بڑی عبادت ہے، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر سال رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ توفیق دے تو ہر مسلمان کو اس سنت کی برکتوں سے فائدہ اٹھانا چاہیے، مسجدیں اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں اور کریم آقا کے دروازے پر سوالی بن کر بیٹھ جانا بہت ہی بڑی سعادت ہے! یہاں اعتکاف کے چند اہم مسائل درج کیے جاتے ہیں:

1 رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف سنتِ کفایہ ہے، اگر محلے کے کچھ لوگ اس سنت کو ادا کریں تو مسجد کا حق جو اہلِ محلّہ پر لازم ہے، ادا ہو جائے گا۔ اور اگر مسجد خالی رہی اور کوئی شخص بھی اعتکاف میں نہ بیٹھا تو سب محلے والے لائقِ عتاب ہوں گے اور مسجد کے اعتکاف سے رہنے کا وبال پورے محلے پر پڑے گا۔

2 جس مسجد میں پنج وقتہ نماز باجماعت ہوتی ہو، اس میں اعتکاف کرنا چاہیے، اور اگر مسجد ایسی ہو جس میں پنج وقتہ نماز باجماعت نہ ہوتی ہو، اس میں باجماعت نماز کا انتظام کرنا اہلِ محلّہ پر لازم ہے۔

3 عورت اپنے گھر میں ایک جگہ نماز کے لیے مقرر کرکے وہاں اعتکاف کرے، اس کو مسجد میں اعتکاف کا ثواب ملے گا۔

4 اعتکاف میں قرآن مجید کی تلاوت، درود شریف، ذکر و تسبیح، دینی علم سیکھنا اور سکھانا، انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگانِ دین کے حالات پڑھنا سننا اپنا معمول رکھے اور بے ضرورت بات کرنے سے احتراز کرے۔

5 اعتکاف میں بلا ضرورت اعتکاف کی جگہ سے نکلنا جائز نہیں، ورنہ اعتکاف باقی نہیں رہے گا۔ (واضح رہے کہ اعتکاف کی جگہ سے مراد وہ پوری مسجد ہے جس میں اعتکاف کیا جائے، خاص وہ جگہ مراد نہیں جو مسجد میں اعتکاف کے لیے مخصوص کرلی جاتی ہے)

6 بشری تقاضوں اور فرض غسل کے لیے باہر جانا جائز ہے، اسی طرح اگر گھر سے کھانا لانے والا کوئی نہ ہو تو کھانا کھانے کے لیے گھر جانا بھی درست ہے۔

7 اگر بھولے سے اپنی اعتکاف کی مسجد سے نکل گیا تب بھی اعتکاف ٹوٹ گیا۔

8 اعتکاف میں بے ضرورت دنیاوی کاموں میں مشغول ہونا مکروہِ تحریمی ہے، مثلاً: بے ضرورت خرید و فروخت کرنا، ہاں اگر کوئی غریب آدمی ہے کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں، وہ اعتکاف میں بھی خرید و فروخت کر سکتا ہے، مگر خرید و فروخت کا سامان مسجد میں لانا جائز نہیں۔

9 حالتِ اعتکاف میں بالکل چپ بیٹھنا درست نہیں، ہاں اگر ذکر و تلاوت وغیرہ کرتے کرتے تھک جائے تو آرام کی نیت سے خاموش بیٹھنا صحیح ہے۔

بعض لوگ اعتکاف کی حالت میں بالکل ہی کلام نہیں کرتے، بلکہ سر منہ لپیٹ لیتے ہیں اور اس چپ رہنے کو عبادت سمجھتے ہیں، یہ غلط ہے، اچھی باتیں کرنے کی اجازت ہے، ہاں! بری باتیں زبان سے نہ نکالے، اسی طرح فضول اور بلا ضرورت باتیں نہ کرے، بلکہ ذکر و عبادات اور تلاوت و تسبیح میں اپنا وقت گزارے، خلاصہ یہ کہ محض چپ رہنا کوئی عبادت نہیں۔

10 رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف سنت ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ بیسویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے مسجد میں اعتکاف کی نیت سے داخل ہو جائے، کیوں کہ بیسویں تاریخ کا سورج غروب ہوتے ہی آخری عشرہ شروع ہو جاتا ہے، پس اگر سورج غروب ہونے کے بعد چند لمحے بھی اعتکاف کی نیت کے بغیر گزر گئے تو اعتکاف مسنون نہ ہوگا۔

11 اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے، پس اگر خدانخواستہ کسی کا روزہ ٹوٹ گیا تو اعتکافِ مسنون بھی جاتا رہا۔

12 معتکف کو کسی کی بیمار پرسی کی نیت سے مسجد سے نکلنا درست نہیں، ہاں اگر طبعی ضرورت کے لیے باہر گیا تھا اور چلتے چلتے بیمار پرسی بھی کرلی تو صحیح ہے، مگر وہاں ٹھہرے نہیں۔

13 رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف تو مسنون ہے، ویسے مستحب یہ ہے کہ جب بھی آدمی مسجد میں جائے تو جتنی دیر مسجد میں رہنا ہو، اعتکاف کی نیت کرلے۔

عید الفطر کی خوشیاں کیوں مناتے ہیں؟

سوال: رمضان کے ختم ہوتے ہی عید کیوں مناتے ہیں؟

جواب: رمضان المبارک ایک بہت بڑی نعمت ہے، بلکہ ایک نہیں، بہت سی نعمتوں کا مجموعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس مہینے میں اپنے مالک کو راضی کرنے کے لیے دن رات عبادت کرتے ہیں، دن کو روزہ رکھتے ہیں، رات کو قیام کرتے ہیں اور ذکر و تسبیح، کلمہ اور درود شریف کا ورد کرتے ہیں، اس لیے روزے دار کو روزہ پورا کرنے کی بہت ہی خوشی ہوتی ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ روزے دار کو دو خوشیاں نصیب ہوتی ہیں: ایک خوشی جو اسے افطار کے وقت ہوتی ہے اور دوسری خوشی جو اسے اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی۔

یہی وجہ ہے کہ جب رمضان شریف ختم ہوا تو اس سے اگلے دن کا نام عید الفطر ہوا، ہر دن تو ایک ایک روزے کا افطار ہوتا تھا اور اس کی خوشی ہوتی تھی، مگر عید الفطر کو پورے مہینے کا افطار ہو گیا اور پورے مہینے کے افطار ہی کی اکٹھی خوشی ہوئی۔

دوسری قومیں اپنے تہوار کھیل کود میں یا فضول باتوں میں گزار دیتی ہیں، مگر اہلِ اسلام پر توحق تعالیٰ شانہ کا خاص انعام ہے کہ ان کی خوشی کے دن کو بھی عبادت کا دن بنایا، چناں چہ رمضان شریف بخیر و خوبی اور بشوقِ عبادت گزارنے کی خوشی منانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تین عبادتیں مقرر فرمائیں: ایک نمازِ عید، دوسرے صدقہ فطر اور تیسرے حج بیت اللہ (حج اگرچہ ذوالحجہ میں ادا ہوتا ہے، مگر رمضان المبارک ختم ہوتے ہی یکم شوال سے موسمِ حج شروع ہو جاتا ہے)

ماہِ رمضان اور صحت بخش طبی نکات

حکیم شمیم احمد

اس سال بھی رمضان موسم گرما میں سایہ فگن ہورہا ہے۔ہر ایمان والے کو یہ فکر لاحق ہوتی ہے کہ کہیں شدتِ گرمی اور پیاس کی وجہ سے فرض روزے قضانہ ہوجائیں۔اس سلسلے میں اگر مفید تدابیر اور طبّی نکات سے آگاہی ہوجائے تو روزوں میں شدتِ پیاس اور گرمی سے اپنے آپ کو کسی حد تک محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

ہمارا دین دینِ فطرت ہے اس میں زندگی گزارنے کے اُصول و ضوابط متعین کیے گئے ہیں۔جس کسی نے بھی ان اُصولوں سے انحراف کیا، اس کی زندگی میں کوئی نظم و ضبط باقی نہیں رہتا۔فطرت کے خلاف زندگی گزارنے سے جسمانی صحت میں بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے۔اللہ سبحانہ تعالیٰ نے سورۃ النبا میں ارشاد فرمایا: ”اور تمہاری نیند کو راحت کا باعث بنایا اور رات کو پردہ پوش بنایا اور دن کو روزی کمانے کے لیے بنایا۔“ (11-9)

اسی طرح اللہ تعالی نے اپنے حبیب سے فرمایا: ”۔بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات سے (نماز تہجد میں) کھڑے ہوتے ہیں۔“ (المزمل:20)

ہماری موجودہ نسل کا یہ وتیرہ بن چکا ہے کہ وہ رات دیر تک جاگتی ہے اور صبح دیر سے بیدار ہوتی ہے۔یوں جب ذہنی سکون میسر نہیں آتا تو ذہنی انتشار اور خشکی پیدا ہوجاتی ہے۔ قوت برداشت ختم ہوجاتی ہے۔صلاحیتیں ماند پڑ جاتی ہیں اور قوت و کارکردگی میں فرق آجاتا ہے۔ طبّی نکتہ نگاہ سے یہ بات مسلّم ہے کہ ”تری زندگی ہے اور خشکی موت ہے“ خشکی کا ایک اور سبب ہمارے یہاں غذاؤں کا غیر صحت مندانہ انتخاب ہے۔ہم اپنی روز مرہ غذاؤں میں چکن (وہ بھی فارمی) کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔چاول کا استعمال بھی زیادہ ہے، جس سے غذائیت حاصل ہوتی ہے نہ شکم سیری ہوتی ہے۔کھانے میں ریفائن تیل کثرت سے استعمال ہوتے ہیں جو کیمیکل کی مدد سے صاف کیے جاتے ہیں۔چائے کثرت سے پی جاتی ہے اور ہم اپنے مہمانوں کی ضیافت کولڈ رنک سے کرتے ہیں، جو گردوں کو ناکارہ کررہی ہے۔یوں ہم گیارہ مہینے خشک غذائیں کثرت سے استعمال کرکے اپنے جسم اور مزاج میں خشکی کا تناسب بڑھا دیتے ہیں اور نت نئی بیماریوں کا شکار ہوجاتے ہیں اور پھر تقدیر کو دوش دیتے ہیں۔

انتہائی معذرت کے ساتھ میں یہ کہنے کی بھی جسارت کررہا ہوں کہ رمضان المُبارک میں ہماری ساری عبادات رسمی سی رہتی ہیں۔ہماری عبادات کا رنگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عبادت جیسا نہیں نظر آتا۔اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ حضور اقدس ﷺ کی تربیت یافتہ تھے۔جس طرح آپ ﷺ کو روزے رکھتے دیکھتے، نمازیں پڑھتے دیکھتے۔ سحری و افطاری کا اہتمام کرتے دیکھتے انہی اداؤں کو اپناتے۔اُن کو آقائے دوجہاں کے ساتھ والہانہ محبت تھی اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بھی گہرا تھا۔ان کا ہر عمل اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہوتا۔

ماہ رمضان کے آخری عشرے میں اللہ رب العزت نے ہمیں اعتکاف کی صورت میں بہترین تحفہ دیا ہے، ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیے۔اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور اس کی رضا پانے کا یہ نادر موقع ہے لیکن عام مشاہدہ ہے کہ معتکف حضرات مسجد میں ہوتے ہیں لیکن ان کا دل دوست احبابوں اور اہل خانہ کے ساتھ جڑا ہوتا ہے۔اس کی بنیادی وجہ اسمارٹ موبائل اور انٹرنیٹ کا استعمال ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہم اعتکاف سے اُٹھنے کے بعد بھی روحانی اعتبار سے تہی دامن ہوتے ہیں۔ہمیں اعتکاف کا نور حاصل نہیں ہوتا۔

حضور اقدس ﷺ غار حرا میں تنہا حق کی تلاش میں گوشہ نشین رہتے۔ ہمارے اعتکاف میں بھی اسی طرح اتباع رسول ﷺ کی جھلک نظر آنی چاہیے۔ آخری عشرے میں موبائل سے تعلق توڑیں اور اللہ سے ناتہ جوڑیں۔ اس ماہ رمضان میں ہم تہیہ کرلیں کہ ہماری نمازیں، ہمارے روزے اور ہماری تلاوت صرف رسمی حد تک نہیں ہوگی۔ بلکہ خالص اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہوگی۔ ہمارا تعلق ہمیشہ کے لیے اللہ سے جڑ جائے اور پھر یہ تعلق کبھی نہ ٹوٹے۔ آمین۔

چند اہم طبی نکات!

- روزوں میں شدتِ پیاس کی اصل وجہ گرم اور خشک غذاؤں کا کثرت سے استعمال ہے۔
- ماہِ رمضان میں چاول کا استعمال کم سے کم کریں، چاول کھانے سے پیاس میں اضافہ ہو جاتا ہے۔
- افطار میں پکوڑوں، کچوریوں اور سموسوں کو تیار کرنے کے لیے سرسوں کا خالص تیل استعمال کریں۔
- افطار میں فروٹ کا استعمال کثرت سے کریں۔
- پکوڑوں وغیرہ کے ساتھ املی، آلو بخارے اور انار دانے کی چٹنی گھر میں تیار کرکے استعمال کریں۔
- حُفّاظ کرام اس ماہِ مبارک میں قبض اور گیس کی اکثر شکایت کرتے ہیں، اس کی وجہ بھی مسالا جات سے بھرپور چٹ پٹی اور مرغن غذاؤں کا استعمال ہے۔
- قبض سے نجات کے لیے روزانہ تین عدد انجیر گرم پانی میں بھگودیں اور رات سوتے وقت یہ پانی پی لیں اور انجیر کھالیں۔
- پکوڑوں، کچوریوں، سموسوں کو ایک خاص چٹنی کے ساتھ کھائیں، جو گھر میں آسانی کے ساتھ تیار کی جاسکتی ہے۔ (ترکیب اسی کالم میں ملاحظہ ہو)
- اس چٹنی کو فریج میں محفوظ کرلیں اور روزانہ افطار میں پکوڑوں اور سموسوں کے ساتھ کھائیں، افطار کا لطف بھی دوبالا ہوگا اور گیس سے بھی نجات مل جائے گی
- حفاظِ کرام افطار کے بعد کھانا نہ کھائیں تو بہتر ہے۔ اگر بھوک محسوس ہو تو تراویح کے بعد کچھ ہلکا پھلکا کھالیں۔
- افطار میں مصنوعی مشروبات استعمال کرنے سے بھی گریز کریں۔ گھر میں شربتِ بادام تیار کرلیں۔ (ترکیب اسی کالم میں ملاحظہ کیجیے)
- افطار میں یہ شربت ایک گلاس ٹھنڈے پانی میں شامل کرکے نوش کریں۔ روزے کی تھکن دور ہوگی، طبیعت ہشاش بشاش رہے گی۔
- سحری میں مسالے دار مرغن غذاؤں سے پرہیز کریں۔
- سحری میں کھجلا، پھینی اور گھی سے تیار کردہ چیزیں استعمال نہ کریں۔
- آم کا جوس تیار کرکے اس میں تخم بالنگا یا تخم ریحان شامل کرکے افطار میں پیا جائے۔
- فالسے اور لیموں کا شربت بھی روزے کی گرمی کو تسکین پہنچاتا ہے۔
- افطار میں تربوز کا استعمال کرنا چاہیے، اس سے پیاس بھی بجھ جاتی ہے اور پانی کی کمی بھی پوری ہو جاتی ہے۔
- بعض لوگ افطار کے وقت بھی کھاتے ہیں، مغرب پڑھ کے پھر کھاتے ہیں، تراویح کے بعد بھی سونے تک کھاتے رہتے ہیں سحری بھی خوب ڈٹ کر کھاتے ہیں اور فجر پڑھتے ہی سو جاتے ہیں۔ اب معدہ بے چارہ کرے تو کیا کرے۔
- غذا ہمیشہ متوازن اور ملی جلی کھانی چاہیے، ایک ہی چیز بہت دنوں تک کھانے یا صرف پسندیدہ چیزیں کھانے سے ہاضمے کا نظام بگڑ جاتا ہے۔
- گرمی کے روزے میں پیاس زیادہ لگتی ہے، افطار کے وقت ٹھنڈے مشروبات سے پیٹ پھول جاتا ہے اور غذا نہیں کھائی جاتی۔ اس سے بچنے کے لیے چند کھجوریں گٹھلی نکال کر آدھے گھنٹا تھوڑے سے دہی میں ملا کر رکھ لیں اور شکر ملائے بغیر اس کی لسی افطار کے بعد پی لی جائے۔ اور پھر فروٹ چاٹ کھائیں، مگر اس میں کھٹاس نہ ہو۔
- یخ ٹھنڈا شربت پینے سے بدن میں درد بھی ہوتا ہے اور بلغم کی افزائش بھی بڑھتی ہے، حفاظ کرام کو خاص احتیاط کرنی چاہیے۔
- روغنی، تلی ہوئی اور بیسن سے بنی چیزیں پیٹ میں ریاح بڑھاتی ہیں، معدے اور جگر میں گرمی پیدا کرتی ہیں۔

خوش ذائقہ چٹنی خود تیار کیجیے

سونف پچاس گرام۔ زیرہ سفید، پچاس گرام۔ اجوائن دیسی، دس گرام، انار دانہ، دس گرام۔ پودینہ تازہ۔ بیس گرام، آم کی کچی کیری، حسب ضرورت شامل کرلیں اور نمک سیاہ، پانچ گرام۔ ذائقے کے لیے ایک دوہری مرچ کا بھی اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

فرحت بخش شربتِ بادام بنانے کی ترکیب

ایک پاؤ اعلیٰ قسم کے بادام لے کر نیم گرم پانی میں کچھ دیر کے لیے بھگودیں پھر باداموں کا چھلکا الگ کرکے بادام پیس کر محفوظ کرلیں۔ پھر تین لیٹر عرق گلاب اور ایک لیٹر عرق بید مشک میں تقریباً ڈیڑھ پاؤ چینی شامل کرکے چولہے پر پکا کر قوام تیار کرلیں۔ ٹھنڈا ہونے پر پسے ہوئے بادام اس میں شامل کرلیں اور تولہ بھر چھوٹی الائچی کے دانے پیس کر اوپر سے چھڑک لیں۔ زیادہ پُرلطف اور مفید بنانے کے لیے تھوڑی سی مقدار میں تخم بالنگا بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔

NEW
Zaiby Jewellers
CLIFTON
A trusted name in jewellery since 1974
رمضان مبارک
Jewelry
for your jewels of life
021 35835455, 35835488
S-11, Yousuf Grand Square, Block 8, Clifton, Karachi
newzaibyjewellers

رمضان کی رونق

بنتِ عبدالرحمن

ردا، ثنا اور وفا کالج کے لان میں بیٹھی سموسوں سے انصاف کر رہی تھیں کہ عائشہ اُن کی طرف آتی نظر آئی۔

''السلام علیکم دوستو!'' عائشہ نے اُن کے قریب آتے ہی سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔ سناؤ کیسی ہو؟''

''الحمد للہ! دوستو! ان چھٹیوں میں کیا کیا کرنے کا سوچا ہے؟؟''

ردا کہنے لگی: ''میں نے تو ڈٹ کے سونا ہے، بہت نیند جمع ہے، نیند پوری کروں گی۔''

ثنا نے کہا: ''اور میں پارلر جوائن کروں گی۔''

''میں اپنی شاپنگ مکمل کروں گی۔'' وفا بولی

اب سب کی نظر عائشہ پر تھی کہ عائشہ کیا کہتی ہے؟ عائشہ نے کہا: ''دوستو! ان چھٹیوں میں رمضان المبارک بھی آرہا ہے۔ ان میں آپ لوگ کیا کریں گی؟'' عائشہ نے اپنا بتانے کی بجائے ایک اور سوال کر دیا۔

''بھئی اس بار تو گرمی بہت ہوگی، روزہ رکھنا ہی بہت مشکل ہے اور بھلا کیا ہو سکے گا۔'' یہ ردا تھی۔

''رمضان میں مجھے تو ختم تراویح میں بہت بڑا مزہ آتا ہے۔'' وفا کہنے لگی۔

ثنا بولی: ''مجھے افطار پارٹیوں میں شریک ہونا بہت اچھا لگتا ہے۔ بتاؤ تم میں سے کون کون مجھے افطار کروائے گا۔''

''ارے عائشہ! تم بھی تو حافظہ ہو نا تم تراویح نہیں پڑھاتیں، ہمیں اپنی تراویح میں بھی شامل ہونے سے محروم رکھتی ہو اور بڑی دعوت سے بھی'' وفا نے شکوہ کیا۔

عائشہ مسکرا کر بولی: ''میری پیاری دوستو مجھے کچھ باتیں کرنی تھیں۔ شکر ہے تم نے خود ہی موضوع چھیڑ دیا۔ مجھے بتاؤ رمضان کس کے لیے خاص ہے؟''

''رمضان کی تو رونق ہی تراویح اور ختم پر بڑی بڑی تقریبات سے ہے۔'' وفا نے جواب دیا۔ ثنا کے مطابق رمضان کی رونق سحری افطاری سے تھی۔ جب کہ ردا نے کہا: ''قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے۔''

عائشہ کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہ دیکھ کر تینوں نے کہا: ''عائشہ! تم بتاؤ کیا کرو گی اور رمضان کس لیے خاص ہے؟'' عائشہ بولی: ''میں کل نبیلہ باجی کے بیان میں گئی تھی جو ہر پیر کو درس دیتی ہیں۔ ان کا درس سن کر میں یہ سمجھی ہوں کہ: رمضان کی اصل رونق تو روٹھے رب کو منانے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضی والے سارے کاموں سے توبہ کرنے میں ہے۔ رمضان اللہ سے محبت بڑھانے کا مہینا ہے۔ آج ہماری یہ عادت بن گئی ہے کہ گرمی کا بہانہ بنا کر روزہ بھی چھوڑ دیتے ہیں اور تلاوت بھی۔۔۔ حالاں کہ رمضان اور قرآن لازم و ملزوم ہیں۔ رمضان تو در اصل تقوی کا پیغام ہوتا ہے اور تقویٰ نام ہے گناہ چھوڑنے کا۔ یہ تب چھوٹیں گے جب دل میں اللہ کی یاد ہو، اللہ کی محبت ہو حدیث شریف میں آیا ہے: انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ صحیح ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ ٹکڑا خراب ہو جائے تو سارے جسم میں فساد ہو جاتا ہے اور وہ ٹکڑا ''دل'' ہے۔

ماہِ رمضان، ایمان تقویٰ اور دل بنانے کے لیے آتا ہے اور ہم اُسے فضول شامل میں گنوا دیتے ہیں اور اگر ہم نیک اعمال کی کثرت کرتے بھی ہیں تو پھر عیب جوئی، غیبت، طعنہ زنی کر کے اعمال کا ثواب ضائع کر دیتے ہیں۔ اس لیے میری بہنو! جب پتا ہے زندگی کا کوئی بھروسا نہیں تو کیوں نہ اس رمضان کو پچھلے تمام رمضانوں سے بہترین بنائیں، اس میں نیک اعمال کریں، گناہوں سے توبہ کریں۔ تا کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے، اسی میں ہماری کامیابی ہے۔'' ردا، وفا اور ثنا تینوں نے عائشہ سے وعدہ کیا کہ رمضان کو اسی طرح گزاریں گی اور شیطان کو خوش ہونے کا موقع دے کر اللہ کو ناراض نہیں کریں گی۔

اُمِ بنی آدم علیہا السلام

ندا اختر

حضرت حوا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کے لیے جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت تھیں۔ اس اوّلین انسان کی شریک حیات اور بنی نوع انسان کی ماں تھیں۔ قرآن پاک میں ان کا تذکرہ اس طرح سے موجود ہے: ”لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنائیں۔“ (الحجرات 13)

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق حضرت حوا علیہا السلام دنیا کی پہلی عورت ہوئیں، اوّل سے آج تک دنیا میں جس قدر انسان بھی پائے جاتے ہیں، وہ سب ایک باپ اور ایک ماں سے ہی پیدا ہوئے اور رہتی دنیا تک جتنی بھی نسلیں دنیا میں آئیں گی، ان سب کا سلسلہ نسب آدم اور حوا سے مل جائے گا۔ جنہیں پہلی بار باری تعالیٰ نے پیدا کیا اور ان سے کائنات کی ابتدا کی تھی لہٰذا جس طرح اس کائنات کی یا انسان کی تاریخ حضرت آدم کے بغیر ممکن ہی نہیں اسی طرح حضرت حوا کی ہستی ہے۔ اس لحاظ سے ان کے بغیر عورت کی تاریخ مرتب ہی نہیں کی جا سکتی بلکہ اگر اس ایک ہستی کی وضاحت نہ کی جائے تو لامحالہ یہ زمانہ اندھیرے میں رہ جاتا ہے جس کے بعد اور بہت سی چیزیں واضح نہیں ہو پاتیں۔

حضرت آدم نے کسی فطری تقاضے کی آرزو کی اور اس کیفیت کو انہوں نے خود محسوس کیا یا نہیں لیکن خالق کائنات جو دلوں کے حال جاننے والا ہے اس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ان کے لیے ایک ساتھی پیدا کر دی، اس لیے بھی کہ وحدہٗ لاشریک ذات بس اللہ کی ہے۔ اس نے ہر شے کا جوڑا بنایا ہے تو آدم علیہ السلام جو اس کی خاص مخلوق تھی انہیں ساتھی کی نعمت کیوں نہ عطا ہوتی۔ حضرت حوا حضرت آدم کی پسلی سے پیدا کی گئیں لہٰذا یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ وہ ان تمام اوصافِ حمیدہ کی مالک تھیں جو حضرت آدم کو عطا فرمائے گئے تھے۔ اور آدم کو باری تعالیٰ نے کیا کیا اوصاف عطا کیے تھے وہ سب ہی جانتے ہیں اور وہ خلیفۃ اللہ تھے۔

حضرت حوا دنیا کی سب سے خوب صورت عورت تھیں۔ جب اللہ نے انہیں پیدا کرنا چاہا تو فرشتوں کے آگے نور کے پردے حائل کر دیے تاکہ وہ دیکھ نہ سکیں۔

پھر حضرت حوّا پر جب آدم کی پہلی نظر پڑی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے آدم ان کا مہر ادا کرو“، پھر خود ہی ان کا مہر خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم پر درود پڑھنا مقرر فرمایا۔ چناں چہ یہ پہلا جوڑا تھا جو نکاح کے بندھن میں بندھا اور جن کا خوش نصیب مہر خاتم الانبیاء پر درود بھیجنا مقرر کیا گیا۔

بہرکیف حوا کو تخلیق کیا گیا، ان کے رہنے کے لیے جنت، کھانے کے لیے جنت کی نعمتوں میں سے جو بھی دل چاہے اور پہننے کے لیے بہشتی لباس عطا فرمایا گیا، ارشاد ہوا:

”ہم نے آدم سے کہا کہ تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور فراغت کے ساتھ جو چاہے کھاؤ مگر اس درخت کے نزدیک مت جانا ورنہ ظالموں میں شمار کیے جاؤ گے۔ آخر شیطان نے ان دونوں کو درخت کی ترغیب دے دی اور ہمارے حکم کی تعمیل سے ہٹا دیا اور انہیں اس حالت سے نکلوا کر چھوڑا، جس میں وہ تھے۔ تب ہم نے حکم دیا کہ یہاں سے اتر جاؤ اور اب تم (آدم اور شیطان) ایک دوسرے کے دشمن ہو تمہیں ایک خاص مدت تک زمین میں ٹھہرنا ہے اور وہیں گزر بسر کرنا ہے۔“ (البقرۃ)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے قدرے مختلف اور بڑے واضح انداز میں فرمایا: ”ہم نے آدم سے کہا کہ دیکھو یہ (شیطان) تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں جنت سے نکلوا دے اور تم کسی مصیبت میں پڑ جاؤ یہاں پر تو تمہیں یہ سب آسائشیں نصیب ہیں کہ نہ بھوکے رہتے ہو، نہ پیاس اور دھوپ تمہیں ستاتی ہے، لیکن شیطان نے اس کو پھسلا دیا اور کہنے لگا کہ آدم بتاؤں تمہیں وہ درخت جس سے تمہیں ابدی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہوتی ہے؟ آخر کار وہ دونوں (میاں بیوی) اس درخت کا پھل

کھا گئے اور پھر نتیجہ یہ ہوا کہ ان دونوں کے ستر ایک دوسرے پر کُھل گئے اور وہ اپنے آپ کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔"

پھر دونوں انسان جنہیں باری تعالیٰ نے عقلِ سلیم بخشی تھی، اپنی خطا کو پہچان گئے تھے بہشتی مسکن، لباس اور سب نعمتیں چھن چکی تھیں مگر ان سب کو پانے سے زیادہ انہیں مالکِ حقیقی کو منانے کی فکر تھی۔ لہٰذا ان میں سے جو جہاں تھا گریہ و توبہ کرنے لگا اس طرح بنا تخصیص جنسِ انسان کی اوّلین عبادت "استغفار" ہوئی ان کی اس وقت کی کیفیت کے لیے ارشاد ہے۔

"پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے (اپنی خطا سے توبہ کی) تب اللہ تعالیٰ نے ان کا قصور معاف کر دیا، بے شک وہ معاف کرنے والا اور صاحبِ رحم ہے۔ پھر ہم نے کہا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی تو انہیں نہ کوئی خوف ہوگا نہ وہ غم ناک ہوں گے۔" (البقرۃ:38)

ان آیاتِ ربانی سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم کو دنیا میں سزا کے طور پر نہیں بھیجا گیا بلکہ ان کی توبہ قبول کی اور زمین پر اس طرح بھیجا کہ انہیں اس خرابے کو آباد بھی کرنا تھا اور ایک خلیفہ و نائب مصلح و ہادی کے منصب کا فرض بھی ادا کرنا تھا۔

چناں چہ جب حضرت آدم جنت سے دنیا میں تشریف لائے تو رات کی تاریکی اور اندھیرا دیکھ کر رات بھر ڈرتے رہے اور خوف کی وجہ سے تمام رات روتے رہے کیوں کہ وہ تو جنت کے رہنے والے تھے انہوں نے رات اور اندھیرا کہاں دیکھا تھا جب صبح ہوئی اور رات کی تاریکی کافور ہوئی تو آپ کی وحشت دور ہوئی، چناں چہ صبح کی نماز ادا کرنے والے سب سے پہلے حضرت آدم ہوئے آپ نے اس کے شکریے میں دو رکعتیں ادا کیں۔

زمین پر حضرت آدم اور حوا کا پہلا مسکن سراندیپ اور جدہ تھا۔ اس وقت یہ دونوں بڑی مدت تک ایک دوسرے سے بے خبر توبہ و استغفار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ رحمتِ الٰہی جوش میں آئی اور اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی تب ان دونوں کی ملاقات میدان عرفات میں جبلِ رحمت کے نزدیک ہوئی۔

پس فرمانِ الٰہی کے مطابق حضرت آدم نے بارگاہِ الٰہی میں پھر سے عزت پا کر ان سب احکام کی تعمیل شروع کر دی جو زمین کو آباد کرنے کے لیے کھیتی باڑی، مویشیوں کی پرورش اور خود اپنی ضروریات کے لیے مسکن غذا اور لباس کے لیے جدوجہد تھی۔ لہٰذا حضرت جبرئیل کے ساتھ کرۂ ارض کے عین وسط میں خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی عاجزی اور ندامت کو قبول فرمایا ان کے استغفار اور عبادت کو سراہا اور انہیں ایک صالح بیٹے کی بشارت دی جو حضرت شیث تھے حضرت آدم سے مشابہ اور کرۂ ارض پر ان کے علم کے وارث اور انسانوں کو درس و ہدایت دینے والے تھے اور یہی نہیں بلکہ حضرت آدم اور حضرت حوا کے یہی فرزند تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اتنا بلند درجہ عطا کیا کہ ان ہی کی نسل میں تمام انبیاء پیدا ہوئے۔

"امی امی!! ٹیچر نے کل سے ماسک اور دستانے پہن کر آنے کی ہدایت کی ہے۔"

عفان جلدی جلدی امی کو آج کی کارگزاری سنا رہا تھا۔

عفان کی باتیں سن کر لائبہ نے تیوری چڑھائی اور بڑبڑاتے ہوئے بولی: "اللہ بھلا کرے ان چائنا والوں کا، نہ جانے کہاں سے یہ موا وائرس اٹھا لائے۔"

◆◆◆

امی میرا ماسک اور دستانے۔۔

ہاں! یہ لو بیٹا۔۔۔ لیکن صبح و شام کی خاص دعا بھی تین بار پڑھ لو۔

"بِسْمِ اللهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۔"

شاباش، میرا بیٹا! پھر لائبہ نے آیت الکرسی کا حصار کر کے عفان کو اسکول بھیجا اور خود استغفار کے ورد کے ساتھ گھر کے کام سمیٹنے لگی۔

◆◆◆

"سب بچے ہاتھ دھو کر لنچ کریں گے۔" ٹیچر نے سخت ہدایت کی۔

"ویسے بھی ہاتھ دھو کر کھانا سنت ہے" عفان نے سمیر کے کان میں سرگوشی کی۔

چلو سب بسم اللہ پڑھ لو یہ عفان کی روز کی عادت تھی، لنچ سے پہلے دوستوں کو کہنا، عفان کی بات روز اس کے دوست نظر انداز کر دیتے تھے، لیکن آج تو سب نے آواز بلند بسم اللہ پڑھا جس پر عفان کا حیرت سے منہ کھل گیا، پھر یہ سوچ کر مسکرانے لگا: "کرونا وائرس" کا خوف جو دلوں کو لگ گیا ہے

◆◆◆

"بچو! وائرس سے بچاؤ کے لیے آپ لوگ کیا عمل کر رہے ہیں؟" اسلامیات کی ٹیچر نے سوال کیا۔

"ہم ماسک اور دستانے پہن رہے ہیں۔" سب بچوں نے بیک وقت جواب دیا۔

"اور وائرس سے ڈر کس کس کو لگ رہا ہے؟" ٹیچر نے ایک اور سوال کیا۔ جس پر سب کے ہاتھ بلند ہو گئے سوائے عفان کے۔

"کیوں بھئی عفان آپ کو وائرس سے ڈر نہیں لگتا؟"

"ٹیچر! ہم سب گھر والے ہر وقت باوضو رہتے ہیں، صبح و شام کی دعائیں بہت اہتمام سے پڑھتے اور اللہ سے ہر وبا اور موذی سے پناہ کی دعا مانگتے ہیں۔ اس لیے کوئی خوف اور ڈر محسوس نہیں ہوتا۔" عفان نے اعتماد سے کہا، جس پر ٹیچر رشک سے اس کی جانب دیکھنے لگیں۔ اور سب بچوں کو ہدایت کی کہ وہ بھی عفان کی طرح عمل کریں۔

Complete Travel Solution

JUST A CALL AWAY!

TRAVEL | HAJJ/UMRAH | VISA | AIR TICKETS | HOTELING

SINDH GL: 3945 | PUNJAB GL: 7518

HEAD OFFICE

Plot 17C, Shop 4, Sunset Commercial Street 4, Phase 4, DHA - Karachi

☎ (92-21) 3539 2220-21 | 0335 828 8990

IATA

Baloch Colony
☎ 0213 437 5577
0300 231 4701

I. I. Chundrigarh
☎ 0213 243 0276
0333 453 4669

Hawks Bay
☎ 0213 235 0774
0321 389 1933

TRAVEL AGENTS TAAP ASSOCIATION OF PAKISTAN

Mirpur Khas
0333 296 9013
0321 348 2070

Khanewal
0301 411 1267
0307 230 4065

Lahore
☎ 042 3742 777
0300 488 2661

آخری عبادت

راحت عائشہ

رمضان کی آمد آمد تھی۔ سلیمہ گھر کی صفائی ستھرائی میں مشغول تھی لیکن اس کا ذہن آنے والے خرچوں کے تانے بانے سلجھانے میں لگا ہوا تھا۔ رمضان گزرنے کا تو پتا بھی نہیں چلتا عید کے کپڑے، جوتے اور دیگر لوازمات، نیز رمضان کے اضافی اخراجات محدود آمدن میں یہ سب کیسے ہوگا؟“

ایک بڑے سوالیہ نشان نے اسے پریشان کر رکھا تھا، چلو اپنا تو میں جہیز یا بری کے سوٹوں میں سے کوئی سوٹ نکال کر گزارا کرلوں گی لیکن بچوں کا کیا ہوگا۔ رمضان میں اتنے خرچے۔۔۔ اس کا دماغ چکرانے لگا۔ احمد صاحب کی واپسی پر سلیمہ نے خرچوں کی فہرست شام کی چائے کے ساتھ پیش کی۔

”احمد مجھے اندازہ ہے کہ جس تیزی سے مہنگائی بڑھ رہی ہے اس میں صرف آپ کی تنخواہ میں گزارہ ہونا مشکل ہے۔ مجھے تو کوئی اچھی جاب بھی نہیں ملے گی، بھلا انٹر پاس کو کہاں کوئی جاب دے گا؟“

”تو آپ سے کس نے جاب کا کہا؟“ احمد صاحب نے مسکرا کر دیکھا۔

”کہا تو کسی نے نہیں، میں خود ہی سوچ رہی ہوں۔“

”دیکھو سلیمہ تم جو رمضان کے خرچے کا سوچ رہی ہو اس میں کیا ضروری ہے کہ ہم لمبے

چوڑے دستر خوان سجائیں، یہ تو عبادت کا مہینا ہوتا ہے۔“

”اچھا آپ چائے پیجیے، اللہ مسبّب الاسباب ہے۔“ سلیمہ نے احمد صاحب کی بات کاٹتے ہوئے چائے کا کپ آگے بڑھایا۔ احمد صاحب نے ایک نظر سلیمہ کو دیکھا اور پھر چائے پینے لگے۔

دونوں کے درمیان ہمیشہ بحث کا آغاز یہیں سے ہوتا تھا۔ سلیمہ ہی قائل ہوتی تھی نہ ہی احمد صاحب سلیمہ کا موقف درست مانتے تھے۔

سلیمہ کا موقف تھا کہ رمضان سال میں ایک مرتبہ آتا ہے، بچے روزہ رکھتے ہیں ان کے لیے مزے دار اور نت نئے کھانے بنانا ضروری ہے، بھلا وہ بھی کوئی افطاری کا دستر خوان ہوتا ہے جس میں فروٹ چاٹ، پکوڑے، دہی بڑے اور چنے وغیرہ نہ ہوں، اگرچہ وہ اس سارے کام میں رات تک اتنا تھک جاتی تھی کہ عشاء کے ساتھ تراویح پڑھنا ایک پہاڑ معلوم ہونے لگتا تھا، لیکن سلیمہ بچوں کی خوشی کے لیے روزانہ کسی نہ کسی طرح یہ سارے کام کر ہی لیا کرتی تھی۔

احمد صاحب رمضان میں کم کھانے اور زیادہ عبادت کے قائل تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ مہینا اصل میں عبادت کا ہوتا ہے، اس میں کھانے پینے کے لیے اتنے اہتمام کی بھلا کیا ضرورت رمضان کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً یہ چیزیں بنائی ہی جا سکتی ہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ رمضان کے روزوں کی طرح ہم نے دستر خوان پر کچھ چیزیں لازم کر دی ہیں، سب کھائی جاتی ہیں نہ کھائی جا سکتی ہیں، بچوں پہ بھی زبردستی کرنا پڑتی ہے پھر بھی کچھ چیزیں اگلے دن کسی فقیر کو دینی پڑتی ہیں تو کیوں نہ اتنا اہتمام کیا ہی نہ جائے۔

◆◆◆

آج پہلا روزہ تھا۔ سلیمہ نے سحری کے بعد بڑے خشوع و خضوع سے دعا مانگی۔ افطار کی تیاری کے لیے وہ عموماً فجر کے بعد ہی چھولے سادہ پانی میں بھگو دیتی تھی لیکن آج کچھ سوچ کر اس نے چھولوں کا پیکٹ دوبارہ اپنی جگہ پر رکھ دیا۔

بچے فجر پڑھنے کے بعد قرآن کی تلاوت میں مشغول تھے، اس نے کھڑکی سے باہر جھانکا۔ شفق سے ہلکی ہلکی سی روشنی پھوٹ رہی تھی، چڑیوں کے چہچہانے کی آوازیں کانوں میں رس گھول رہی تھیں لیکن سڑک پر چھائے سناٹے نے اس کا دل ہولا دیا۔ ”ویسے بھی کون سا اس وقت ہی چہل پہل ہو جاتی تھی، یہ تو وقت ہی سناٹے کا ہے۔“ اس نے سوچا۔

لیکن یہ سنّاٹا صبح دس بجے بھی ویسے ہی بدستور قائم تھا، سامنے بلڈنگ میں تین دن پہلے وبائی مرض کا ایک شکار موت کے ہاتھوں اپنی جان اس کے سپرد کر چکا تھا۔ گلیوں اور سڑکوں پر غیر ضروری چلنے پھرنے کی ممانعت تھی۔ دکانوں پر اشیاءِ خورونوش تیزی سے کم پڑتی جا رہی تھیں۔ رمضان میں جہاں اللہ تعالیٰ انسان کو بھوک سے لڑنے کی صلاحیت دیتے ہیں، وہیں اس کے دل میں اپنے بھائیوں کے لیے محبت کے جذبات بھی پیدا کر دیتے ہیں۔ اس گھڑی جب وبائی مرض دنیا کے تیس سے زیادہ ممالک میں اپنے پنجے گاڑ چکا تھا بہت سے لوگ طلب نہ ہونے کے باوجود ضرورت سے زیادہ ذخیرہ اندوزی کر چکے تھے تب سلیمہ نے اپنے بچوں کے ساتھ مل کر ایک قدم اٹھایا۔

یہ پہلا رمضان تھا جب ان کے گھر کھانے میں صرف ایک ڈش بنائی جاتی لیکن یہ کافی مقدار میں ہوتی تھی، سلیمہ اور بچے مل کر اس کھانے کو تھیلیوں میں پیک کرتے اور افطار سے آدھا گھنٹا قبل احمد صاحب وہ کھانا ان ضرورت مندوں کے گھر پہنچا دیتے جو وبائی مرض کا شکار تھے یا نادار تھے۔

رمضان گزرنے کا تو پتا ہی نہیں چلا لیکن سلیمہ کو محسوس ہو رہا تھا جیسے یہی رمضان اس کی زندگی کا اصل رمضان تھا۔ وہ یہ بھی سوچ رہی تھی کہ عبادت کا اصل مزہ تب ہی ہے جب اسے آخری موقع سمجھ کر کیا جائے۔

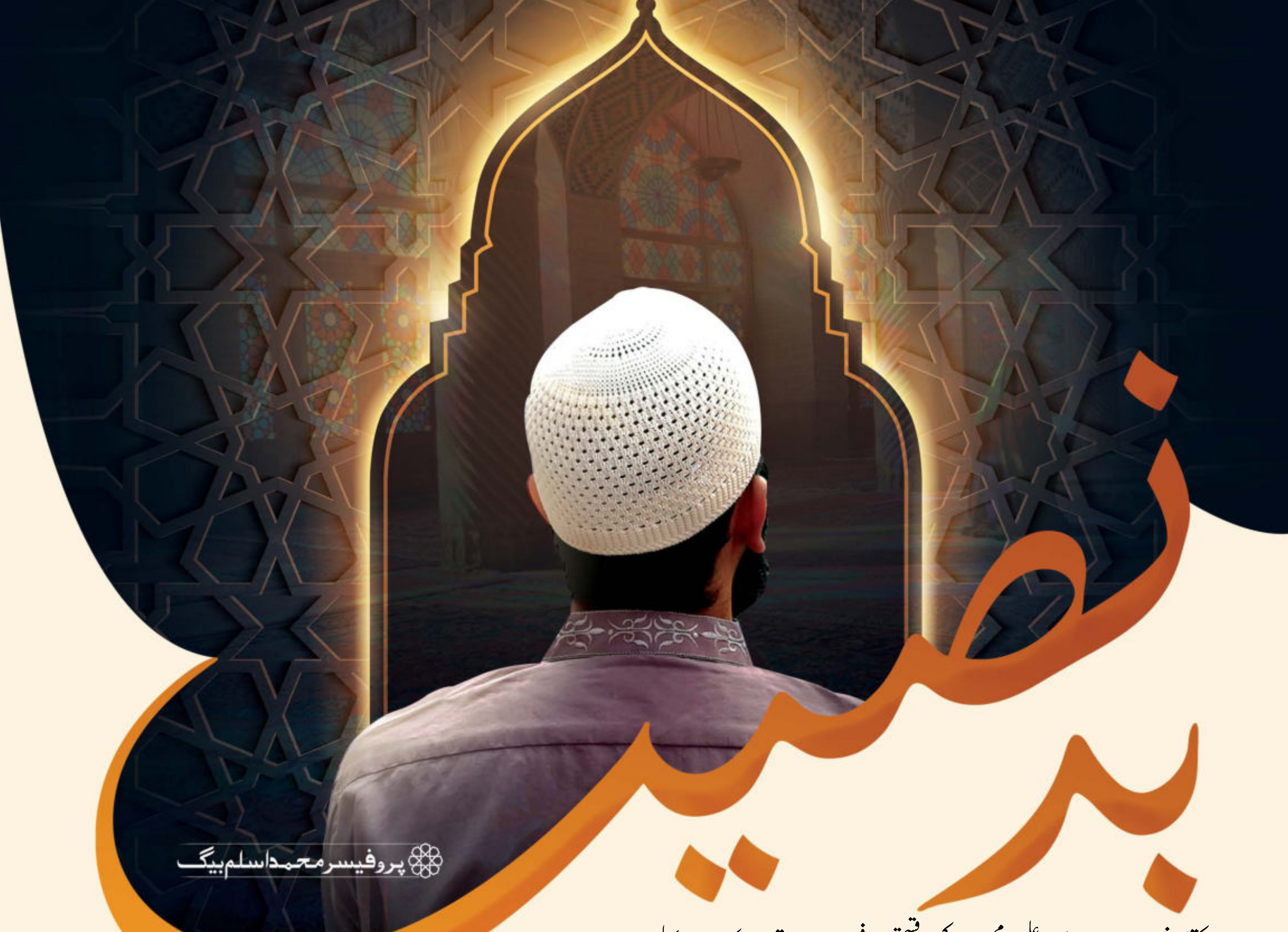

بدنصیب

پروفیسر محمد اسلم بیگ

کتنا بدنصیب ہے یہ طالب علم! مجھے اس کی بد قسمتی پر افسوس ہو رہا تھا جب کہ دو ماہ پہلے جب میں اُس کا پرچہ جانچ رہا تھا تو مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ کسی طالب علم کا پرچہ ہو سکتا ہے۔ ہر سوال کا اتنا شاندار جواب کہ خود میرے علم میں کئی باتوں کا اضافہ ہوا۔ کوشش کے باوجود میں اُس کے کسی سوال میں سے بھی ایک سے زیادہ نمبر نہ کاٹ سکا۔ اس قسم کے پرچے کبھی کبھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ یہ امیدوار امتحان میں پہلی پانچ میں سے کوئی ایک پوزیشن ضرور لے گا۔

اور آج مجھے اس کی بد قسمتی پر افسوس ہو رہا تھا۔ آج مجھے یہ یقین نہیں آرہا تھا کہ پوزیشن تو دور کی بات، وہ کامیاب بھی نہیں ہو سکا۔ میں کچھ دیر سکتے میں رہا۔ اور پھر میرا ہاتھ خود بخود فون کی طرف بڑھا اور میں نے کنٹرولر امتحانات کا نمبر ملا دیا۔ میرے اُن سے دیرینہ سرکاری روابط اب ذاتی تعلق خاطر میں تبدیل ہو چکے تھے۔ میں نے اُن سے اس امیدوار کے نتیجے کی تفصیل فراہم کرنے کی درخواست کی۔

اگلے روز مجھے اُس کا تفصیلی نتیجہ ملا تو مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ چار پرچوں میں وہ 90 سے 95 فی صد نمبر لے کر کامیاب ہوا ہے اور باقی چار پرچوں میں غیر حاضر ہے۔ تاسف اور تشویش کے ملے جلے جذبات کے ساتھ میں سوچ میں پڑ گیا کہ ایسی کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ چار پرچے دے ہی نہیں سکا۔ وہ کسی حادثے سے دوچار ہو گیا؟ اچانک شدید بیمار ہو گیا؟ گھر میں کوئی عزیز فوت ہو گیا؟ طرح طرح کے خیالات خدشات کی صورت اختیار کر رہے تھے۔

لیکن کیا صرف سوچتے رہنے سے بات بنے گی؟ جب تک اُس سے براہ راست رابطہ یا بالمشافہہ ملاقات نہیں ہو گی، وجہ معلوم نہیں ہو سکے گی۔ ایک بار پھر کنٹرولر صاحب کو زحمت دینا پڑی۔

”آپ اُس کے نتیجے پر اتنے فکر مند کیوں لگ رہے ہیں؟ اس طرح کے کیس تو عموماً ہوتے رہتے ہیں۔“ کنٹرولر صاحب نے مجھے تسلی دی۔

”لیکن چودھری صاحب! ایک پوزیشن ہولڈر طالب علم فیل کیسے ہو گیا؟ ضرور کوئی خاص اور اہم بات ہو گی۔ میں وہی معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“ میرا تجسّس مجھے اصرار پر مجبور کر رہا تھا۔ ”چلیے ٹھیک ہے پروفیسر صاحب! میں اُس کے گھر کا پتا آپ کو بھیج دیتا ہوں تاکہ آپ کے تجسّس کو تسکین ملے۔“

اور جب میں اُسے ملا تو اُس کی شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ چمکتا چہرہ، کشادہ پیشانی، روشن آنکھیں، باوقار گفتگو، سر پر عمامہ، مجسم شرافت!

”اشرف بیٹا! تم نے چار مضامین کا امتحان کیوں نہ دیا؟“ نوجوان کا نام بھی شرافت سے بھرپور تھا۔ ”اللہ کو یہی منظور تھا سر!“ اُس نے مختصر جواب دیا۔

”ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کی منظوری کے بغیر تو کوئی کام بھی نہیں ہو سکتا لیکن جب تم چار پرچوں میں بیٹھے تو باقی چار میں کیوں نہیں؟ آخر کوئی تو وجہ ہو گی۔“

”سر! کیا آپ صرف یہی معلوم کرنے اتنی دور سے یہاں آئے ہیں؟ آپ کو تو اس سے

کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ پھر آپ نے اتنی زحمت کیوں فرمائی؟'' اُس کے لہجے میں حیرت اور ہمدردی تھی۔

''بیٹا! تمہارے چار مضامین کا شاندار نتیجہ مجھے تمہارے پاس کھینچ لایا ہے۔ تمہیں پتا ہے، اگر تم باقی چاروں کا امتحان بھی دے دیتے تو تمہاری کوئی پوزیشن آسکتی تھی؟''

''ہاں سر! ہو سکتا ہے۔'' ''تو پھر کوئی حادثہ تمہاری اس غیر حاضری کی وجہ بنا؟''

''یہ غیر حاضری کسی حادثے یا کسی بھی ناخوش گوار واقعے کی وجہ سے نہیں ہوئی سر! میں باقی پرچے ضمنی امتحان میں یا پھر اگلے سال دے دوں گا۔''

تمہارے جواب سے میری تشویش ضرور کم ہوئی ہے لیکن میرے سوال کا مجھے جواب نہیں ملا۔ شاید تم مجھے اس کی وجہ بتانے کے قابل نہیں سمجھتے!''

''سر! آپ میرے سر آنکھوں پر، آپ میرے لیے بہت قابلِ احترام ہیں اور مجھے آپ کی دعاؤں کی بہت ضرورت ہے۔ بس سمجھ لیں کہ میں وجہ بتانے سے معذور ہوں۔''

اب مزید کوشش بے سود تھی۔ میں نے اس کا کاندھا تھپتھپا کر اجازت لی۔

اگر واپس آتے ہوئے اُس کے والد سے اچانک ملاقات نہ ہوتی تو نہ اس راز سے پردہ اُٹھتا اور نہ یہ کہانی آگے بڑھتی۔ انہوں نے مجھے گھر سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

''محترم! آپ کو مجھ سے تو کوئی کام نہیں ہے؟'' وہ مجھے دیکھ کر رک گئے تھے۔

''نہیں جناب! میں اشرف سے ملنے آیا تھا۔''

''اشرف ماشاء اللہ میرا بیٹا ہے۔ میں اس ساتھ والی چھوٹی مسجد میں امام ہوں۔ میرے بیٹے سے آپ کی ملاقات ہوئی؟''

اور جب بات سے بات نکلی تو انہوں نے نہایت سادگی سے وہ سب کچھ بتا دیا جو اُن کا بیٹا نہیں بتانا چاہتا تھا۔ اُن کا حافظ قرآن بیٹا گزشتہ چار سال سے مسلسل رمضان المبارک میں قرآن سنا رہا تھا۔ اس سال اُس کا بی اے کا امتحان تھا۔ ابھی چار پرچے دیے تھے کہ مبارک مہینا شروع ہو گیا۔ اُس نے قرآن سنانے کو امتحان پر ترجیح دی اور باقی چار پرچے چھوڑ دیے۔ دوستوں کے سمجھانے پر اُس کا یہی جواب ہوتا: ''امتحان تو بعد میں بھی دیا جا سکتا ہے لیکن اس سال کا رمضان دوبارہ نہیں آئے گا۔''

میں یہ بات سن کر ششدر رہ گیا۔ واپسی میں راستے بھر میں سوچتا رہا،

ایسی چنگاری بھی یا رب اپنے خاکستر میں ہے!

کہانی یہیں ختم نہیں ہوئی۔ دو دن بعد کنٹرولر صاحب کا فون آگیا۔ وہ آئندہ سالانہ امتحانات کے لیے پرچہ سازوں (Paper Setters) کے نام فائنل کر رہے تھے۔ اس کے لیے وہ میری رضامندی بھی لینا چاہتے تھے۔ وہ فون بند کرتے کرتے رُک گئے۔

''اور ہاں پروفیسر صاحب! اُس طالب علم سے آپ کی ملاقات ہوئی؟ کیا پتا چلا؟''

اور جب میں نے انہیں تفصیل بتائی تو اب حیران اور ششدر رہنے کی اُن کی باری تھی۔

تھوڑی دیر کچھ سوچتے رہے۔ پھر بولے: ''نوجوان کا اخلاق کیسا تھا؟''

''ماشاء اللہ! بہت مؤدب اور خوش اخلاق!''

کنٹرولر صاحب نے یہ سن کر پھر توقف کیا اور ٹھہرے ٹھہرے انداز میں بولے:

''پروفیسر صاحب! کیا آپ کی کوئی بیٹی شادی کی عمر کو پہنچ چکی ہے؟''

''نہیں جناب، الحمد للہ! اللہ رب العزت نے مجھے اس ذمے داری سے سبک دوش کر دیا ہے۔ لیکن اگر کوئی بیٹی اس قابل ہوتی تو اس کے لیے اس سے اچھا رشتہ نہ ملتا۔''

''تو پھر میری بیٹی کو اپنی بیٹی سمجھیے۔'' اُن کا انداز دھیما ہو گیا تھا۔

''ٹھیک ہے چودھری صاحب! میں سمجھ گیا ہوں۔ آپ فکر نہ کریں اب یہ میری ذمے داری ہے۔''

''پروفیسر صاحب! آپ سے میرے تعلقات اب اس مقام تک پہنچ چکے ہیں کہ کوئی بات آپ سے چھپانا مناسب نہیں ہے۔ میری ایک ہی بیٹی ہے اور مجھے بہت پیاری ہے۔ اللہ کا دیا بہت کچھ ہے۔ زمینوں کی اچھی خاصی آمدن ہے۔ مجھے کسی ایسے لڑکے کی تلاش تھی جو نیک ہو اور اُسے کوئی لالچ نہ ہو۔ اس نوجوان میں مجھے یہ خوبیاں نظر آرہی ہیں۔''

''جی بالکل ایسا ہی ہے چودھری صاحب! میں ان شاء اللہ اس سلسلے میں آپ سے چند دنوں بعد رابطہ کروں گا۔''

◆◆◆

میں کنٹرولر صاحب کے گھر اُن کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا تھا۔ اُن کے گھر آنے کا یہ پہلا موقع تھا ورنہ اُن سے ملاقات فون پر یا اُن کے دفتر میں ہوتی تھی۔

''میں پہلے دو ضروری معلومات آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ پہلی تو یہ کہ اشرف ایک چھوٹی سی مسجد کے امام کا بیٹا ہے اور دوسری یہ کہ جس گھر میں وہ رہ رہا ہے وہ مشکل سے آپ کے اس ڈرائنگ روم کے برابر ہوگا۔ پہلے ان دو باتوں پر اچھی طرح غور کر لیں۔ اس کے بعد آپ اگر مناسب سمجھیں تو میں آگے کچھ کہوں۔''

''جی ضرور کہیے! میرے نزدیک ان چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں۔''

''شکریہ! تو پھر سنیے کہ اشرف کے والد صاحب نے اُس کی جو خواہشات بتائی ہیں اُن میں سے پہلی یہ ہے کہ اس کی بیوی شرعی پردہ کرتی ہو، دوسری یہ کہ ٹیلی وژن نہ دیکھتی ہو اور تیسری یہ کہ وہ بنیادی طور پر دینی علوم کا طالب ہے اور مزید یہی تعلیم جاری رکھنا چاہتا ہے۔ عصری تعلیم محض ڈگری کے حصول اور بہتر ملازمت کے لیے حاصل کر رہا ہے۔''

''مزید کوئی بات۔۔۔؟'' کنٹرولر صاحب کے چہرے پر اطمینان تھا۔

''جی ہاں! اشرف سے میری براہِ راست جو بات چیت ہوئی ہے اس میں اُس نے شادی کے بعد بھی اپنے والدین کے ساتھ ہی رہنے کا عزم ظاہر کیا ہے۔''

''پروفیسر صاحب! الحمد للہ میری بیٹی پہلی دو باتوں پر پہلے سے ہی عمل پیرا ہے۔ تیسری بات پر بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اور آخری بات بھی نہایت معقول اور سعادت مندی کی دلیل ہے۔ جو نوجوان اللہ کے کلام اور اپنے والدین سے اتنی محبت کرتا ہے وہ کل اپنی بیوی سے بھی وفا کرے گا۔ ان شاء اللہ! مجھے اپنے لیے ایسے ہی داماد کی ضرورت تھی۔''

''ماشاء اللہ چودھری صاحب! سرکاری اور پیشہ ورانہ معاملات میں تو آپ کی دیانت داری کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے لیکن آج پتا چلا کہ آپ نجی معاملات میں بھی قابلِ تقلید مثال ہیں۔ جس کسی نے آپ کو کنٹرولر امتحانات جیسے عہدے کے لیے منتخب کیا، اُس کا انتخاب بھی باکمال تھا اور آج جب آپ نے اپنے لیے داماد منتخب کیا ہے تو آپ کا انتخاب بھی لاجواب ہے۔'' میں اپنے دلی جذبات زبان پر لائے بغیر نہ رہ سکا۔

''پروفیسر صاحب! غیر حاضری کی وجہ معلوم کرنے کا آپ کا تجسس کوئی کم بابرکت نہیں نکلا، جس نے ہمیں اشرف جیسے صالح نوجوان تک پہنچا دیا۔'' کنٹرولر صاحب کی بھرپور مسکراہٹ نے محفل کی سنجیدگی کو خوش گوار ماحول میں تبدیل کر دیا۔

''آپ میری طرف سے اشرف کے والدین کو دعوت دے دیں کہ وہ اپنی سہولت کے مطابق کسی دن ہمارے گھر تشریف لائیں اور پروفیسر صاحب! آپ دعا کریں کہ ہم لوگ بھی انہیں پسند آجائیں۔''

◆◆◆

آج جب مجھے اس صالح نوجوان کے نکاح کی تقریب میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے تو میں دل ہی دل میں سوچ رہا ہوں: کل میں اس کی بدنصیبی پر افسوس کر رہا تھا۔ اور آج۔۔۔! آج مجھے اس کی خوش نصیبی پر رشک آرہا ہے۔

The Burger Shack

UAN 111-827-827 THEBURGERSHACK.PK

نیا سفر

سمیعہ گل شمیم

''یہ کیا تم نے صبح سے دکھی آتما والا ماحول بنا رکھا ہے؟'' زارا نے اپنی بہن کو ٹوکا، وہ نوٹ کر رہی تھی کہ صبح سے یہ اداسی بھری غزلیں سنے جا رہی ہے۔ ''بس آپی کیا بتاؤں دل بہت اداس ہے۔'' ردا نے آہ بھرتے ہوئے جواب دیا۔

''تو غزلیں سننے سے اداسی بھاگ جائے گی کیا؟''

''اور کیا آپی تمہیں نہیں معلوم؟ موسیقی روح کی غذا ہے۔'' چھوٹی نے اپنی چھوٹی سوچ کے مطابق جواب دیا۔

''جی بالکل روح کی غذا اور جہنّم کی ہوا۔'' زارا نے بھی برابر سے جواب دیا۔

''اوہ پلیز آپی اب اپنا لیکچر نہ شروع کر دینا۔'' چھوٹی نے چڑ کر کہا۔

''لیکچر کی بات نہیں ہے ردا، میرا کہنا تو بس اتنا ہے کہ اگر دن میں آدھا گھنٹا نکال کر قرآن بھی پڑھ لو تو حرج ہی کیا ہے؟''

''آپی آپ کو تو پتا ہی ہے میری روٹین کتنی ٹف ہے۔ بھلا کہاں سے وقت نکالوں۔'' چھوٹی نے چھوٹا بہانہ پیش کیا۔ زارا مسکرائی۔ ''واقعی اللہ ہم کو ہم سے زیادہ جانتا ہے، تبھی تو اسے یہ بھی معلوم ہے کہ ہم بہت مصروف لوگ ہیں۔ سو، اس نے حل بھی بتا دیا۔'' زارا نے اسے تجسّس میں ڈالا۔ ''اچھا؟ کیا حل بتایا؟'' چھوٹی نے سوال کیا۔

''سورۃ مزمّل کی ساتویں آیت میں اللہ نے کہا ہے: **دن میں تو تمہیں بہت سے کام ہوتے ہیں** (سورات کو قرآن پڑھ لیا کرو۔)۔'' چھوٹی سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو اسے گھورا۔

''دیکھو میں نے کچھ نہیں کہا، اللہ کہہ رہا ہے۔'' زارا نے مسکرا کر اس کے گھورنے پر جواب دیا۔ ''لیکن آپی میں سارے دن کی تھکی بھلا رات میں قرآن کیسے پڑھ سکتی ہوں۔'' چھوٹی نے ایک اور بہانہ تراشا۔ زارا مسکرائی: ''صبح تو فریش ہوتی ہو ناں! دیکھو اللہ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت 78 میں کیا کہہ رہا ہے۔ اور **صبح کے وقت قرآن پڑھا کرو کیوں کہ صبح کا وقت فرشتوں کی حاضری کا وقت ہے۔**'' ردا ایک بار پھر لاجواب سی ہوئی۔ تب زارا نے اسے پیار سے سمجھایا: ''میری لاڈلی بہن میری باتوں کو دل سے سمجھو تمہیں ہر وقت یہ فکر رہتی ہے ناں کہ تمہاری دوستیں، ماں باپ، میں ہم سب تم سے پیار کرنے والے تم سے کیا چاہتے ہیں اور تم ویسا کرنے کی کوشش بھی کرتی ہو کیوں کہ تم بہت اچھی ہو، مگر یہ بھی تو سوچو ان سارے رشتوں سے زیادہ محبت کرنے والا ہمارا اللہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟ اللہ نے زندگی کا سکون حاصل کرنے کے لیے 23 سال کے عرصے میں اتنی بہترین کتاب نازل کی۔ ہم اس کو نہ پڑھیں تو کیا یہ زیادتی نہیں ہو گی؟ اور سب سے بڑی بے وقوفی تو یہ کہ زیادتی بھی خود اپنے ساتھ۔ ایک ردا اگر قرآن نہ پڑھے تو اللہ کی شان میں کیا کمی آ سکتی ہے؟ وہ تو بے نیاز ہے اسے ہماری عبادتوں کی ضرورت نہیں ہے یہ تو ہم اپنی عافیت کے لیے کر رہے ہیں جو کچھ کرتے ہیں۔ میری بہن تمہیں قائد کے چودہ نکات یاد ہیں تمہیں میتھس کے فارمولے یاد ہیں تمہیں کیمسٹری کے نیومیر کلز آتے ہیں، کیا تمہیں قرآن کے پانچ فقط پانچ حقوق یاد ہیں؟'' ردا کا سر ظاہر ہے نفی میں ہلا تھا۔

''تمھی بتاؤ قرآن بروزِ محشر تمہارے حق میں کیسے گواہی دے گا؟ تمہیں معلوم ہونا چاہیے سورۃ بقرۃ سورۃ آلِ عمران اپنے پڑھنے والوں کی گواہی دیں گی۔ کیا وہ گواہی تمہیں اپنے حق میں نہیں درکار؟ تم بڑے بڑے نوٹس یاد کرتی ہو، فقط امتحان پاس کرنے کے علاوہ ان میں کیا فائدہ ہے۔ اگر تم قرآن سے لاتعلق ہو تو تمہارا دل ویران گھر کی طرح ہے۔ اور یہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے: **جس کے دل میں قرآن کا کچھ حصّہ بھی نہیں اس کا دل ویران گھر کی مانند ہے۔** قرآن کا ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیاں اللہ تمہیں دے رہا ہے یعنی فقط الم پڑھنے پر تیس نیکیاں۔ دیکھو اللہ کتنا نواز رہا ہے قرآن پڑھنے والوں پر۔ میری جان یہ قرآن کا ہی جادو تھا جو عمر بن خطاب کو عمر فاروقؓ بنا گیا۔ یہ قرآن کی تلاوت ہی کا اثر تھا جس نے نجاشی کے دل میں مسلمانوں کے لیے نرم گوشہ پیدا کیا۔ یہ قرآن ہی کی حلاوت تھی جسے سن کر جنّات کی جماعت ایمان لے آئی۔ جس روشنی نے غارِ حرا میں جنم لیا اس نے ساری دنیا کا پانسا ہی پلٹ دیا۔ اس قرآن نے لوگوں کی زندگیاں بدل دیں۔ اور مسلمانوں کی موجودہ پستی کا سبب ہی یہی ہے کہ جس قرآن کو تھام کر عرب کے بدّو بقیہ ص 37 پر

آخری خواہش

عرفان رامے

رستم بہت مطمئن دکھائی دے رہا تھا۔ ریٹائرمنٹ سے قبل آج وہ اپنا آخری فرض نبھانے کے لیے سینٹرل جیل پہنچ چکا تھا۔ وہ محکمہ پولیس میں ملازمت کرتا تھا اور ایک سرکاری جلاد تھا۔ اپنی پچیس سالہ ملازمت کے دوران اُس نے ایک ہزار کے لگ بھگ مجرموں کو پھانسی دی تھی۔

وہ جانتا تھا کہ عام لوگ اُس سے خوف زدہ رہتے تھے۔ لفظ جلاد سنتے ہی وہ یوں بدک جاتے تھے جیسے رستم انھیں بھی موت کی نیند سلانے والا ہو۔ لوگوں کے نزدیک وہ ایک نہایت سفاک انسان تھا۔ لیکن سچ یہی تھا کہ وہ صرف سرکاری احکام کی پیروی کرتا تھا۔

''کیسے ہو رستم۔۔۔؟'' جیلر کے دفتر سے باہر آنے والے ایک حوالدار نے اُسے روک لیا تھا۔

''ٹھیک ہوں جناب۔'' رستم نے خوش دلی سے جواب دیا۔

''سُنا ہے آج تم اپنے آخری شکار کو سولی چڑھانے والے ہو۔'' وہ بھی مسکرا دیا۔

''میری کسی سے کیا دشمنی حوالدار صاحب۔ وہ میرا شکار نہیں ہے۔۔۔۔ خدا گواہ ہے کہ مجھے کبھی کسی مجرم کو پھانسی دیتے ہوئے خوشی نہیں ہوئی۔ یقین کریں میں تو ہمیشہ کانپ سا جاتا ہوں لیور کھینچتے ہوئے، اور دُعا کرتا ہوں کہ اُوپر والا کبھی کسی انسان کے انجام کو اتنا عبرت ناک نہ بنائے۔''

''ٹھیک کہہ رہے ہو تم۔۔۔ لیکن یاد رہے گزشتہ واقعہ مت دہرانا۔۔۔ جانتے ہو نا کتنی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا تھا پچھلی بار۔۔۔۔ اور انکوائری الگ سے ہوئی تھی۔'' حوالدار نے دبے لفظوں میں خبردار کیا۔

''بے فکر رہیں صاحب۔۔۔!''

''شاباش۔۔۔ جاؤ پھر تیاری کرو، وقت کم رہ گیا ہے۔'' حوالدار نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ اس کے جاتے ہی رستم بھی پھانسی گھاٹ کی جانب چل دیا۔ اُسے اپنے فن اور مہارت پر ہمیشہ ناز رہا تھا، لیکن پچھلی مرتبہ وہ خود بھی سٹپٹا گیا تھا۔ اُس روز جس مجرم کو پھانسی دی جانی تھی، وہ بھاری بھر کم وجود کا مالک تھا۔ گو رستم نے رسی کا انتخاب مجرم کے وزن کو مدِ نظر رکھ کر کیا تھا لیکن جانے کیا ہوا کہ لیور کھینچنے پر جیسے ہی وہ نیچے گرا، جھٹکا لگتے ہی رسی ٹوٹ گئی۔

کس قدر شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا تھا رستم کو۔ لیکن یہ کوئی ان ہونی بات بھی نہیں تھی۔ جیسے ہی یہ واقعہ رونما ہوا پولیس اہل کار ادھ مرے مجرم کو اُٹھا کر واپس پھانسی کے چبوترے پر لے آئے اور پھندا تیار کر کے اُسے دوبارہ لٹکا دیا گیا۔

آج وہ جس مجرم کو انجام تک پہنچانے والا تھا اس کی عمر بیس سال کے لگ بھگ تھی۔ وہ کئی ڈکیتیوں اور قتل کی وارداتوں میں ملوث تھا۔

چبوترے پر پہنچ کر رستم پھانسی کے لیے رسی تیار کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ اعلیٰ حکام بھی پھانسی گھاٹ پہنچ گئے، جن کی وہاں موجودگی قانون کے مطابق ضروری تھی۔ کیس کا جج، ایک اعلیٰ پولیس افسر، ایک ڈاکٹر اور چند پولیس اہل کار پھانسی کے وقت وہاں موجود ہوا کرتے تھے۔

ایس پی صاحب نے تمام انتظامات کا جائزہ لینے کے بعد مجرم کو پھانسی گھاٹ لانے کا حکم دے دیا۔ کچھ دیر بعد سپاہی مجرم کو لے کر اُس ہال کمرے میں پہنچ گئے، جس کے در و دیوار اب تک بے شمار گناہ گاروں کو اپنے انجام تک پہنچتا دیکھ چکے تھے۔

نوجوان مجرم عمر کے اس حصے میں تھا، جب والدین اپنے بچوں کے سنہری مستقبل کے سپنے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ سپاہی اُسے پھانسی کے چبوترے پر لے آئے تھے۔ اُس کے چہرے کی رنگت زرد تھی اور وہ یوں خالی نظروں سے ارد گرد دیکھ رہا تھا، جیسے مرنے سے قبل ان مناظر کو اپنی آنکھوں میں سمو لینا چاہتا ہو۔ یہ لڑکا کئی سنگین جرائم میں ملوث تھا۔ جانے کیوں اُسے دیکھ کر رستم کے اندر اِک ہوک سی اُٹھی تھی۔

''خدا اِس بچے کے گناہ بخش دے۔ نہ جانے کس خاندان کا چشم و چراغ ہو گا۔۔۔ کیسی کیسی اُمیدیں وابستہ ہوں گی والدین کو اپنے لختِ جگر سے۔ افسوس کہ جرائم پیشہ لوگوں کے ہتھے چڑھ کر گناہوں کی دَل دَل میں دھنس گیا نادان۔''

نہ چاہتے ہوئے بھی رستم اس کے بارے سوچنے پر مجبور تھا۔ آج کی یہ آخری ذمے داری نبھانا اُسے بہت مشکل محسوس ہو رہی تھی لیکن اب نہ تو سوچنے کا وقت تھا اور نہ ہی فائدہ، چناں چہ وہ گہری سانس لے کر اس کے قریب آگیا۔

اُسی دوران ایس پی صاحب بھی سیڑھیاں چڑھ کر مجرم کے پاس آگئے تھے۔ انھوں نے بغور اُس کے چہرے کی جانب دیکھا اور نرم لہجے میں کہا: ''سزا کا وقت قریب ہے نوجوان۔۔۔ کیا تم مرنے سے قبل اپنی کسی آخری خواہش کا اظہار کرنا چاہو گے؟''

یہ سن کر مجرم کے پپڑی زدہ ہونٹوں پر تھرتھراہٹ پیدا ہوئی اور وہ شکستہ لہجے میں بولا:

''مجھ سے جو غلطی سرزد ہوئی، میں نے اُس کی سزا پالی صاحب۔۔۔۔ بے شک میرے گناہوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ میرے ہاتھوں کئی قتل ہوئے ہیں۔ میں جس شخص کو قتل کرتا تھا، اُس کی آخری خواہش ضرور پوچھتا تھا۔ اُس وقت میرے لہجے میں بے پناہ تکبر ہوتا تھا، میں خود کو مقتول کی زندگی اور موت کا مالک سمجھنے لگتا تھا۔ اُس کے آخری لمحات کی گڑگڑاہٹ، آنکھوں سے ٹپکتے آنسو۔۔۔۔ اور رحم کی بھیک مجھے اپنے بااختیار ہونے کا دلفریب احساس دلاتی تھی۔۔۔۔ افسوس کہ اب منظر بدل چکا۔ اُس مقتول کی جگہ میں ہوں اور میری جگہ آپ۔۔۔ آپ کی مجھ سے کوئی دشمنی نہیں۔ آپ تو صرف اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔۔۔۔ دشمنی تو میری بھی اُن بے قصور لوگوں سے نہیں تھی جن کی سانسیں چھین لیں میں نے۔ بس جرائم پیشہ دوستوں کی صحبت سے اس مقام پر پہنچ گیا۔۔۔ خیر اب ان باتوں کا تذکرہ ہی فضول ہے۔ آج آپ میری آخری خواہش پوچھ رہے ہیں تو دل میں آرزو پیدا ہوئی ہے کہ اپنے جن والدین کو میں نے بچپن میں کھو دیا تھا، میرا آخری دیدار ضرور کریں۔ میری تدفین لاوارث لاش قرار دے کر نہ کی جائے۔ بھلے ہی میرا باپ مجھے گناہ گار سمجھے لیکن میری قبر پر اپنے ہاتھوں سے مٹی ضرور ڈالے۔۔۔ افسوس کہ میری یہ خواہش، مرتے ہوئے دیوانے کا ایک خواب ہے۔ میں نہیں جانتا کہ میرا خاندان کہاں ہے۔ مگر یہ سچ ہے کہ میں نے انہیں زندگی میں بہت ڈھونڈا ہے۔ کاش مجھے اغوا نہ کیا جاتا اور میں ان کی شفقت سے محروم نہ ہوتا تو شاید اس مقام پر بھی نہ ہوتا۔'' نوجوان نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"جانتا ہوں، فوری طور پر یہ سب ممکن نہیں۔۔۔لیکن میں پوری کوشش کروں گا کہ ایک دن تمھارے کھوئے ہوئے والدین کو تمھاری قبر پر لے آؤں۔"

اپنی بات مکمل کرکے ایس پی نے رستم کو کارروائی شروع کرنے کا حکم دیا اور واپس جج صاحب کے پاس چلے گئے۔

سپاہی مجرم کے ہاتھ پشت پر باندھ چکے تھے۔ چناں چہ رستم نے مجرم کے چہرے پر سیاہ ماسک پہنا دیا۔ موت کا یہ ماسک سزائے موت پانے والے ہر مجرم کو پہنایا جاتا تھا۔ اسے پہننے کے بعد وہاں موجود لوگوں کو تو مجرم کا چہرہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔۔۔البتہ مجرم خود ماسک پہن کر ایک دھندلا سا منظر دیکھنے کے قابل رہ جاتا تھا۔

مجرم کی گردن میں پھندا ڈالنا بھی رستم کی ذمے داری تھی۔ یہ موٹی اور مضبوط رسی اس انداز میں باندھی جاتی تھی کہ مجرم کا سر گرہ سے باہر نہ نکل سکے۔ رستم آگے بڑھا اور اس کے گلے میں پھندا ڈال کر سرگوشی کے سے انداز میں بولا:

"مجھے تمھاری موت کی کوئی خواہش نہیں ہے۔ میں تو صرف اپنا فرض ادا کر رہا ہوں۔۔۔خدا تمھارے گناہ بخش دے میرے بچے۔"

یہ الفاظ رستم ہر مجرم کے کان میں کہتا تھا۔ اس وضاحت پر اُسے دلی سکون سا مل جاتا تھا کہ وہ کوئی گناہ نہیں کر رہا۔ موت کے اکثر مسافر تو یہ سن کر خاموش رہتے تھے لیکن وہ نوجوان شاید مرنے سے قبل خود بھی رستم کو دلاسا دینا چاہتا تھا:

"تم اپنا فرض ادا کرو۔۔۔مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں۔"

رستم کو بے بسی سے کانپتی آواز سنائی دی تو اُس کا دل چاہا کہ سیاہ غلاف نوجوان کے چہرے سے نوچ کر دور پھینک دے۔۔۔مگر اُسے ہر حال میں اپنا فرض ادا کرنا تھا۔

تیاری مکمل ہو چکی تھی اور موت کی وادی پر گہرا سکوت طاری تھا۔ اب رستم لیور کے پاس جا کھڑا ہوا تھا۔

ایس پی کی نظریں گھڑی پر مرکوز تھیں۔۔۔پھر جیسے ہی گھڑی کی سوئی نے وقت پورا ہونے کا نقارہ بجایا، اُس نے رستم کو لیور کھینچنے کا اشارہ کر دیا۔

حکم ملتے ہی رستم کے ہاتھوں نے میکانکی انداز میں حرکت کی اور لیور کھینچتے ہی مجرم کے پیروں تلے سے تختہ غائب ہو گیا۔۔۔اگلے ہی لمحے مجرم کے جسم کو تیز جھٹکا لگا اور وہ پانچ فٹ نیچے خلا میں جھولنے لگا۔

گھڑی کی سوئی اُس کی موت کا پروانہ جاری کرکے آگے بڑھ گئی تھی اور ایک گناہ گار کی زندگی کا باب بند ہو چکا تھا۔

رستم جانتا تھا کہ مجرم کو تیس منٹ تک پھندے سے لٹکایا جائے گا۔۔۔ڈاکٹر اُس کے ہاتھ سیاہ پڑنے کا انتظار کرے گا اور پھر موت کی تصدیق کر دی جائے گی۔ اس کے بعد جج صاحب ضروری کاغذات پر دستخط کرکے لاش ورثا کے حوالے کرنے کی اجازت دے دیں گے۔

"مگر کون سے ورثا۔۔۔یہ مجرم تو لاوارث تھا۔۔۔"

رستم سیڑھیاں اُتر کر جھولتے ہوئے وجود کے قریب آ گیا تھا۔ وہ بغور اس کی جانب دیکھ کر جسم میں ہونے والی تھرتھراہٹ سے موت واقع ہونے کا اندازہ لگا رہا تھا۔ اس وحشت زدہ ماحول میں جیتے جاگتے لوگوں کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا اور ڈاکٹر نے مجرم کو مردہ قرار دے کر لاش پھندے سے اُتارنے کی اجازت دے دی۔

ایس پی صاحب کا حکم ملتے ہی سپاہی آگے بڑھے اور مرنے والے کو پھندے سے اُتار کر اسٹریچر پر لٹا دیا۔

عین اُسی لمحے جب مجرم کے ہاتھ کھولے جا رہے تھے قریب کھڑے رستم کو یوں محسوس ہوا جیسے مرنے والا خود اُس کی روح بھی اپنے ساتھ ہی لے گیا ہو۔۔۔

رستم کا رنگ زرد پڑ گیا تھا اور جسم خزاں رسیدہ پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ وہ کچھ دیر بُت بنا پھٹی پھٹی نظروں سے نوجوان کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا اور پھر چیخ مار کر اُس کی لاش سے لپٹ گیا۔

رستم بار بار مجرم کی کلائی پر موجود اُس سیاہ نشان کو چوم رہا تھا جو برسوں پہلے کھو جانے والے اُس کے شیر خوار بیٹے کی کلائی پر موجود تھا۔

قدرت نے مرنے والے گناہ گار کی آخری خواہش پوری کر دی تھی۔۔۔اور بوڑھا باپ جوان بیٹے کی لاش وصول کرنے خود وہاں پہنچ گیا تھا۔

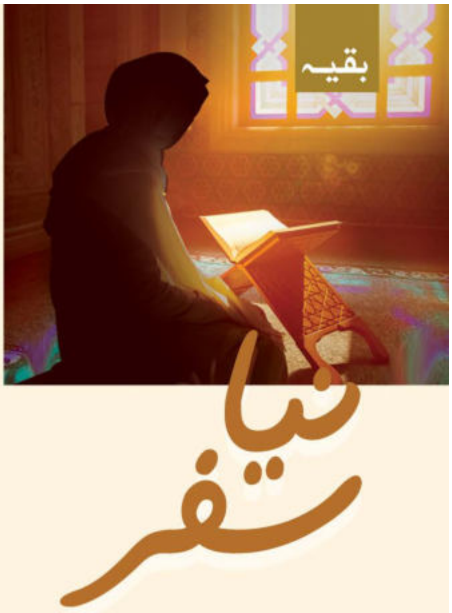

ساری دنیا پر چھا گئے، مسلمانوں نے اسے چھوڑ دیا۔ اور بقول شاعر

وہ زمانے میں معزّز تھے مسلماں ہو کر اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

سورہ محمد آیت 24 میں دیکھو اللہ ہم سے کیا کہتا ہے: کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔ نبی ﷺ بھی اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: ہلاک ہو جائے وہ جو اس قرآن کو پڑھے اور اس پر غور نہ کرے۔ دیکھو میری پیاری بہن اللہ کتنا واضح فرق بیان کر رہا ہے جو لوگ ایمان لاتے ہیں یہ (قرآن) ان کے لیے ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں یہ بوجھ ہے اور ان کے حق میں اندھا پن۔ (حم السجدہ: 44)

اب ماشاء اللہ رمضان کا بابرکت مہینا بھی قریب ہے جس میں قرآن کا تحفہ ملا۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اس کی تلاوت کے ساتھ اس کے معنوں کو بھی اس بار سمجھا جائے۔" زارا نے اپنا خیال پیش کیا۔

"لیکن آپی میں کیسے اس پر غور کروں مجھے عربی سمجھ نہیں آتی۔" چھوٹی اب کچھ نادم سی تھی، زارا نے پیار سے کہا: "کیا تم واقعی قرآن سمجھنا چاہتی ہو؟" چھوٹی کا سر اثبات میں ہلا۔ "اللہ ہمارے ارادوں سے دیکھو کتنا واقف ہے ابھی تم نے ارادہ کیا سمجھنے کا لو، اب اللہ کی دعوت کے بارے میں بھی سنو: بے شک ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے تو ہے کیا کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟ (القمر: 17)۔ اس بار چھوٹی کا جواب آیا: "جی اللہ! میں ہوں نصیحت قبول کرنے والی۔" زارا نے اسے پیار سے گلے لگا لیا۔ "آپی آپ نے اتنی اچھی باتیں بتائی ہیں میں بھی ایک بتاؤں؟"

"ہاں ضرور۔" زارا نے شوق سے کہا۔ میں نے اپنی اسلامیات کی کتاب میں حدیث پڑھی کہ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ تو ایسا کرتے ہیں حدیث کی روشنی میں بہتر شخص بنتے ہیں۔ آپ مجھے قرآن سکھائیں اور میں سیکھوں گی۔ زارا نے خوش ہو کر اپنی چھوٹی بہن کا ماتھا چوم لیا اور دونوں ایک نئے سفر کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

Your Friend In Real Estate

جُنید امِین

الحمدللہ پورے اطمینان اور بھروسے کے ساتھ
بحریہ ٹاؤن، ڈی۔ایچ۔اے سٹی اور ڈیفنس کراچی میں
محفوظ اور منافع بخش سرمایہ کاری۔
معلومات اور مشورے کے لیے

جُنید امِین

BAHRIA TOWN

PAKISTAN DEFENCE OFFICERS HOUSING AUTHORITY
HOME FOR DEFENDERS

DHA CITY

نزد مسجد بیت السلام، خیابان جامی، فیز 4، ڈیفنس، کراچی

021-35313254 - 0300-9213373 junaidameen@live.com

اعتکاف

عائشہ طاہر

"بہنو! آپ میں سے کس کس نے رمضان کی تیاری شروع کر دی ہے؟ میں سحری افطاری کی کسی ڈش کی بابت نہیں پوچھ رہی بلکہ رمضان میں کیے جانے والے اعمال کی تیاری کا پوچھ رہی ہوں۔" باوقار اور پر نور چہرے والی ساجدہ باجی ہفتہ وار دینی نشست میں شریک خواتین سے مخاطب تھیں۔

"بس ساجدہ باجی! ارادہ تو ہے، اللہ نے توفیق دی تو خوب عبادت کریں گے ان شاء اللہ" تھوڑی دیر بعد ایک خاتون جھینپتے ہوئے انداز میں گویا ہوئی تھیں۔

"ارادے پر بھی نیکی لکھی جاتی ہے اللہ کے ہاں، لیکن ارادے کے ساتھ ساتھ تیاری بھی تو کرنی چاہیئے نا" ساجدہ باجی نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"باجی! رمضان سے پہلے ہی کیسی تیاری؟ رمضان آئے گا تب ہی تو اعمال کریں گے نا" ایک خاتون الجھے ہوئے انداز میں بولیں۔

"نہیں میری بہن! ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم رجب کا مہینا شروع ہوتے ہی دعا فرمایا کرتے تھے: اے اللہ ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت نازل فرمایئے اور ہمیں رمضان تک پہنچایئے۔ اس سے پتا چلا کہ ہمیں دو مہینے پہلے ہی رمضان کا مبارک مہینا پانے کی دعا شروع کر دینی چاہیے، جب دعا کریں گے تو تیاری بھی ضروری ہوگی"

"لیکن باجی تیاری کیسے کریں ہم؟" ایک اور خاتون نے سوال کیا

"دیکھیں مکرمہ بہنا! رمضان کی تیاری ہمیں اس طرح کرنی ہوگی کہ ہم ابھی سے اپنے سونے جاگنے، کھانے پینے اور نوافل و تلاوت کی کچھ کچھ ترتیب بنا لیں تاکہ رمضان تک ہمارا نفس عادی ہو جائے۔ یہ بھی کوشش کریں کہ ہم تمام اضافی مصروفیات رمضان سے پہلے ہی سمیٹ دیں، حتیٰ کہ عید کی تیاری بھی رمضان سے پہلے ہی کر لیں تاکہ رمضان خصوصاً آخری عشرے میں بازار کی مصروفیات عبادات میں خلل نہ ڈالیں۔ اس کے ساتھ میں یہ بھی کہوں گی کہ خواتین میں اعتکاف کا اہتمام بہت ہی کم ہو گیا ہے، اس طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔ بہت ہی فضیلت والی عبادت ہے۔"

دھیمے لہجے میں بولتی ساجدہ باجی کو تمام خواتین دل جمعی سے سن رہی تھیں۔

"باجی! چلیں عید کی تیاریاں اور دیگر کام تو ہم پہلے ہی مکمل کر لیں ہم جیسی گھریلو خواتین بھلا اعتکاف کیسے کر سکتی ہیں، دل تو بہت چاہتا ہے کہ ہم بھی اعتکاف کریں لیکن گھر کے کام کون کرے گا پھر؟"

"جی باجی اعتکاف کے بارے میں تو ضرور بتائیں، کیا کوئی ایسی صورت ہو سکتی ہے کہ ہم اعتکاف بھی کر لیں اور گھر کے کاموں میں بھی کوئی مسئلہ نہ ہو؟" ایک خاتون نے کہا۔

"باجی میری بھی بہت خواہش ہے کئی سالوں سے کہ میں بھی اعتکاف کروں، ہر بار دل مسوس کر رہ جاتی ہوں" ایک اور خاتون کہنے لگیں

"میری بہنو! اس کا حل بھی موجود ہے، یاد رکھیں ہمارا دین بے حد آسان ہے اور شریعت نے ہر کسی کے لیے نیکیاں کمانے کو بھی بہت ہی زیادہ آسان کر دیا ہے بس طلب سچی ہونی چاہیے دیکھو بہنو! اصل اور مسنون اعتکاف تو یہی ہے کہ رمضان کے آخری عشرے میں دس دن کے لیے تمام دنیاوی مصروفیات سے فارغ ہو کر مرد مساجد میں اور خواتین اپنے گھر کے مخصوص کمرے یا حصے میں جہاں وہ عبادات کرتی ہیں اعتکاف کی نیت سے بیٹھ جائیں اور سوائے حاجات ضروریہ مثلاً بیت الخلا جانے اور وضو کرنے کے علاوہ اس جگہ سے بالکل نہ نکلیں، اور اس جگہ بیٹھ کر سوائے ضروری باتوں کے کوئی اور دنیوی بات بھی نہ کی جائے۔ اکثر خواتین اس مسنون اعتکاف سے اس لیے محروم رہ جاتی ہیں کہ ان کے گھروں میں ان کے علاوہ کام کرنے والا کوئی نہیں ہوتا لیکن ایسی خواتین کے لیے بھی اعتکاف کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی تو یہ کہ اگر ایسی خواتین پورے دس دن کا مسنون اعتکاف کرنا چاہیں تو یہ اپنے گھر کے ایک کمرے کو معتکف (جہاں اعتکاف کی نیت سے بیٹھا جائے) بنا لیں اور اسی کمرے میں کھانے پکانے کا سامان اور چولہا وغیرہ رکھ لیں، وہیں بیٹھے بیٹھے سحر و افطار بنا دیا کریں لیکن گھر کے کسی بھی کام کے لیے اس جگہ سے باہر نہیں نکل سکتیں ورنہ یہ مسنون اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

اور اگر کسی خاتون کے لیے یہ بھی ممکن نہیں تو وہ نفلی اعتکاف کر لیا کرے، اس طرح کاموں میں بھی کوئی مسئلہ نہیں ہوگا، نفلی اعتکاف کا بھی بہت ثواب ہے"

"باجی نفلی اعتکاف کیسے ہوتا ہے؟" "جی رومیصہ بہن! میں یہی بتانے جا رہی ہوں۔۔۔" ساجدہ باجی نے مسکراتے ہوئے کہا:

"نفلی اعتکاف میں بھی ہمیں جگہ مخصوص کرنی ہوگی اور کرنا یہ ہوگا کہ اپنے کاموں سے فارغ ہو کر ہم اپنی اسی مخصوص جگہ پر جا کر نفلی اعتکاف کی نیت کریں گے اور اپنی عبادات یعنی نمازیں، تلاوت اور ذکر اذکار وغیرہ اسی مخصوص جگہ پر کریں گے تو جب تک ہم اپنے معتکف یعنی اعتکاف کے لیے مخصوص کی ہوئی جگہ پر موجود رہیں گے تب تک ہم گویا اعتکاف میں ہوں گے اور وہاں ہم کوئی دنیوی کام یا بات نہیں کر سکتے، اور اگر کوئی کام کرنا ہو تو پھر اس جگہ سے نکل کر کام کریں گے۔ فارغ ہو کر دوبارہ اسی معتکف میں آ کر نفلی اعتکاف کی نیت کر کے عبادات میں مشغول ہو جائیں، اس طرح کام کاج بھی ہوتے رہیں اور بفضل اللہ اعتکاف کا ثواب بھی ملتا رہے گا ان شاء اللہ۔۔۔ تو میری کون کون سی بہن اس رمضان ان شاء اللہ اعتکاف کریں گی؟"

"ان شاء اللہ باجی ہم سب اس رمضان میں اعتکاف ضرور کریں گے"

ساجدہ باجی نے اپنے سوال کے جواب میں تمام ہی خواتین کے پُر عزم انداز پر دل کی گہرائیوں سے اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔

چاند بِن عید ادھوری

صبا ایشل

صبح سے بوندا باندی جاری تھی۔ بارش کھل کر برس رہی تھی نہ ہی رکنے کا نام لے رہی تھی۔ پکوڑوں کی خوشبو آئی تو ہما کا جی للچانے لگا، باورچی خانے پہنچ کر اس نے چنگیر سے گرم گرم پکوڑے پلیٹ میں رکھے۔ ٹھنڈی آہ بھری اور وہیں کھڑے کھڑے کھانے لگی۔

"کچھ شرم کرو۔ تمہارا شوہر تمہیں پلکوں پہ بٹھاتا ہے لیکن تمہارے شکوے ہی ختم نہیں ہوتے، جیسے تمہارے لچھن ہیں, کوئی اور ہوتا تو کبھی برداشت نہ کرتا۔" پکوڑے بناتی نسیمہ بیگم بیٹی پر تپ گئی تھیں۔

"عجیب ماں ہیں آپ!! بیٹی کا دکھ محسوس ہی نہیں ہوتا آپ کو! پتا نہیں وہ کون سی مائیں ہوتی ہیں جو بنا بتائے بچوں کے دل کا حال جان لیتی ہیں" ہما نے تنک کر جواب دیا۔

"بیٹا!! اللہ کا شکر ادا کیا کرو شکر میں بہت سکون ہوتا ہے۔" بیٹی کے مزاج کا پتا تھا، اسی لیے انہوں نے لہجہ نرم رکھا۔

"شروع ہو گئیں آپ کی نصیحتیں!! یہیں کھڑی رہی تو پاگل ہو جاؤں گی" پلیٹ اٹھا کر پیر پٹختی وہ باورچی خانے سے نکل گئی۔

◆◆◆

گھڑی کا الارم تیسری بار بجا تو وہ مجبوراً اٹھی۔ کل رات ہی میکے سے واپس آئی تھی اور کافی دیر تک ناول پڑھتی رہی تھی اور اب آنکھیں کھلنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔ کمرے سے باہر آئی تو نفیس کو ناشتا کرتے دیکھ کر وہیں آ گئی۔

"آپ نے خود ناشتا بنا لیا۔ مجھے اٹھا دیا ہوتا۔" شوہر کو ڈبل روٹی اور آملیٹ کھاتا دیکھ کر وہ ذرا شرمندہ ہوئی۔

"آپ دیر سے سوئی تھیں۔ اس لیے جگانا مناسب نہیں لگا۔ ویسے آپ کے دیر تک سونے سے مجھے کوئی مسئلہ نہیں لیکن آپ کی نماز رہ جاتی ہے جس کا مجھے افسوس ہوتا ہے۔" وہ نرمی سے بولے تو ہما خجل ہو گئی۔

"بہت کوشش کرتی ہوں لیکن نیند آتی ہی نہیں۔" وہ بہت سوچ کر بولی۔

"انسان کی نیند اور بھوک اس کے اپنے اختیار میں ہے۔ بڑھا لے، چاہے گھٹا لے۔ کسی بھی عادت کو اختیار کرنے کے لیے صرف تین دن کافی ہوتے ہیں۔ خیر دو تین دن میں روزے شروع ہو رہے ہیں۔ میں چاہ رہا تھا ہم آج شام سپر مارکیٹ چل کر رمضان کی خریداری کر لیں تاکہ روزوں میں مارکیٹ نہ جانا پڑے۔"

"میں اس بار روزے امی کے گھر رکھنا چاہ رہی تھی۔ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو، آپ فکر نہ کریں میں کبڑی سے (سرونٹ کوارٹر میں رہتی ملازمہ) کہہ دوں گی آپ کو سحر وافطار میں مسئلہ نہیں ہوگا۔" اپنی خواہش بتانے کے ساتھ ہی اس نے حل بھی پیش کیا تھا کہ کہیں انکار نہ ہو جائے۔

"بات انتظام کی نہیں ہے ہما! سحری اور افطاری تو ساتھ کرنے میں خوشی ملتی ہے لیکن آپ کی خوشی اگر میکے جانے میں ہے تو جیسا آپ کو مناسب لگے ویسے بھی زبردستی کرنا میری عادت نہیں۔" پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ وہ آفس کے لیے اٹھ گئے۔ ہما میکے جانے کے خیال سے کھل کر مسکرا دی اور پھر فون کی طرف بڑھی تاکہ امی اور چھوٹی بہن کو آنے کا بتا سکے۔

ہما بھی ان عورتوں میں سے تھی جن کا اپنے گھر کے علاوہ ہر جگہ دل لگتا ہے، ہر قسم کی آزادی اور آسائش مہیا ہونے کے باوجود اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ کہ ہر دوسرے دن میکے پہنچ جائے۔ گھر میں ساس تھی نہ نند کا جھنجٹ اس کے باوجود اسے ڈھیروں شکایات تھی۔ اس کا میاں نفیس صرف نام ہی نہیں مزاج، عادات اور سوچ میں بھی انتہائی نفیس تھا کھانے پینے, پہننے, گھریلو معاملات حتی کہ خریداری کے معاملے میں بھی بیوی سے بازپرس نہیں کرتا تھا۔ ہر پندرہ بیس دن بعد وہ میکے چل دیتی اور چار پانچ دن سے پہلے لوٹ کر نہ آتی۔ شوہر کا کھانا پینا کپڑے دھونا، استری کرنا سب کچھ نوکروں کے ذمے تھا، اس کے باوجود ہما کے گلے شکوے ختم ہی نہیں ہوتے تھے۔ ہما نے دنیا کو کبھی حقیقت کے رنگ میں دیکھا ہی نہیں تھا۔ اس کے نزدیک شادی شدہ زندگی ایک فلم کی طرح تھی جس میں دو کردار دنیا بھر کی سیر کرتے، گھر سے باہر کھانا کھاتے، ایک دوسرے سے پیار کا اظہار کرتے اور محبت بھرے گیت گاتے ہیں۔ ہما نفیس سے اجازت لینے کے اگلے روز ہی میکے چلی آئی تھی۔ امی واپس جانے کا کہتیں تو وہ ہتھے سے اکھڑ جاتی اور کہتی: "آپ تو چاہتی ہی نہیں کہ میں یہاں آؤں۔" امی بے چاری چپ ہو جاتیں۔

◆◆◆

"ایسا سپاٹ شخص ہے کہ اس کے ساتھ رہنے سے بہتر ہے بندہ اکیلا رہ لے۔ جتنا مرضی تیار ہو جاؤں، کبھی تعریف نہیں کرتا۔۔ خریداری کے لیے ہمیشہ ساتھ جاتا اور ایسے چلتا ہے جیسے باڈی گارڈ ہو، سب سمجھتے ہیں میں بہت خوش ہوں پر یقین کرو میرا دل اس رشتے سے مطمئن

نہیں ہے۔'' وہ جلے دل کے ساتھ اپنی پڑوسن دوست کو حال دل بتا رہی تھی۔

''چچ چچ، بہت افسوس ہو رہا ہے، تمہارے تو کیا کیا خواب تھے نا! سب ٹوٹ گئے۔'' کرن نے زخموں پر نمک چھڑک دیا۔

''ہاں نا! اور مسئلہ یہ ہے کہ امی سمیت کوئی میری بات سمجھ ہی نہیں سکتا۔ چھوٹی فضہ بھی میری ہاں میں ہاں نہیں ملاتی۔'' ہما کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔

پچھلے کئی دنوں سے آنے کا پوچھ رہے ہیں، کہہ رہے ہیں آجاؤ تو عید کی خریداری کر لیں میں نے بھی سوچا ہے آج کہہ دوں کہ عید یہیں کروں گی آپ پیسے بھیج دیں۔ امی کو نہیں بتایا کہ وہ بلا رہے تھے ورنہ بھیج کر ہی دم لیتیں۔''

''مطلب آپ عید بھی یہیں کریں گی۔'' پیچھے سے آواز آئی، یہ فضہ تھی اس کی چھوٹی بہن۔

''ہاں! تمہیں اعتراض ہے کیا؟'' ماتھے پر بل ڈال کر وہ گھورتے ہوئے بولی۔

''معاف کیجیے گا آپی! چوں کہ آپ کو کسی کی سمجھ نہیں آتی اسی لیے آج میرا دل کر رہا ہے آپ کو آئینہ دکھا ہی دوں۔ کیا خامی ہے آپ کے شوہر میں؟ ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں، مارتے پیٹتے ہیں، میکے آنے سے روکتے ہیں، خرچہ نہیں دیتے، غیر عورتوں سے تعلقات رکھتے ہیں؟'' وہ سوالیہ نظروں سے بڑی بہن کو دیکھ رہی تھی۔

''یہ تم کس لہجے میں مجھ سے بات کر رہی ہو، تم سے بڑی ہوں، تمیز لحاظ سب بھول گئی ہو کیا۔'' وہ بہن کی جرات پر حیران تھی۔

''جی بھول گئی ہوں، جیسے آپ امی سے بات کرتے ہوئے بھول جاتی ہیں جانتی ہیں آپ کا مسئلہ کیا ہے آپ ان عورتوں کی طرح خود ترسی کا شکار ہیں جن کو ان کی اوقات سے زیادہ مل جاتا ہے۔ آپ ہی بتائیے نفیس بھائی میں کیا کمی ہے، خوش شکل، پڑھے لکھے، اچھی تنخواہ والی جاب اور سب سے بڑھ کر آپ جیسی لاپرواہ اور پھوہڑ بیوی کو برداشت کر رہے ہیں۔

''تم مجھے پھوہڑ کہہ رہی ہو؟ میں ابھی امی سے بات کرتی ہوں۔'' ہما بگڑ کر بولی

''رک جائیے آپی!! میری بات پوری ہونے دیں۔ ہاں! میں بدتمیزی کر رہی ہوں اور اس کے لیے مجھے آپ ہی نے مجبور کیا ہے، میں نے ایک ایسی عورت کو پھوہڑ کہا، جو اپنے شوہر کو دو وقت روٹی پکا کر نہیں کھلا سکتی، جو اپنا خوب صورت گھر اور بہترین ہم سفر کام والی ماسی کے آسرے پر چھوڑ کر ہر چوتھے دن چلی آتی ہے، اس عورت کو جاہل کہا جو شوہر کے پیسوں سے ہزاروں روپے کا سوٹ پہن کر بھی بے چاری بنتی ہے حالاں کہ بے چارہ تو وہ ہے جس کی کمائی سے آپ عیش کرتی اور اتراتی ہیں لیکن یہ کہتے بھی نہیں تھکتیں کہ آپ خوش نہیں ہیں۔'' فضہ بنا مروت کے بول رہی تھی اور ہما منہ کھولے سننے پر مجبور تھی۔

''آپ کہتی ہیں وہ آپ سے محبت نہیں کرتے، آپ کے نزدیک محبت گلی محلے کے عاشقوں کی طرح تعریفوں کے دیوان سنانا اور سستے عاشقوں کی طرح دنیا کے سامنے ہاتھ پکڑ کر چلنا ہے، کاش آپ جانتیں کہ آپ کو دیکھ کر آپ کے شوہر کی آنکھوں میں آپ کے لیے جو محبت جاگتی نظر آتی ہے وہ کہیں نہیں مل سکتی۔ وہ شخص جس کی آپ کو ذرا بھر پروا نہیں، اس کے سارے کام ماسی کر رہی ہے، وہ پھر بھی آپ سے نباہ کر رہا ہے۔ سسرال میں آپ کی نہیں بنتی تھی تو آپ کو ایک الگ گھر میں رکھا ہے، آپ کو غلط نہیں کہتا۔ کسی سے آپ کی برائی نہیں کرتا۔ یہ گلہ بھی نہیں کرتا کہ آپ اس کی پروا نہیں کرتیں۔

کیا ان کا دل نہیں کرتا ہوگا کہ وہ گھر آئیں تو ان کی بیوی ان سے پوچھے، ان کا دن کیسا گزرا، یا ان کی بیوی ان سے کہے: آج آپ یہ پہن کر آفس جائیں۔ آپ خود ہی کہتی ہیں ان کی پسند بہت اچھی ہے اور آپ کو ساتھ لے جا کر آپ کے لیے کپڑے وغیرہ پسند کرتے ہیں، کاش آپ نے غور کیا ہوتا کہ وہ اپنی پسند آپ کے لیے چاہتے ہیں، ورنہ وہ بھی چار پیسے دے کر آپ سے کہہ دیں کہ ہر چار دن بعد ماں کے گھر جا کر بیٹھ جاتی ہو نا تو انہی کے ساتھ جا کر خرید لینا۔'' ہما کی سماعتیں اس کا ساتھ چھوڑ رہی تھیں اور آنکھوں کے سامنے وہ مناظر آ رہے تھے جن کو وہ دیکھ کر بھی ان دیکھا کرتی آئی تھی۔ فضہ پھر گویا ہوئی:

''آپ کہتی ہیں وہ آپ کی قدر نہیں کرتے۔ اور یہ بھی کہتی ہیں کہ روز فون کر کے پوچھتے ہیں کب آنا ہے؟ یعنی آپ کی لاکھ لاپروائی کے باوجود وہ منہ نہیں موڑ رہے، اتنے دنوں میں خود آپ نے کتنی بار فون کیا انہیں۔ ہر بار وہی کرتے ہیں نا! تو ایسے عظیم مرد کی بیوی ہونے پر کیا آپ کو واقعی کبھی فخر نہیں ہوتا جو آپ کی ہزار کوتاہیوں پر بھی کبھی آپ سے سوال نہیں کرتا۔ آپ کو بلانا صرف شاپنگ کے لیے نہیں بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ آپ عید پر ان کے ساتھ، ان کے پاس ہوں۔ اور سچ بتاؤں مجھے آپ پر ترس آتا ہے کہ آپ اپنی خوشیوں کو محسوس نہیں کر سکتیں۔'' فضہ کا لہجہ گلوگیر ہو گیا تھا اور ہما جانے کن احساسات میں گھری تھی کہ آنکھوں سے شفاف موتیوں کی لڑیاں بہہ رہی تھیں۔

''پتا ہے مسئلہ صرف ایک لکیر کا ہے، لکیر کے اندر ہماری خوشیاں، خوب صورت ساتھ۔ چھوٹی اور معمولی سی جھونپڑی بھی جنت اور اس جنت میں ہمارا سکھ چین ہے۔ اور لکیر سے باہر اگرچہ سب کچھ بہت عالی شان لگے لیکن وہاں بے سکونی اور اضطراب ہے، جو ہمارا ہے وہ ہمیں اپنے دائرے میں ملے گا دائرے کے باہر نکلیں گے تو خود ترسی ہے۔۔ جنت چھوڑ کر سراب کے پیچھے بھاگنا عقل مندی نہیں آپ کی یہ خود ترسی کی کیفیت مجھے بہت دکھ دیتی ہے، اس سے بڑھ کے اس افسوس ہے کہ دنیا آپ کی کیفیت کا مزہ لیتی ہے اور بعد میں آپ پر ہنستی ہے۔۔'' فضہ نے کرن کی طرف ایک نظر دیکھا اور پھر گویا ہوئی:

''آپ کا سکون نفیس بھائی کے ساتھ میں ہے۔ اس سے زیادہ کہنے کے لیے میرے پاس کچھ نہیں'' فضہ کی آنکھوں اور لہجے دونوں میں نمی تھی۔ بات مکمل کرکے وہ رکی نہیں تھی۔ ہما نے بھیگی پلکیں اٹھا کر کرن کو دیکھا تو وہ نظریں چرا کر کمرے سے نکل گئی۔

◆◆◆

''کچھ پتا چلا تمہیں۔۔؟'' امی اس سے پوچھ رہی تھیں۔

''کیا؟'' فضہ حیرانی سے بولی۔

''ہما واپس جا رہی ہے۔ اللہ جانے یہ معجزہ کیسے ہوا، شکر ہے اس لڑکی کو عقل تو آئی۔'' نفیسہ بیگم کے دل میں سکون اترا ہوا تھا۔ ''ابھی جا رہی ہیں کیا؟'' فضہ ذرا پریشان ہوئی۔

''ہاں ابھی ڈرائیور کو فون کر دیا ہے اس نے، چیزیں سمیٹ رہی ہے۔''

''میں انہیں دیکھتی ہوں۔'' فضہ اٹھ کر بہن کے کمرے کی سمت چل دی۔

''آپی!!'' ہما کپڑے بیگ میں رکھ رہی تھی جب فضہ نے دھیرے سے اسے مخاطب کیا۔

''ہوں۔۔بولو۔'' وہ اسی طرح مگن سامان سمیٹ رہی تھی۔ ناراض ہیں۔؟'' فضہ نے سوال کیا

''نہیں'' مختصر جواب دیا، اس نے اب بھی فضہ کی طرف دیکھا نہیں تھا۔

''میں بہت زیادہ بول گئی نا!'' فضہ ہولے سے بولی تو ہما کے ہاتھ رک گئے۔

''میری بہن تمہارا بہت شکریہ۔ تم آج بھی احساس نہ دلاتیں تو میں پتا نہیں کب تک یوں ہی اپنا تماشا خود بناتی رہتی۔'' وہ بہن کا ہاتھ تھامے دھیرے دھیرے بول رہی تھی۔

''ناراض نہیں ہیں تو اچانک واپسی کیوں؟۔'' فضہ نے پوچھا۔

''واپسی کے سفر میں دیر نہیں کرنی چاہیے نا!!!۔ اچانک گھر جا کر دیکھنا چاہتی ہوں تمہارے دولہا بھائی کے چہرے پر مجھے دیکھ کر کیسے حسین رنگ جاگتے ہیں۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی تو فضہ کے اندر سکون اتر گیا۔

''اور انہوں نے پوچھ لیا اچانک کیسے آگئیں ہیں تو۔۔؟'' فضہ شرارت سے بولی

''تو کہہ دوں گی چاند کے بغیر عید ادھوری رہ جاتی، اسی لیے عید سے پہلے چاند دیکھنے چلی آئی۔'' ہما نے برجستہ کہا اور کمرے میں دونوں کی ہنسی گونجنے لگی۔

MILLAT™
Quality Plastic Products

Now Available products on discounted prices at our official online store at daraz

Shop and **Avail 15% Flat discount** on selected product **from 20th April 2020 till 31st May 2020** on **purchase of 999** or above by using code **BWT2020**

PARUS PLASTIC (Pvt) Limited.

Phone: +92 21 32593162, 0324 2266627, 0331 00PARUS (0072787)
E-mail: trade.enq@parusplastic.com | Website: www.parusplastic.com
Customer Feedback: cus.feedback@parusplastic.com

MANUFACTURER OF

- Kitchen Ware
- Bathroom Ware
- House Hold
- Food & Other Packagings

رب سے تجارت

روبینہ عبدالقدیر

”رمضان المبارک شروع ہونے والا ہے لیکن بالکل بھی پتا نہیں چل رہا۔ پہلے رمضان کی آمد سے قبل ہی سب تیاریوں میں لگ جاتے تھے۔“ سمیہ موبائل میں مصروف شہاب کو دیکھتے ہوئے اداسی سے بولی۔ ”ہوں۔۔۔ کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو۔“ مختصر جواب ملا۔

”عید کے کپڑے رمضان کا راشن , افطاری میں خاص اہتمام , خرچ زیادہ ہے اور آمدن کم، پتا نہیں کیسے انتظام ہوگا“ سمیہ نے دوبارہ بات جوڑنے کی کوشش کی۔ ”اللہ مالک ہے۔“ دوبارہ مختصر جواب ملا۔ جس پر سمیہ کا پارہ ہائی ہوگیا۔ اس نے شہاب کے ہاتھ سے موبائل چھینا اور بند کرکے دراز میں رکھ دیا۔ ”یہاں مجھے اتنی فکر ہو رہی ہے اور آپ مزے سے بیٹھے ہوئے ہیں۔“ وہ خفا ہوکے بولی۔ ”ارے جب میں ہوں تو فکر کیسی ؟اس ماہ سیلری کے ساتھ الاؤنس بھی ملے گا نا کرلینا شاپنگ۔“ وہ اسے دلاسا دیتے ہوئے بولے۔ ”اچھا ٹھیک ہے پھر اس ماہ آپ پوری تنخواہ مجھے دیجیے گا میں خود سب کچھ مینج کر کے لے آؤں گی۔“ سمیہ مطمئن ہو کر بولی۔

سمیہ ایک مڈل کلاس فیملی سے تعلق رکھتی تھی۔ اللہ نے ان کے آنگن میں دو ننھے پھول ہنیہ اور ربیعہ کی جڑواں شکل میں کھلائے تھے۔ ویسے تو سمیہ بہت شکر گزار خاتون تھی لیکن عید وغیرہ جیسے خاص مواقع پر وہ پریشان ہو جاتی کیوں کہ مہنگائی کے طوفان میں، بجلی گیس کے بل، بچیوں کی اسکول وٹیوشن کی فیس دینے کے بعد ضروری خرچے بھی پورے نہیں ہوتے تھے، ایسے میں بھلا عید کے کپڑے اور دوسری خریداری کیسے ہوتی۔

”مما مجھے اس عید پر پری والی میکسی لینی ہے۔“ ربیعہ نے میگزین پر بنی میکسی کی تصویر دیکھتے ہوئے فرمائش کی۔ ”اور میں شرارہ لوں گی۔“ ہنیہ بھی دلہن کا شرارہ پسند کر کے بیٹھی ہوئی تھی۔ سمیہ نے ان کی فرمائشیں سن کر شہاب کی جانب دیکھا جو مزے سے کھانا کھانے میں مصروف تھے۔ تفکر کی گہری لکیریں سمیہ کی پیشانی پر جال بن رہی تھیں۔ رمضان المبارک کا دوسرا عشرہ شروع ہو گیا تھا۔ سحری اور افطاری میں اہتمام کی وجہ سے سمیہ بچت ہی نہیں کر پا رہی تھی کہ عید کی خریداری کرتی۔ اس کی فکر مندی بڑھتی جا رہی تھی۔۔

”سمیہ میں نے اتوار کے روز سب بہن بھائیوں کو افطاری پر بلایا ہے۔ تم چاہو تو اپنے میکے والوں کو بھی بلالو۔ سب مل بیٹھ کر روزہ کھولیں گے، دعوت بھی ہو جائے گی اور ہمیں اجر بھی مل جائے گا۔“ شہاب کے منہ سے سن کر سمیہ دنگ رہ گئی۔ ”شہاب ! ! آپ جانتے ہیں ہمارے مالی حالات کیسے ہیں۔ میں ہنیہ اور ربیعہ کے لیے عید کی شاپنگ بھی نہیں کر سکی اور آپ نے دعوت رکھ لی۔“ وہ غصے اور دکھ کی ملی جلی کیفیت میں بولی۔ ”سمیہ بیگم ! ! دل تنگ مت کرو۔ رمضان المبارک میں ہر نیکی کا اجر کئی گنا بڑھ جاتا ہے اور روزہ افطار کرانے کا تو بہت بڑا اجر ہے۔ تم اللہ کے دیے مال میں سے دل سے ایک روپیا خرچ کرو گی اللہ تمہیں کئی گنا زیادہ لوٹائے گا۔ تم اللہ کے ساتھ تجارت کر کے تو دیکھو۔“ شہاب اسے قائل کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ ان کی باتیں سن کر وہ چپ ہو گئی۔

◆◆◆

”بھابی یہ میں آپ کے لیے عید کا سوٹ لائی ہوں۔ اس عید پر میں نے تینوں بھابیوں کے لیے اپنے جیسا سوٹ لینے کا سوچا تھا۔“ اس کی نند ایمل محبت اور خلوص سے اسے ایک قیمتی اور نفیس سوٹ دیتے ہوئے بولی۔ ایمل کی شادی ایک کھاتے پیتے گھرانے میں ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کہ سمیہ کچھ بولتی شہاب کی بھتیجی کہنے لگی۔ ”چچی میں جس بوتیک میں جاب کرتی ہوں وہاں اس بار بچوں کے ڈریس بہت مناسب ریٹ پر مل رہے تھے میرا تو کوئی چھوٹا بہن بھائی ہی نہیں اس لیے میں اپنی چھوٹی کزنوں کے لیے یہ میکسی لے آئی۔ اور مزے کی بات وہاں جاب کرنے کی وجہ سے مجھے ایک میکسی کے ساتھ دوسری ڈسکاؤنٹ پر بہت کم ریٹ میں ملی۔“ رباحہ نے ایک کے بعد دوسری میکسی بھی نکالی۔ سمیہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ جاتے جاتے اس کے دیور بچیوں کے ہاتھ پر نیلے اور ہرے نوٹ بھی رکھ گئے تھے جن سے مزید اشیاء بھی آ جاتیں۔ سمیہ نے اللہ کے ساتھ تجارت کی تھی اور اللہ نے اس کا مال نفع سمیت کئی گنا زیادہ لوٹایا تھا۔ وہ شکر گزاری اور خوشی سے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو گئی۔

فرش سے عرش تک

ام محمد سلمان

"امی جان اس بار رمضان بڑی سخت گرمیوں میں آرہا ہے۔ روزے کیسے رکھیں گے؟ لمبے دن، اوپر سے آگ برساتا سورج۔" وردہ بہت پریشان تھی۔

"بیٹا! ابھی تو رمضان میں پورا ہفتہ باقی ہے کیا پتا موسم خوش گوار ہو جائے۔"

"نہیں ہوگا امی! محکمہ موسمیات کی پیشین گوئی ہے کہ گرمی مزید بڑھے گی اور ہمارے گھر تو اے سی بھی نہیں۔

"ہاں بیٹا!! تم یہ فضول کا درد پال لو۔" سعدیہ ناگواری سے بولیں۔

"لیکن امی اگر ہم اے سی لگوالیں تو حرج ہی کیا ہے؟"

بٹیارانی! اے سی کو چھوڑو اور بجلی کی فکر کرو۔ اللہ کرے لوڈ شیڈنگ نہ ہو رمضان میں۔ لوگوں کے گھر دیکھے ہیں تم نے؟ کتنے چھوٹے چھوٹے، ٹین کی چھتیں، بجلی چلی جائے تو سانس لینا محال!! مالک کا بہت شکر ہے، روشن اور ہوادار گھر میں رہتے ہیں۔"

"جی! اتنا روشن کہ دھوپ میں ہی تپتا رہتا ہے۔ لُو چلے تو تن کے کپڑوں سے بھی شعلے نکلتے محسوس ہوتے ہیں۔" وردہ قدرے ناراضی سے بولی۔

"اس بار اے سی لگوا ہی لیں امی جان! بہت گرمی ہے برداشت نہیں ہوتی۔ کراچی کا موسم اب وہ پہلے جیسا نہیں رہا۔" نمرہ نے وردہ کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"چھوٹی محترمہ آپ سے ذرا سی ٹھنڈی ہوا برداشت ہوتی نہیں اور چلی ہیں اے سی لگوانے"! احمر نے اس کا مذاق اڑایا۔ "دادی اماں دیکھ رہی ہیں آپ احمر بھائی کو؟" نمرہ نے دادی سے شکایت لگائی۔

"اے بہو! بچیاں ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ کب سے ناصر کہہ رہا ہے کہ اے سی لگوا دوں، مگر تم مانتیں ہی نہیں۔"

"اماں! آپ جانتی ہیں نا ہم اتنا خرچ برداشت نہیں کر سکتے! بھلا بجلی کا بل کیسے دیں گے؟"

"ارے کون کہتا ہے میٹر پر چلاؤ، آدھی دنیا کے اے سی کنڈے پر چل رہے ہیں۔" "ہاناں امی جان! کنڈے پر چلالیں گے۔ نمرہ نے بھی دادی جان کی طرف داری کی۔" "نمرہ!! بیٹے ہم دنیا کی گرمی برداشت نہیں کر پاتے تو آخرت کا عذاب کیسے سہ پائیں گے؟ ماں کے اندر اتنی ہمت نہیں ہے بیٹا۔" سعدیہ کا لہجہ گلوگیر ہو گیا۔

احمر دادی کے پلنگ پر کتابوں میں سر دیے بیٹھا تھا ماں کے آنسو دیکھ کر تڑپ سا گیا۔ سمجھ نہ آیا نمرہ کو کیسے سمجھائے۔ توبہ توبہ کیسے زبان چلتی ہے دونوں کی۔

ناز ہے طاقت گفتار پہ انسانوں کو
بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو

احمر نے شعر پڑھتے پڑھتے کانوں کو ہاتھ لگایا۔ "ہم نے کب تنگ کیا بھائی؟" دونوں حیرت سے بولیں "اچھا تو یہ نالے کون سنا رہا تھا؟ ہائے گرمی ہائے اے سی"

نالے بلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
ہم نوا! میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں

احمر نے پھر بڑی لے میں شعر پڑھا۔ "کون سی فریادیں اور کون سے شکوے بھائی!! ٹھیک ہی تو کہہ رہے ہیں ہم۔ ایک تو رمضان اوپر سے اتنی گرمی اور اس پہ طُرّہ یہ لوڈ شیڈنگ... ٹھیک ہی کہا تھا اقبال نے:"

رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

زمین و آسمان سے بجلیاں گر رہی ہیں ہم پر۔ اوپر سے گرمی، نیچے سے لوڈ شیڈنگ!

اے خدا! شکوہ اربابِ وفا بھی سن لے
خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

وردہ بھی آسمان کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا کے بولی۔

"بس کر جاؤ علامہ اقبال کے پڑپوتو! شعر سنا سنا کے دماغ خالی کر دیا، چلو جاؤ یہاں سے۔" دادی اماں تخت پہ اپنا سروتا ڈھونڈتے ہوئے بولیں۔

"دادی اماں ابھی رکیے پلیز... مجھے ان لڑکیوں کو جواب دینے دیجیے ورنہ علامہ مرحوم کی روح پریشان رہے گی۔"

ہر کوئی مست مئے ذوقِ تن آسانی ہے
تم مسلماں ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے

”لڑکیو! سن لو اقبال کیا کہہ رہے ہیں: کیا ایسے ہوتے ہیں مسلمان کہ ذرا سی گرمی پڑے تو چوری کی بجلی پر ایئر کنڈیشن چلالیں“

قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمد کا تمہیں پاس نہیں!!

احمر نے افسوس سے کہا اور نمرہ، وردہ سر جھکا کر رہ گئیں۔ بلکہ سبھی خاموش ہو گئے تھے۔ اب صرف چھت میں لگے پنکھے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

رمضان کی تیاریوں میں ہفتہ گزرنے کا پتا بھی نہیں چلا۔ گھر کی خوب صفائی کی گئی۔ پردے دھلے، گاؤ تکیوں کے استر بدلے گئے، مسہری پر نیا پلنگ پوش بچھایا گیا، صوفوں پہ پڑی چادریں بھی دھو دھلا کر دوبارہ سیٹ کر دی گئیں۔ باورچی خانے کے کیبنٹ صاف کیے گئے۔ دو تین طرح کی چٹنیاں بنا کر فریج میں رکھی گئیں۔ قرآن مجید کے جزدان دھو کے عطر لگا کے دوبارہ چڑھائے گئے۔ مسنون دعاؤں کی کتابیں نکال کر الماری میں سامنے ہی رکھیں تاکہ ڈھونڈنی نہ پڑیں۔

◆◆◆

رمضان کی مبارک گھڑیاں شروع ہو چکی تھیں۔ غضب کی گرمی پڑ رہی تھی۔ صبح کے دس بھی نہ بجنے پاتے کہ سورج آگ اگلنے لگتا۔ پیاس سے حلق میں کانٹے پڑنے لگتے۔ سہ پہر ہوتے ہوتے تو تیں جواب دینے لگتیں۔ ساری خلقت ہی حواس باختہ تھی۔ ہوا بند ہونے کی وجہ سے سانس لینا بھی دشوار ہو جاتا۔ اب تو گرمی کے باعث اموات ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ لوڈ شیڈنگ نے الگ زندگی اجیرن کر دی تھی ہر جگہ ہر محفل میں ایک ہی تذکرہ! گرمی گرمی گرمی۔ کبھی حکومت کی نااہلیوں کو کوسا جاتا کبھی بجلی کے محکمے کو باتیں سنائی جاتیں کبھی مہنگائی کا رونا رویا جاتا۔ شاید کم ہی تھے، جن کا خیال اپنے گناہوں اور اپنی بداعمالیوں کی طرف گیا ہو۔

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے
ہم سے کب پیار ہے، ہاں نیند تمہیں پیاری ہے
طبعِ آزاد پہ قیدِ رمضاں بھاری ہے
تمہی کہہ دو، یہی آئینِ وفاداری ہے؟

اقبال کا ”جوابِ شکوہ“ گویا ان کے منہ پہ طمانچہ مار رہا تھا۔

◆◆◆

اسی حال میں روزے گزرنے لگے۔ برابر میں تائی اماں کا گھر تھا۔ نمرہ اور وردہ کو وہ روزانہ بلالیا کرتی تھیں کہ اتنی شدید گرمی ہے دوپہر کے وقت یہاں اے سی میں آرام کرلیا کرو آ کر۔ دونوں بہنیں دادی کے ساتھ ان کے گھر چلی گئیں۔

”جانے تم کس مٹی کی بنی ہو۔ اپنا نہیں تو بچوں کا ہی خیال کرو۔ کہتی ہو تو اے سی لے آتا ہوں میرا دوست بیچ رہا ہے آدھی قیمت پر۔ بجلی کا بھی کوئی مسئلہ نہیں۔ جمال بھائی کہہ رہے تھے، ہمارے کنڈے میں ہی کنکشن کر لینا، بل کا بھی کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ ناصر صاحب بیگم کو سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔

مگر سعدیہ کو یہ گرمی اتنی تکلیف نہیں دیتی تھی جتنی قبر کے اندھیروں اور سانپ بچھوؤں سے وحشت ہوتی۔ ابھی تو بجلی چوری کر کے ایئر کنڈیشن چلالیں لیکن قبر میں کیا ہوگا؟ کون بچانے آئے گا؟ سو ایک بار پھر انکار کر دیا۔ ”اُف خدایا میں تنگ ہوں تم سے۔“ ناصر نے ناراضی سے کہا اور اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گئے۔

سعدیہ وضو کر کے ظہر کی نماز پڑھنے لگیں۔ بجلی جا چکی تھی۔ وہ اپنا قرآن لے کر مسہری پر آ بیٹھیں۔ آنکھیں سامنے کھڑکی کے پردوں پر جمی تھیں، شاید کوئی ہوا کا جھونکا آئے اور زندگی کی نوید سنائے مگر کہاں؟ ہوائیں بھی اس شہر سے روٹھ چکی تھیں۔ پسینے سے شرابور سعدیہ قرآن کی تلاوت کرنے لگیں۔ جانے کو تو وہ بھی بچیوں کے ساتھ چلی جاتیں مگر وہ نہیں چاہتی تھیں کہ یہ مبارک گھڑیاں فضول باتوں میں ضائع ہوں۔ قرآن کے آخری پارے چل رہے تھے، جگہ جگہ جنت کی نعمتوں کا تذکرہ، جہنم کے خوفناک مناظر اور روز حشر کا بیان۔ تلاوت کرتے ہوئے جہاں دل جہنم کے خوف سے لرزاں وہیں جنت کا شوق بھی عروج پر تھا. رب العالمین کے دیدار کی تمنا روح کو پگھلائے دے رہی تھی۔ مگر پھر ہمت جواب دینے لگی۔ حلق خشک ہو گیا، گرمی سے سر چکرانے اور دم گھٹنے لگا، ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ سعدیہ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے:

”میرے اللہ! اب برداشت نہیں ہو رہا۔ ہم میں اتنی سکت نہیں کہ تیری آزمائش پر پورا اتر سکیں۔ اللہ رحم کر دے۔ ہم بہت سیہ کار ہیں۔ ہمارے گناہوں نے زمین و آسمان کو بھر دیا تیرے ہی در کے طلب گار ہیں مولی! اگر تو نے بھی نہ سنی تو کون سنے گا؟ ہماری تو تیں کمزور پڑ گئیں۔ ہمتیں جواب دے گئیں. یااللہ ہم گر چکے ہیں۔ اب اٹھنے کا یارا نہیں! اتو ہی ہمارا سہارا ہے. ہمارے گناہوں کو بخش دے. آسانی فرما دے اللہ! ہم مر رہے ہیں اس گرمی کے ہاتھوں زمین خشک ہو گئی، پانی سوکھ گیا۔ اللہ جی! میرا احمر، میری نمرہ، میری وردہ کے مردنی چھائے چہرے۔ ان کے سوکھے ہونٹوں پہ جمی پپڑیاں مجھ سے دیکھی نہیں جاتیں میرے اللہ. رحم!“

دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے وہ زار و قطار رو رہی تھیں کہ اتنے میں ہچکیوں سے ہچکولے کھاتے وجود کو اچانک ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ ہوا کا جھونکا تھا شاید!

انھوں نے بے اختیار چھت کی طرف نظر دوڑائی، شاید بجلی آ گئی ہو۔ مگر پنکھا تو بند تھا۔ پھر ہوا کا جھونکا کہاں سے آیا؟ اپنا وہم سمجھ کر پھر تلاوت کرنے لگیں۔ مگر اس بار ہوا کے جھونکے نے کھڑکی میں لگے پردوں کو بھی ہلا دیا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سہ پہر کے وقت ٹھنڈی ہوائیں تواتر سے آنے لگیں، روح تک میں تازگی اترنے لگی۔ اور سعدیہ بے اختیار سجدے میں گر کر رونے لگیں۔ ہر آنے والا دن موسم کی شدت کو کم کر رہا تھا۔ پر لطف ہوائیں چلنے لگی تھیں۔ راتیں پر سکون ہو گئیں۔ زندگی اپنے معمول پر رواں دواں تھی۔ نمرہ، وردہ اور احمر کے خوشی سے کھلکھلاتے چہرے تھے اور سعدیہ کی پر سکون مسکراہٹ۔

ZJ
Zaiby Jewellers
SADDAR
Jewellery
IS FORVER
COMPLIMENTING
ELEGANCE
021-35215455, 35677786
Zaibunnisa Street, Saddar, Karachi
zaiby.jeweller@gmail.com

وہ ایک لمحہ

احمد رضا انصاری

مئی کا مہینا تھا اور آج پہلا روزہ، سہ پہر کا وقت تھا جب فاران شہر کے مرکزی چوک میں واقع ایک دو منزلہ دکان شاہی دہی بڑے اینڈ سموسے پکوڑے میں داخل ہوا۔۔فاران اس دکان میں کام کرتا تھا۔رمضان المبارک کی وجہ سے اب دکان دوپہر کے بعد ہی کھلتی تھی۔۔۔دکان کے نچلے حصے میں اس کا استاد موجود تھا۔فاران نے انہیں سلام کیا اور اسی لمحے اس کی نظر ٹک گئی۔یہ نئی ریٹ لسٹ تھی۔اسے دیکھتے ہی فاران کے چہرے پر حیرت ناچ اٹھی۔۔۔اس نے نظر اپنے استاد ہر ڈالی جو ایک برتن میں دہی پھینٹنے میں منہمک تھا۔۔۔فاران نے دوبارہ اچٹتی سی نظر ریٹ لسٹ پر ڈالی۔۔۔

- سادا سموسا پچیس روپے
- قیمے والا سموسا چالیس روپے
- دہی بڑے بڑی پلیٹ ستر روپے
- چھوٹی پلیٹ پچاس روپے
- پکوڑے ایک سو پچاس روپے پاؤ۔۔۔

کل اور آج کی ریٹ لسٹ میں بہت فرق تھا۔رات ہی رات میں جانے کیوں استاد نے قیمت میں اتنا اضافہ کر دیا تھا۔وہ سوچتے ہوئے دکان کی صفائی میں مشغول ہو گیا۔۔پھر استاد نے کہا اوپر سے سامان لا کر شوکیس میں رکھنا شروع کر دو تو فاران سیڑھی کے ذریعے دکان کے اوپر والے حصے میں چلا آیا۔یہاں دو اور لڑکے کام کر رہے تھے۔۔یہ ہادی اور واسع تھے۔۔۔دکان کا یہ حصہ اسٹور اور کچن کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔۔۔ایک طرف دو چولہوں پر بڑے بڑے پتیلے چڑھے تھے جن میں سموسوں کے لیے آلو اور قیمہ ابالا جا رہا تھا۔۔۔

ہادی سلاد کے لیے ٹماٹر، پیاز، بند گوبھی اور کھیرے کاٹ رہا تھا۔۔واسع سموسوں کے لیے میدہ گوندھ کر اب ان کی پٹیاں بنا رہا تھا۔۔ہادی فاران کو دیکھ کر بولا: "بوندیاں اور بڑے پانی میں بھگو دو تاکہ وہ جلد نرم ہو جائیں۔۔۔" فاران نے ایک خالی بالٹی میں پانی بھرا اور اس میں دونوں چیزیں ڈال دی۔۔۔اس کا دماغ ابھی تک ریٹ لسٹ میں الجھا ہوا تھا۔

"یہ استاد نے آج ریٹ میں اتنا اضافہ کیوں کر دیا۔۔؟" اس نے ہادی سے پوچھا۔

"ارے بھولے بھیا۔۔کیا تمہیں نہیں معلوم؟" ہادی نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔واسع بھی ہنس پڑا تھا۔۔"مجھے واقعی نہیں پتا۔۔" فاران نے ہنستا دیکھ کر ناراضی سے دونوں کو گھورا تھا۔"بھئی آج پہلا روزہ ہے۔۔۔اسی لیے استاد نے قیمتیں بڑھا دی ہیں۔۔۔تمہیں پتا تو ہے ہی، رمضان میں سب اشیاء دگنی تگنی مقدار میں فروخت ہوتی ہیں۔اور دکان دار قیمت میں اضافہ کر بھی دیں تو گاہک کوئی خاص شکایت نہیں کرتا۔وہ چاہتا ہے افطاری سے پہلے اس کی مطلوبہ چیز اسے مل جائے۔۔۔" ہادی بولتا چلا گیا۔

"یہ تو لوگوں کی مجبوری کا دانستہ فائدہ اٹھانے والی بات ہوئی۔۔۔" فاران نے کہا

"ہم تو اس دکان پر ملازم ہیں بھیا۔اپنے استاد کو وعظ تھوڑی کر سکتے ہیں۔ان کی مرضی جو چاہے کریں۔۔" اتنا کہہ کر واسع نے سلاد والی ایک ٹرے اٹھائی اور سیڑھی سے نیچے اتر گیا۔۔۔

"رمضان آتے ہی ایسے لوگوں کی چاندی ہو جاتی ہے۔اگر یہ ناجائز منافع خوری چھوڑ کر جائز منافع لیں تو مجھے امید ہے ان کی آمدن میں برکت ہو گی۔کاش یہ بات ایسے لوگوں کو سمجھ آ جائے۔۔۔" فاران نے اپنے خیال کا اظہار کیا تھا۔۔ہادی بھی ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔۔

◆◆◆

فاران ایک سفید پوش خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔۔۔اس کے ابو ایک مزدور تھے۔۔۔۔فاران کے دو چھوٹے بہن بھائی تھے۔۔وہ تینوں اسکول پڑھ رہے تھے۔۔فاران پندرہ سال کا تھا اور میٹرک کا طالب علم تھا۔۔ہر سال رمضان کے مہینے میں وہ بازار میں سیکنڈ ٹائم کسی دکان پر ملازم ہو جاتا تھا۔۔اس طرح عید کی تیاری کے لیے ان کے گھر کچھ پیسے آ جاتے تھے۔۔۔اس سال وہ ایک سموسوں والی دکان پر کام کر رہا تھا۔۔۔یہ شہر کی ایک مشہور دکان تھی۔۔لوگ دور دراز سے یہاں سموسے اور دہی بڑے لینے آتے تھے۔۔۔عصر کے بعد دکان پر رش بہت بڑھ جاتا تھا۔۔۔

ایک دو دن تو گاہکوں نے ریٹ کی شکایت کی لیکن پھر سب چپ ہو گئے اور بات صرف ریٹ تک ہی نہیں تھی حسن صاحب نے مال بھی ناقص لینا شروع کر دیا تھا۔۔۔سبزی منڈی سے خراب سبزیاں لائی جانے لگیں۔۔گلے سڑے ٹماٹر، پیاز، آلو اور کئی دن پرانی گوبھی۔۔۔ہادی اور واسع چھریاں اٹھا کر کسی ماہر سرجن کی طرح سبزیوں کے گلے سڑے حصے علاحدہ کر دیتے تھے۔آئل بھی دو نمبر کا الٹی کا آنے لگا۔۔۔

اپنی عادت سے مجبور فاران نے دو تین بار حسن صاحب کو کہا:»۔ملاوٹ کرنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور کہا جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔۔۔۔»

لیکن ہر بار استاد نے جھڑک کر اسے خاموش کرا دیا۔۔اپنی نوکری چھن جانے کے ڈر سے فاران نے اب بولنا ہی چھوڑ دیا تھا۔لیکن دل ہی دل میں وہ ایسے کاموں کو برا ہی سمجھتا رہا۔۔۔

پانچویں روزے کو فوڈ اتھارٹی والوں نے دکان پر چھاپا مارا۔۔۔کچن میں خراب سامان دیکھ کر انہوں نے حسن صاحب پر بھاری جرمانہ عائد کر دیا۔۔۔وہ تو دکان کو سیل کرنے لگے تھے کہ حسن صاحب کی منت سماجت پر انہوں نے رعایت کر دی۔۔چھاپے سے دکان کی ساکھ خراب ہو چکی تھی، گاہکوں کی تعداد کم ہونے لگی۔۔۔حسن صاحب اس صورت حال سے بہت دل برداشتہ تھے۔۔۔وہ اندر سے بہت نادم تھے۔۔۔ایک دن انہوں نے خبریں سننے کے لیے ٹی وی آن کیا تو نیوز اینکر کی آواز دکان میں گونجنے لگی۔۔۔

"امریکا، کینیڈا اور یورپی ممالک میں رمضان المبارک میں مسلمانوں کے لیے اشیاء خور و نوش میں تیس سے پچاس فی صد تک رعایت۔۔۔"

حسن صاحب کام چھوڑ کر غور سے خبر سننے لگے۔۔۔ان کے چہرے پر پھیلے شرمندگی کے سائے فاران بخوبی دیکھ سکتا تھا۔۔۔اب استاد آہستہ آہستہ ریٹ لسٹ کی جانب بڑھا اور مارکر اٹھا کر سب چیزوں کی وہی قیمتیں لکھنے لگا جو رمضان المبارک سے پہلے تھیں۔۔۔یہ دیکھ کر فاران کی آنکھیں خوشی سے نم ہو گئیں۔۔سیڑھیاں اترتے ہادی اور واسع بھی یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے تھے۔۔۔

ایک ہی لمحے میں حسن صاحب کی سوچ یکسر بدل گئی تھی۔۔۔انہوں نے مسکراتے ہوئے فاران کو دیکھا اور واپس مڑ گئے۔۔۔اگلے دن سبزی منڈی کی گاڑی دکان سے سامنے رکی تو اس پر تازہ سبزیاں لدی تھیں۔۔۔

ہدایت

انعم توصیف

"مجھے نہیں جانا مدرسے۔ مزہ نہیں آتا وہاں۔"
"بری بات۔۔۔ ایسے نہیں کہتے مناہل۔"
"مما! بہت مشکل ہوتا ہے پڑھنا۔ باجی کہتی ہیں حلق سے آواز نکالو "ح" کی اور مجھ سے نکلتی نہیں، میرے گلے میں درد ہو جاتا ہے۔" اس نے معصومیت سے کہا۔

رابعہ بیگم نے مناہل کو چند ہفتے پہلے ہی گھر کے قریب مدرسے میں داخل کروایا تھا۔ شروع شروع میں مناہل شوق سے مدرسے جاتی۔ لیکن اب مدرسے کا نام سنتے ہی وہ رونا شروع کر دیتی۔ آج بھی رابعہ بیگم نے محبت سے اسے سمجھانا چاہا، لیکن وہ جانے پر تیار نہ ہوئی۔ مناہل اسکول میں ہمیشہ پوزیشن لیتی تھی۔ اس لیے اس پہ سختی کی ضرورت نہیں تھی لیکن مدرسے نہ جانے کی ضد پریشانی کا باعث ضرور بنی ہوئی تھی۔ ربعہ بیگم تجوید سے وہ ناآشنا تھیں۔ اس وجہ سے وہ اس کو پڑھا بھی نہیں پاتی تھیں۔

◆◆◆

"اَلسَلامُ عَلَیکُم! کیسی ہو رابعہ؟" گھنٹی کی آواز پہ انہوں نے جا کر دروازہ کھولا تو سامنے نقاب میں کھڑی خاتون کو خود سے مخاطب دیکھ کر انہیں حیرت ہوئی۔

"وَعَلَیکُم السَّلَام! اللہ کا شکر ہے۔ لیکن آپ؟" وہ پہچان نہیں پا رہی تھیں۔ "آواز بھی نہیں پہچان رہیں اب؟"۔ خاتون نے کہا "ارے سارہ تم! کہاں غائب ہو! میں نے تم سے رابطے کی اتنی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔" سارہ نے ہنس کر جواب دیا۔ "ارے ارے آرام سے میری دوست! سب بتاؤں گی لیکن پہلے اندر تو آنے دو۔"

"اوہ معذرت! آؤ آؤ اندر آؤ" خوشی ان کے چہرے سے چھلک رہی تھی۔ "یہ تم نقاب پوش کب سے بن گئیں؟" "بس تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔" سارہ نے نرمی سے جواب دیا۔

"تم غائب کہاں ہو گئی تھیں یہ تو بتاؤ۔" پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے انہوں نے پھر پوچھا۔ "آخری مرتبہ جب ہماری بات ہوئی تھی تو قرآن پاک کی ایک آیت کے بارے میں کتنا پریشان تھی۔ یاد ہے نا؟"

"نہیں مجھے تو نہیں یاد۔ لیکن اس کا میرے سوال سے کیا تعلق؟" ان کی آواز میں واضح حیرت تھی۔ "بہت گہرا تعلق ہے۔ میں قرآن پاک کی اس آیت کو لے کر بہت پریشان تھی۔ اس کا ترجمہ اور مفہوم سمجھ نہیں پا رہی تھی، مجھے بہت دکھ ہوا کہ اتنا پڑھنے لکھنے کے باوجود ہم قرآن پہ کبھی غور ہی نہیں کرتے۔ یا شاید ہم سمجھنا ہی نہیں چاہتے۔ میں نے قرآن پاک کو سمجھنے کے لیے ایک مدرسے میں داخلہ لیا۔ بس اس کے بعد ہی یہ سب تبدیلیاں آئی ہیں، الحمد للہ۔ دراصل قرآن کو سمجھنے کے لیے تفسیر پڑھنا بہت ضروری ہے۔ خود سے ترجمہ پڑھ کر سمجھنے کی کوشش میں ہم گمراہ بھی ہو سکتے ہیں۔ جب ہم گھر بیٹھے ڈاکٹر نہیں بن سکتے تو اللہ کا کلام بنا کسی استاد کے کیسے سمجھ سکتے ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن عالمہ بننا ہو تو آپ مدرسے کا رخ کریں۔ گھر بیٹھے بھی آپ سمجھنے کے لیے خود سے عربی کی لغت لے کر بیٹھ جاؤ تو سمجھا جا سکتا ہے۔" رابعہ بیگم درمیان میں ہی بول پڑیں۔ "یہی بات میرے ذہن میں بھی آئی تھی۔ اس کا جواب بھی مجھے مدرسے جا کر ہی ملا۔ اب ایک آیت ہے، اس میں جو بیان ہوا ہے، اس کا سرا دوسری آیت سے ملتا ہے۔ جب ہم کسی استاد سے پڑھتے ہیں وہ ہی ہمیں اس آیت کے متعلق بخوبی بتا سکتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے پاس پورے قرآن کا علم ہوتا ہے۔ وہی جانتے ہیں، ایک آیت کا دوسری آیت سے کیا تعلق ہے؟ سارے اشکالات کو کوئی عالم ہی حل کر سکتا ہے۔"

"بات تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ اللہ جسے ہدایت دے۔"

"بے شک ہدایت دینے والا اللہ ہے۔ لیکن ہم سب کچھ مانگتے ہیں اپنے رب سے بس ہدایت ہی نہیں مانگتے۔ تمہیں معلوم ہے۔ جب میں مدرسے گئی تب مجھے پتا چلا کہ میں تو اتنے عرصے سے قرآن پاک کی تلاوت بھی غلط کرتی ہوں۔ ہم پہ لازم ہے کہ ہم تجوید کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کریں۔ ہم دنیا کے کاموں کے لیے اتنا وقت نکالتے ہیں۔ قرآن پاک کو سمجھنا تو دور درست تلفظ سیکھنا بھی ضروری نہیں سمجھتے۔ "ز" اور

”ذ“ میں کیا فرق ہے ہمیں معلوم ہی نہیں۔ بس پڑھے جارہے ہیں اردو کی طرح۔ مگر ہم آدھا گھنٹا بھی نہیں نکالتے اپنی آخرت کے لیے۔“

”یہ سب باتیں تمہاری ٹھیک ہیں لیکن وقت کہاں ہوتا ہے یہ سب کرنے کا۔ تمہارے بچے نہیں، تم آرام سے وقت نکال لیتی ہو اس سب کے لیے۔۔۔“

”کھانا پکانے کی مختلف ترکیبیں سیکھنے کے لیے، فون پہ گھنٹوں ادھر ادھر کی باتوں اور فیس بک کے لیے ہم وقت نکال لیتے ہیں۔ چاہیں تو اس نیک مقصد کے لیے بھی باآسانی وقت نکال سکتے ہیں، لیکن شیطان ہے جو ہمارے دل میں ایسے بہانے ڈال کر ہمیں نیک کاموں سے روکتا ہے۔“

”مجھے معاف کرنا۔ میرا مقصد تمہارا دل دکھانا ہرگز نہیں تھا۔“

”ارے نہیں۔ دل دکھانے کی کیا بات ہے۔ اولاد اللہ کی دین ہے۔ جب اللہ چاہے گا دے گا۔ کھانا نہیں کھلاؤ گی کیا آج؟“ افسردگی سے کہتے کہتے ایک دم خوشگوار موڈ میں انہوں نے بات پلٹی۔ ”کیوں نہیں کھلاؤں گی۔ مناہل کی فرمائش پہ بریانی بنائی ہے۔ وہ بس اسکول سے آتی ہی ہوگی۔“ کھانا کھا کر سارہ تو اپنے گھر چلی گئی تھیں۔ لیکن رابعہ بیگم تب سے ہی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

◆◆◆

”خیریت تو ہے؟ آپ کو یوں گم صم دیکھ رہا ہوں، آج تو آپ کی سہیلی بھی آئی تھی۔ آپ کو تو خوش ہونا چاہیے تھا۔“ رات کو لیٹتے ہوئے ابراہیم صاحب نے سوال کیا۔

”جی بس کچھ نہیں، میں خوش ہوں۔ مجھے آپ سے اجازت چاہیے۔“ رابعہ بیگم نے جواب دیا۔ اجازت کس بات کی؟ ابراہیم صاحب نے پوچھا۔

انہوں نے پوری بات ابراہیم صاحب کو بتائی تو وہ بولے: ”ارے واہ! زبردست، آپ کل سے ہی اس پہ عمل کریں۔“

◆◆◆

”مناہل بیٹا! جلدی سے کھانا کھاؤ۔ مدرسے کا وقت ہو رہا ہے۔“ ”مما! اتنے دن سے میں نہیں جا رہی۔ باجی ڈانٹیں گی۔“

”میں بھی چلوں گی آپ کے ساتھ۔“ انہوں نے جواب دیا۔ ”لیکن مما! آپ تو چھوڑ کر آجائیں گی نا۔“ ”اور اگر میں بھی آپ کے ساتھ بیٹھوں تو!“ انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”آپ وہاں بیٹھ کر کیا کریں گی“ مناہل نے پوچھا۔ ”میں نے قرآن تجوید سے نہیں پڑھا ہوا نا تو میں بھی پڑھوں گی۔“ انہوں نے جواب دیا

”مما آپ سچ میں چلیں گی نا میرے ساتھ؟ وہاں سب بچے ہوتے ہیں۔“ مناہل سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ ”میری فون پہ آپ کی باجی سے بات ہو گئی ہے۔ آپ بس جلدی سے وضو کر شاباش۔“

”اب تو مجھے دل لگا کر پڑھنا ہوگا ورنہ آپ مجھ سے آگے نکل جائیں گی۔ میں ابھی وضو کر کے آئی۔“ مناہل کو جاتا دیکھ کر ان کے دل پہ ڈھیروں سکون اتر گیا۔ اللہ نے انہیں بھی ہدایت سے دیا تھا۔

”میں آپا کو کبھی معاف نہیں کر سکتی، انہوں نے نمرہ کے آئے ہوئے رشتے کو روک دیا ہے، میرے دل پہ یہ بات نقش ہو گئی ہے۔ اب کبھی میرا دل ان کی طرف سے صاف نہیں ہو سکتا“ نیند کی وادیوں میں جاتے ہوئے روشان کے کان میں ماں کے یہ الفاظ پڑے اور وہ سو گیا۔

”امی امی! بھوک لگ رہی ہے، کھانا لگا دیں جلدی سے۔“ اگلے دن روشان اسکول سے آیا تو پہلے سے کھانا نہ لگا دیکھ کے پریشان ہو گیا۔۔۔ فرزانہ بیگم دوسرے کمرے میں اسٹول پہ چڑھے جالے صاف کر رہی تھیں۔

”کیا کر رہی ہیں امی! پہلے کھانا دیں نا! بھوک لگی ہے بہت زور کی“۔

”بیٹا جالے صاف کر رہی ہوں، رمضان المبارک کا مقدس مہینا آرہا ہے تو گھر کو اچھے طریقے سے صاف کرنا چاہیے تاکہ بابرکت مہینے میں عبادت کا خوب مزہ آئے“۔

ماں کی بات سن کر روشان گہری سوچ میں پڑ گیا۔

”کیا سوچ رہا ہے میرا بیٹا!“ فرحانہ بیگم اسٹول سے اترتے ہوئے بولیں۔۔

”امی میں یہ سوچ رہا ہوں کہ جب آپ یہ چاہ رہی ہیں کہ رمضان آئے تو گھر صاف ہو، کہیں سے میلا نہ ہو تو امی کیا رمضان صرف ہمارے گھر میں آرہا ہے؟ کیا ہمارے دل کا رمضان سے کوئی تعلق نہیں؟“

گیارہ سالہ روشان کی بات پر فرزانہ بیگم چونک سی گئیں۔

”کیا مطلب ہے تمہارا بیٹا!“

”مطلب یہ کہ امی آپ پھپھو آپا سے کسی بات پر ناراض ہوئی ہیں۔۔ اور آپ کا دل صاف نہیں یعنی کہ میلا ہے تو امی ایسی حالت میں بھلا دل سے عبادت میں مزہ کیسے آئے گا؟ ہمیں اپنے گھر میں جالے گوارا نہیں تو سوچنے کی بات ہے، دل میں بدگمانی اور دوسروں کے بارے میں غبار اور میل کیسے گوارا کر لیتے ہیں" روشان اپنی ماں کے ہاتھ تھامے بہت کچھ سکھا رہا تھا۔“

”ٹھیک کہتے ہو میرے بچے ہم گھر کی صفائی کا خاص خیال رکھ لیتے ہیں لیکن جس دل میں اللہ ہوتا ہے، اس کی صفائی کا خیال ہی نہیں رکھتے۔ تم نے توجہ دلائی، میں نے ان سب لوگوں کو معاف کیا، جنہوں نے مجھے کبھی چھوٹی بڑی کوئی تکلیف پہنچائی۔“ یہ کہتے ہوئے انہوں نے روشان کی پیشانی چوم لی۔

PERVAIZ UMAR
ENTERPRISE

Highly Experienced Clearing & Forwarding Agents
Advisors and Attorneys in Customs Cases

We are a leading CLEARING, FORWARDING concern operating in Pakistan. We excel to the entire satisfaction of our long list of clientele who have always reposted their complete confidence on us. Imbued with this sense of achievement, we are proud of our countrywide clientele of repute. We are approved and enlisted Clearing and Forwarding Agents of all Commercial and National Banks in Pakistan.

We have vast experience of handling more than 65% imports of Heavy Plants, Machinery and Turn-Key Projects of "Textile, Sugar, Cement and Power Sectors" besides other industrial raw material and commercial consignments, which have enabled us to adopt and handle all sorts of imports and have become our permanent business associates.

Head Office, Karachi

1st Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road
TEL: 021-32630724 - 32633641 FAX: 021-32633646
EMAIL: pervaizumar@hotmail.com
headoffice@pervaizumarenterprise.com

Branch Office, Lahore

19-G, Gulberg II, Lahore.
Tel: 042-35764929 - 35764933
Fax: 042-35764934

سحری کی برکت

اہلیہ محمد فیصل

رمضان کی آمد آمد تھی، شعبان کا آخری ہفتہ چل رہا تھا۔ ایمن انتہائی پرجوش نظر آرہی تھی لیکن سسرال والے ایمن کو کچھ زیادہ پرجوش نہیں دکھائی دے رہے تھے، خصوصاً علی جو اس کے شریکِ حیات تھے، ان کے اندر وہ جذبہ اور شوق نظر ہی نہیں آرہا تھا، جو اسے اپنے والد اور بھائی کے اندر نظر آتا تھا ایمن کی نئی نئی شادی ہوئی تھی، اور یہ سسرال میں اس کا پہلا رمضان تھا۔

علی کا گھرانا تھوڑا بہت مذہبی تو تھا لیکن رمضان کے لیے خصوصی اہتمام ایمن کو یہاں اپنے میکے جیسا نظر نہیں آرہا تھا۔ ساس سسر کی طرف سے تو تھوڑا بہت بہت اہتمام تھا لیکن علی جو اس کے شریکِ حیات تھے، جن سے اسے بہت ساری امیدیں وابستہ تھیں وہ روزے اور تراویح کے سلسلے میں زیادہ پرجوش نظر نہیں آرہے تھے، سحری سے تو ان کی جان جاتی تھی اور ایمن کے لیے یہ ساری باتیں، بہت زیادہ دکھ کا باعث بن رہی تھیں۔ شادی کو ابھی اتنا عرصہ بھی نہیں ہوا تھا کہ وہ بلا جھجک اپنے شوہر کو سب کچھ سمجھا سکے اور ان کو قائل کر سکے کہ یہ ماہ مبارک ہمارے لیے کیسے کیسے انعامات اور اکرامات لے کر آتا ہے۔

چاند رات ہو چکی تھی اور اب کل پہلا روزہ تھا ایمن جلدی جلدی کام نمٹا رہی تھی تاکہ اہتمام کے ساتھ تراویح ادا کر سکے لیکن علی بہت ہی سستی اور کسل مندی سے کھانا کھا رہے تھے اور اب انھوں نے ایمن کو چائے بنانے کا بھی کہہ دیا ایمن نے دبے دبے لفظوں میں ان سے کہا بھی کہ آپ تراویح ادا کر کے آجائیں تو میں چائے بنا کر رکھتی ہوں، مگر وہ بھی چائے پینے پر ہی مصر تھے، ایمن کو چار و ناچار چائے بنا کر دینی پڑی۔ اسی میں کافی دیر ہو گئی۔ بڑی مشکل سے سمجھا بجھا کر ایمن نے علی کو تراویح کے لیے روانہ کیا اور خود جانماز پر کھڑی ہوئی۔

"دیکھو! ایمن میری عادت نہیں ہے گہری نیند چھوڑ کر اٹھنے کی میرے سر میں درد ہو جاتا ہے۔ تم ایسا کرو رات بارہ بجے تک میرے لیے سحری تیار کر دینا میں سحری کھا کر ہی سوؤں گا تاکہ صبح نیند پوری ہو سکے اور دفتر میں مجھے پریشانی نہ ہو۔" علی کی یہ بات سن کر ایمن ہکا بکا رہ گئی۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ سحری کے لیے نہیں اٹھیں گے؟ آپ کو تو معلوم ہے کہ سحری کی فضیلت اور اہمیت کتنی زیادہ ہے۔ اور یہ صرف ایک ماہ کی تو بات ہے، اور اس ماہ مبارک میں ایسا ماحول بنا ہوتا ہے کہ سحری کے لیے اٹھنا بھی آسان ہو جاتا ہے، بلکہ یہ وقت اللہ کی رضا کے ساتھ ساتھ نورانیت کا باعث بھی ہے۔" ایمن جذبے سے بولی۔

"ہاں ہاں! مجھے سب پتا ہے لیکن مجھ سے اٹھا ہی نہیں جاتا"۔ علی نے ذرا درشتی سے ایمن کو ٹالا۔ "اچھا آپ میری خاطر اٹھ کر تو دیکھیں دو تین دن میں ترتیب بن جائے گی پھر میں سر میں درد بھی نہیں ہوگا۔" ایمن نے اپنے تئیں سمجھانا چاہا۔

"نہیں میں نے کہا نا کہ مجھ سے نہیں اٹھا جاتا۔" علی صاحب غصہ ہو گئے۔

ایمن کی آنکھوں میں دو ننھے ننھے قطرے چمک اٹھے۔ واقعی! ایک نئے ماحول میں اپنے آپ کو ڈھالنا لڑکی کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے اور جہاں بات دین کی ہو، وہاں پر برداشت کرنا زیادہ مشکل ہو جاتا ہے۔

ایمن دل ہی دل میں مناجات کر رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ علی کو راہ راست پر لانے کے لیے بھی سوچ رہی تھی اور پھر اسے امجد صاحب یعنی اپنے والد کا خیال آیا، دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں ان کی بات بڑا اثر رکھتی تھی، اگلے روز وہ اپنے والد صاحب سے فون پر ساری کیفیت بیان کر رہی تھی، امجد صاحب نے اسے تسلی دی۔ خصوصی دعا کا یقین دلایا اور موقع ملتے ہی علی کی ذہن سازی کا بھی وعدہ کیا۔

آج امجد صاحب کے ہاں ایمن اور علی کی دعوت تھی اور امجد صاحب پر تپاک انداز میں داماد کا استقبال کرتے ہوئے گویا ہوئے:

"السلام علیکم آؤ بیٹا! کیسے ہو؟ رمضان کیسا گزر رہا ہے! اور کام کیسا چل رہا ہے؟"

"الحمد للہ انکل کاروبار تو خوب ترقی کر رہا ہے لیکن پیسے آتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں ایسا لگتا ہے برکت نہیں رہی! آپ برکت کے لیے دعا کیجیے"

"ہاں بیٹا آج کل یہ بے برکتی کی وبا تو بہت عام ہو رہی ہے" تھوڑی دیر ان کے درمیان تبادلہ خیال ہوتا رہا، پھر امجد صاحب بولے:

"آجاؤ بیٹا، افطاری کا وقت ہوا چاہتا ہے۔ ہم لوگ افطاری سے پہلے تھوڑی سی تعلیم کا اہتمام کرتے ہیں، امید ہے آپ برا نہیں منائیں گے" امجد صاحب نرمی سے بولے۔ "ارے نہیں انکل! اس میں میں برا کیا منانا۔" علی نے خوش دلی سے کہا۔

بقیہ ص 53 پر

صدقہ جاریہ

قرۃالعین ہاشمی

''مولوی صاحب! عبداللہ کو معاف کر دیں!''
رفیق نے مسجد میں ادب سے داخل ہوتے ہوئے سامنے بیٹھے مولوی کرامت کو دیکھ کر نرم لہجے میں درخواست کی۔ مولوی کرامت بچوں کو قرآن پاک پڑھا رہے تھے۔ مولوی کرامت نے ایک نظر اٹھا کر پہلے رفیق اور پھر سر جھکائے شرمندہ کھڑے عبداللہ کی طرف دیکھا۔

''بیٹھ جاؤ عبداللہ!'' مولوی کرامت نے سنجیدہ لہجے میں عبداللہ کو قرآن پڑھنے کی اجازت دی تھی۔'' بے ہدایتا! جا پہلے وضو کر کے آ!'' رفیق نے عبداللہ کو جھاڑتے ہوئے کہا تو عبداللہ تیزی سے وضو خانے کی طرف بڑھ گیا۔ رفیق، مولوی کرامت سے کچھ دور فاصلے پر بیٹھ گیا۔

''رفیق! ہر بار عبداللہ ایسا ہی کرتا ہے! سپیارہ پڑھتے پڑھتے اچانک کسی بہانے اٹھ کر چلا جاتا ہے! بہت بار اسے پیار سے سمجھایا، ڈانٹا بھی، مگر عبداللہ باز نہیں آیا۔ ہر بار معذرت کرتا ہے اور کچھ دنوں کے بعد پھر وہ ہی حرکت! اس کے ساتھ کے سب بچے بہت آگے چلے گئے ہیں اور یہ ابھی تک پہلے سپیارے پر رکا ہوا ہے!'' مولوی کرامت نے سنجیدگی سے کہا۔

''میں کیا کروں مولوی صاحب! بہت مارتا ہوں، بہت سمجھاتا ہوں، مگر اسے ہر وقت کھیلنے کودنے سے ہی فرصت نہیں ملتی ہے! بہت ضدی اور بد تمیز ہو گیا ہے!'' رفیق نے پریشانی سے کہا۔

''آپ کی زیادہ سختی اور مار کی وجہ سے ہی عبداللہ اتنا ڈھیٹ ہو گیا ہے!'' مولوی کرامت نے سنجیدگی سے کہا۔ اسی وقت وضو کر کے عبداللہ وہاں آ کر بیٹھ گیا۔ مولوی کرامت اسے سبق دینے لگے۔ عبداللہ بہت توجہ سے سن اور پڑھ رہا تھا۔ رفیق بہت محبت بھری نگاہوں سے اسے پڑھتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد رفیق وہاں سے اٹھ کر چلا گیا

کچھ دن تک سب معمول کے مطابق رہا۔ عبداللہ پابندی سے مسجد جا رہا تھا۔ عبداللہ کی عمر نو سال کی قریب تھی۔ عبداللہ کو کھیل کود سے بہت دلچسپی تھی۔ اسے پڑھنا اچھا نہیں لگتا تھا۔ اس لیے وہ اکثر اسکول سے بھی چھٹی کر لیتا تھا اور مسجد جانے کی بجائے، دوستوں کے ساتھ کھیل کود میں لگ جاتا۔ وہ اکثر اپنے باپ سے کہتا رہتا کہ وہ پڑھنا نہیں چاہتا، رفیق کبھی پیار سے اور کبھی سختی سے اسے سمجھانے کی کوشش کرتا مگر عبداللہ پر کسی بات کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ رفیق کی بہت خواہش تھی کہ اس کی اکلوتی اولاد پڑھ لکھ جائے۔ وہ دن رات مزدوری کرتا، محنت کرتا، وہ بھلے خود اپنی خواہشوں اور ضرورتوں پر سمجھوتا کر لیتا تھا مگر وہ عبداللہ کو بہتر مستقبل دینے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔ عبداللہ کو اپنے باپ کی قربانیوں اور محنت کا احساس بالکل بھی نہیں تھا۔ سالانہ امتحان کا نتیجہ آیا تو عبداللہ سب مضامین میں بری طرح فیل ہو گیا۔ رفیق پڑھا لکھا نہیں تھا۔ اسے جب اسکول بلوا کر عبداللہ کے نتیجے سے آگاہ کیا گیا تو وہ بہت شرمندہ اور دکھی ہوا۔ واپسی کے سفر میں عبداللہ بہت ڈرا ہوا اور چپ تھا۔ اسے یقین تھا کہ رفیق گھر جا کر اسے بہت مارے گا۔ رفیق تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا عبداللہ سے آگے چل رہا تھا۔ ایک جگہ جا کر رفیق اچانک رک گیا۔ عبداللہ نے پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ دیکھا کہ وہ قبرستان کے پاس کھڑے ہیں۔ عبداللہ نے حیران نظروں سے باپ کی طرف دیکھا۔

رفیق ایک قبر کے پاس آ کر رک گیا تھا۔ عبداللہ اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ قبر اس کے دادا جان کی ہے۔ ''ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟'' عبداللہ نے حیران نظروں سے باپ کی طرف دیکھا۔

رفیق اداس نگاہوں سے قبر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا: ''جب میں تمہاری عمر کا تھا

تو میں بھی اپنے والد کی کوئی بات نہیں مانتا تھا!" عبداللہ غور سے باپ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ "میری طرح، تمہارے دادا جان کو بھی بہت شوق تھا کہ میں پڑھ لکھ جاؤں! مگر میں ان پڑھ ہی رہا! نہ اسکول گیا اور نہ مدرسے! اس لیے تو آج نہ ٹھیک سے نماز آتی ہے اور نہ قرآن پڑھ سکتا ہوں!"

رفیق کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ عبداللہ نے باپ کا ہاتھ تھام لیا۔ اسے باپ کو اس حالت میں دیکھ کر دکھ ہو رہا تھا۔ "ابا! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اس لیے کہ میں فیل ہو گیا ہوں؟" عبداللہ نے حیرت سے سوال کیا تو رفیق نے نفی میں سر ہلایا۔

"بلکہ! اس لیے کہ اپنے باپ کی طرح میں بھی بدقسمت ہوں! جس کی اولاد اس کے لیے صدقہ جاریہ نہیں بنے گی! جس کی اولاد اپنے والدین کی بخشش اور ایصال ثواب کے لیے کچھ پڑھ کر بخش نہیں سکے گی!" رفیق نے روتے ہوئے کہا۔ "کیا مطلب ابا!" عبداللہ نے حیرت سے سوال کیا۔

"ایک بار نماز جمعہ سے پہلے مولوی صاحب بتا رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک نیک آدمی کا اللہ تعالی جنت میں ایک درجہ بلند کرتا ہے تو وہ پوچھتا ہے کہ اے اللہ! مجھے یہ درجہ کیوں ملا ہے؟ تو اللہ تعالی فرماتا ہے: "تمہاری اولاد نے تمہارے لیے بخشش کی دعا کی ہے!" (سنن ابن ماجہ) اس دن مجھے سمجھ آیا کہ میرا باپ کیوں بار بار کہتا تھا کہ "نیک اولاد صدقہ جاریہ ہوتی ہے۔" میں اپنے مرحوم والدین اور اپنی آخرت کے لیے تمہیں اچھی تربیت اور تعلیم دے کر صدقہ جاریہ بنانا چاہتا تھا مگر تم بھی میری طرح ہی نکلے!"

رفیق نے اداسی سے کہا اور اپنے والد کی قبر پر دعا مانگ کر واپس پلٹ گیا۔ عبداللہ نے بھیگی آنکھوں سے دادا جان کی قبر کو دیکھا اور پلٹ کر باپ کے پیچھے چلنے لگا۔ اس دن کے بعد سے رفیق نے عبداللہ کے اسکول اور مدرسے کی فکر کرنا چھوڑ دی تھی۔

رفیق نے دل سے مان لیا تھا کہ عبداللہ لکھنے پڑھنے میں دل چسپی نہیں رکھتا۔ وہ عبداللہ سے مایوس ہو گیا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد، ایک دن رفیق کو مولوی کرامت نے مسجد بلوایا۔ رفیق کو یہی خیال آیا کہ مولوی کرامت نے عبداللہ کی شکایت لگانا ہوگی مگر جب رفیق ان سے ملنا گیا تو عبداللہ کو زور و شوق سے قرآن پڑھتے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ مولوی کرامت نے گرم جوشی سے رفیق سے ہاتھ ملایا اور اسے اپنے پاس بیٹھا کر عبداللہ کو اشارہ کیا۔ عبداللہ مودب انداز میں باپ اور استاد کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ مولوی کرامت نے پیار سے عبداللہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور مسکراتے ہوئے رفیق کی طرف دیکھنے لگے۔

"آپ عبداللہ سے ناراض ہیں؟" مولوی کرامت نے نرم لہجے میں کہا تو رفیق نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ "مگر عبداللہ کو ایسا لگتا ہے کہ اس نے آپ کو دل دکھایا ہے"

مولوی کرامت نے کہا تو رفیق نے چونک کر اداس بیٹھے عبداللہ کی طرف دیکھا

"ابا! مجھے معاف کر دیں!" عبداللہ نے سر جھکا کر کہا۔

"میں نے آپ کی نافرمانی کی اور آپ کا دل دکھایا ہے!" عبداللہ نے کہا تو رفیق نے پیار سے اسے گلے سے لگا لیا۔

"میں تم سے ناراض نہیں ہوں!" رفیق نے نرمی سے کہا۔

"ماشاء اللہ عبداللہ بہت جلدی سے سب سیکھ رہا ہے۔! عبداللہ تلاوت کرو!"

مولوی کرامت نے کہا تو عبداللہ مودب ہو کر بیٹھ گیا عبداللہ نے خوب صورت تلفظ کے ساتھ تلاوت کی تو رفیق کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"الحمد اللہ! آج میرا دل سکون سے بھر گیا ہے! میرا بچہ، اپنے بزرگوں کے لیے ضرور صدقہ جاریہ بنے گا!"

"ان شاء اللہ!" مولوی کرامت نے بھی مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا تھا۔ رفیق بہت خوش تھا کہ عبداللہ کے اندر علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو گیا ہے۔ وہ نہ صرف اسکول میں دل لگا کر پڑھنے لگا تھا بلکہ شام کو مدرسے بھی شوق سے آتا تھا۔

"اللہ سب والدین کے بچوں کو نیک عمل کرنے کی توفیق عطا کرے اور اس دنیا اور آخرت میں ان کے لیے صدقہ جاریہ بنا دے!" مولوی کرامت نے نماز کے بعد دعا کروائی تو سب کے ساتھ ساتھ، یقین اور خوشی سے رفیق نے بھی آمین کہا تھا۔

بقیہ سحری کی برکت

"حضرت عبداللہ بن حارث رحمۃ اللہ آپ صلی اللہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت پہنچا، جب آپ سحری کھا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سحری کھانا باعث برکت ہے، یہ برکت اللہ تعالی نے تم لوگوں کو عطا کی ہے تو سحری کھانا مت چھوڑنا۔" (نسائی)

تشریح: "یہود اپنے روزوں میں سحری نہیں کھاتے تھے یہ ان کی وہ بدعت تھی جو ان کے علماء نے ایجاد کی تھی یا ان کی سرکشی اور بغاوت کے نتیجے میں اللہ تعالی نے انہیں سحری کھانے سے منع کر دیا تھا، امت محمدیہ کو اللہ تعالی نے بہت سی آسانیاں عطا فرمائی ہیں، ان میں سے ایک آسانی سحری کھا کر روزہ رکھنا بھی ہے، سحری کے بابرکت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روحانی برکات کے ساتھ ساتھ سحری کھا کر روزہ رکھنے سے دن میں اللہ تعالی کی عبادت اور دوسرے کاموں میں آسانی ہوتی ہے۔"

اس کے ساتھ ہی امجد صاحب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا لیے، کیوں کہ اب اس افطار میں بہت کم وقت رہ گیا تھا، لیکن علی کا دل اس حدیث میں ہی اٹک کر رہ گیا تھا، بار بار اس حدیث کا مفہوم اس کے ذہن میں گونج رہا تھا، ایسا لگ رہا تھا کہ یہ حدیث اسی کے لیے بیان کی گئی ہو۔ تھوڑی دیر کے لیے اسے ایمن کی طرف شک بھی گیا کہ اس نے اس کی شکایت امجد صاحب سے لگائی ہے، جو شیطان کی ایک چال تھی لیکن پھر شر پر خیر غالب آگیا اور رب کریم نے دل کی چابی پھیر دی۔ علی نے دل ہی دل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ اب وہ سحری جیسی بابرکت چیز کو کبھی ترک نہیں کرے گا اور یہی بات اسے اب گھر پہنچ کر ایمن کو سنا کر خوش کرنا تھا۔

ROYALE GROUP

Super Kote® PAINT

سندھ میں ٹوکن کے بغیر رنگ بنانے والی پہلی اور پاکستان کی دوسری کمپنی

رویال پینٹ (سپر کوٹ)

کراچی کے عوام کو مہنگائی سے نجات دو پینٹ کے تمام ڈبوں سے ٹوکن ختم کرو

"حضراتِ اکابرین سے دعاؤں کی درخواست"

کہ اللہ پاک ہمیں استقامت دے اور رنگ سازوں کے شر سے ہمیں محفوظ رکھے اور ہم سب کو حلال رزق کمانے کی توفیق دے۔ آمین

مساجد اور مدارس کے لئے خصوصی رعایت۔

سپر کوٹ اب نئے اور کم دام میں طلب کریں۔

PLASTIC EMULSION		MATT FINISH		STAINLESS	
~~1400~~ Gallon	1100 Gallon	~~2650~~ Gallon	2350 Gallon	~~2600~~ Gallon	2300 Gallon
~~5400~~ Drum	4200 Drum	~~10,400~~ Drum	9200 Drum	~~10,200~~ Drum	9000 Drum
WEATHER SHELTER		**FILLING PUTTY**		**OIL PRIMER SEALER**	
~~2300~~ Gallon	2050 Gallon	~~950~~ Gallon	650 Gallon	~~1950~~ Gallon	1650 Gallon
~~9000~~ Drum	8000 Drum	~~3600~~ Drum	2400 Drum	~~7600~~ Drum	6400 Drum
ENAMEL		**W.BASE PRIMER**			
~~2550~~ Gallon	2250 Gallon	~~1750~~ Gallon	1450 Gallon		
~~10,000~~ Drum	8800 Drum	~~6800~~ Drum	5600 Drum		

FOR FREE DELIVERY
0335-2967871
0313-2329526

ٹوکن کی رقم گیلن پر 400 روپے اور ڈرم پر 1600 روپے خریدار کیوں دے؟

Royale Paint Industries (Pvt.) Ltd.

info@superkotepaint.com /superkotepaint www.superkotepaint.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹھائیاں

بنتِ عامر

"امی ! امی ! ہمارے اسکول کی چھٹیاں ہو گئیں۔" حذیفہ اور حنظلہ نے گھر آتے ساتھ ہی شور مچادیا۔

"چھٹیاں ؟ کیوں بھئی خیریت ؟ ابھی تو آپ لوگوں کے امتحانوں کے دن ہیں۔" فرحانہ بیگم حیرت زدہ رہ گئیں۔

"ہمارے امتحانات فی الحال ملتوی ہو گئے ہیں۔ وہ کرونا وائرس جو پھیل رہا ہے، اس لیے تمام تعلیمی ادارے بند کر دیے گئے ہیں۔" حذیفہ نے وضاحت کی۔

"اور پتا ہے ہماری ٹیچر نے کہا ہے کہ ہر وقت ماسک پہن کر رکھیں اور زیادہ بھیڑ والی جگہوں پر نہ جائیں، اچھی طرح ہاتھ دھوئیں اور مصافحہ بھی نہ کریں۔" حنظلہ کہتے کہتے ذرا رکا پھر دوبارہ گویا ہوا۔

"امی ! اب ہم گھر پر ہی نماز پڑھیں گے، مسجد نہیں جائیں گے۔ کہیں ہم بھی وائرس کی لپیٹ میں نہ آجائیں۔"

"ارے کیوں گھبرا رہے ہو بچو ! کرونا کے خالق کی اطاعت کرو گے تو یہ کرونا تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاسکے گا۔ یہ وبائیں، بیماریاں اس لیے آتی ہیں کہ بندہ اپنے خالق کی طرف رجوع کرے، اسے راضی کرے نہ کہ عبادات ہی چھوڑ دے۔" فرحانہ بیگم نے سمجھایا۔

"نہیں نہیں مجھے تو بہت ڈر لگتا ہے میں تو بالکل بھی مسجد نہیں جاؤں گا۔" حذیفہ بھی روہانسا ہو گیا۔

"یہ کرونا سے زیادہ خطرناک وائرس تو تم لوگ ہر وقت اپنے ہاتھوں میں لیے پھرتے ہو، چلو جاکر اب نماز کی تیاری کرو اور یہ ڈرامے بند کرو۔" فرحانہ بیگم نے آنکھیں دکھائیں۔

"ایک تو گھوم پھر کر امی کی سوئی ہمارے موبائل پر آکر اٹکتی ہے۔" حذیفہ اور حنظلہ منہ بسورتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چل دیے۔

"حذیفہ ! حنظلہ ! جلدی کرو نماز کو دیر ہو رہی ہے۔ کہاں ہو تم دونوں ؟" احسان صاحب دروازے پر کھڑے بچوں کو صدائیں لگا رہے تھے۔

"بیگم صاحبہ ! بچے کہاں ہیں ؟ جلدی بلائیں ان کو نماز کو دیر ہو رہی ہے اب امام صاحب ہمارے صاحبزادوں کے لیے انتظار تو نہیں فرمائیں گے نا۔" احسان صاحب تنگ کر بولے۔

"پتا نہیں کیا ہوا ہے بچے بہت ڈر گئے ہیں کرونا وائرس سے، جب سے اسکول سے آئے ہیں ایک ہی رٹ لگا رکھی ہے کہ ہم مسجد نہیں جائیں گے۔ گھر پر نماز پڑھیں گے۔" فرحانہ بیگم نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"اوہو ! احتیاطی تدابیر اپنی جگہ مگر اللہ تعالیٰ کو ناراض بھی تو نہیں کرنا نا ! ۔ آپ بچوں کو سمجھائیں اور انہیں قائل کرنے کی کوئی اچھی سی ترکیب سوچیں۔" احسان صاحب نے کہا۔

"حذیفہ ! حنظلہ ! مٹھائی کھاؤ گے ؟" فرحانہ بیگم نے پوچھا۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ کون سی مٹھائی ہے امی جان ؟" حنظلہ نے لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے پوچھا۔

"بہت مزے کی مٹھائی ہے۔" فرحانہ بیگم نے پراسراریت سے کہا۔

"مگر آپ کے ہاتھ تو خالی ہیں، مٹھائی کا ڈبا کہاں ہے ؟" حذیفہ نے مارے تجسس کے سوال کیا۔

"آج میں آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹھائیاں کھلاؤں گی۔" فرحانہ بیگم نے کہا۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹھائیاں ! ! !" حذیفہ و حنظلہ نے بیک زبان ہو کر کہا۔

"جی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹھائیاں، ایک بزرگ فرماتے ہیں : "تم لوگ بازار کی مٹھائیاں تو خوب شوق سے کھاتے ہو، اللہ کے نبی کی مٹھائیاں بھی کھایا کرو نا ! ۔ اور بازار کی مٹھائیاں کھانے سے تو خون بنتا ہے اور اللہ کے نبی کی مٹھائی کھانے سے روح بنتی ہے۔ کتنی بدبختی کی بات ہو گی کہ بازار کی مٹھائی تو کھاؤ اور اللہ کے نبی کی مٹھائی نہ کھاؤ۔"

"امی ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹھائیاں کیا ہیں ؟ ؟ جلدی سے بتائیں میرے تو منہ میں پانی آرہا ہے۔" حذیفہ نے بے قراری سے پوچھا۔ "مسنون دعائیں۔" فرحانہ بیگم مسکرائیں۔

"دیکھو اللہ کے نبی کا بہت احسان ہے، ہمیں ہر طرح کی صورت حال سے نبٹنے کا طریقہ بتا کر گئے ہیں یہاں تک کہ آفات سے حفاظت کی دعائیں بھی سکھائیں ہیں ہم ابھی دعا یاد کر لیتے ہیں گویا ہم نے نبی کی مٹھائی کھالی۔ مٹھائی کی لذت کے ساتھ ساتھ ثواب بھی مل گیا اور کرونا سے حفاظت بھی ہو گئی۔"

"ارے واہ ! زبردست ! ہمیں جلدی سے دعا سکھائیں۔" حذیفہ اور حنظلہ بولے۔

"چلیں آپ لوگ میرے ساتھ ساتھ پڑھیں۔"

اَللّٰھُمَّ ارْفَعْ عَنَّا الْبَلَاءَ وَالْوَبَاءَ

بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ

وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

"یہ تو واقعی مزہ آگیا۔ پوری دنیا کرونا سے خوف کھا رہی ہے، گھبرا رہی ہے اور ہم یہاں آرام سے بیٹھ کر اللہ کے نبی کی مٹھائیاں کھا رہے ہیں۔" حنظلہ نے خوشی سے کہا۔ "اب نماز کہاں پڑھی جائے گی ؟" فرحانہ بیگم نے سوال اٹھایا۔

"مسجد میں جماعت کے ساتھ ! پہلے نبی کی مٹھائی کھائیں گے پھر مسجد کو جائیں گے۔"

"شاباش میرے شہزادو ! البتہ کرونا کے لیے احتیاطی تدابیر کرنا توکل کے منافی نہیں لہٰذا جو احتیاطی تدابیر طبی ماہرین بتا رہے ہیں، ان پر بھی عمل کریں مگر ساتھ ساتھ روحانی غذائیں بھی استعمال کریں۔ اللہ سے دور نہیں ہونا، ہر دم اللہ کو راضی کرنے کی فکر ہونی چاہیے۔"

"ارے حذیفہ ! حنظلہ کہاں ہو مغرب کا وقت ہو گیا ہے، جلدی آؤ" احسان صاحب نے آواز لگائی۔

"ابا جان ! بس مٹھائی کھا کر آرہے ہیں۔" حنظلہ نے ہانک لگائی اور فرحانہ بیگم مسکرا دیں۔

ام حیات

دیر نہ ہو جائے

میری آنکھوں سے آنسو نہیں رک رہے تھے۔ آج میں پہلی بار تراویح اپنے والد صاحب کے بغیر پڑھا رہا تھا۔ پچھلے ہفتے ان کی حادثاتی موت نے مجھے توڑ کر رکھ دیا تھا۔ اب تین چھوٹی بہنوں اور والدہ محترمہ کی ذمے داری بھی مجھ پر تھی، عید کے بعد میری شادی تھی۔ پتا نہیں اب کوئی خوشی محسوس ہوگی بھی یا نہیں، سوچتے سوچتے نہ جانے میرا دھیان کدھر چلا گیا تھا۔ نماز کے بعد چاچو نے سمجھایا کہ بیٹا دکھ اپنی جگہ مگر اب تمہارے نیک اعمال ہی تمہارے والد کے لیے صدقہ جاریہ ہیں اور رمضان تو ویسے بھی رحمتوں اور مغفرتوں کا مہینا ہے۔ اس ماہ میں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

اس رمضان نے واقعی میری زندگی بدل دی۔ پہلے میں رمضان سے کچھ دن پہلے شیو چھوڑ دیا کرتا تھا، اب شرعی ڈاڑھی کی نیت کرلی، نہ جانے کیوں میرے والد نے مجھے کبھی ڈاڑھی کٹوانے سے منع نہیں کیا تھا اور پھر آہستہ آہستہ میں تہجد، اشراق اور اوّابین کا بھی پابند ہو گیا۔ رمضان میں ہمارا ٹی وی بند رہتا مگر کمپیوٹر پر میرا بہت وقت ضائع ہو جاتا تھا۔ وہ بھی میں نے بہت کم کر دیا تھا۔ گھر اور کاروبار کی مصروفیات کے باوجود میں نیکیوں سے جڑ گیا تھا۔ عید کے بعد سادگی سے شادی کرلی اور اگلے پانچ برسوں میں الحمدللہ تینوں بہنوں کو بھی عزت سے رخصت کردیا۔

وہ بھی رمضان ہی تھا، میں اسما بہن کے گھر پہنچا: ”سنا ہے تم قرآن مجید کی تفسیر پڑھنے جا رہی ہو۔“ میں نے سامان کا تھیلا اس کی طرف بڑھایا، جس میں شربت کی بوتلیں، کھجلا پھینی سمیت کچھ سامان تھا، عید سے پہلے میں تینوں بہنوں کو عید کا جوڑا بھی پہنچا دیا کرتا تھا۔

”جی بھائی جان شعبان سے شروع ہوئی ہے۔ بس آخری پارے چل رہے ہیں۔ اسما جواباً بولی۔ تھوڑی دیر بعد کہنے لگی۔ ”بھائی جان ایک بات کہوں، برا مت مانیے گا۔“

”کیسی باتیں کرتی ہو؟ بھلا تمھاری بات کا برا مانوں گا؟“ میں نے مسکرا کر اس کو دیکھا تو وہ ہمت کر کے کہنے لگی: ”بھائی جان میں نے کچھ دنوں پہلے سورۃ النساء کی تفسیر پڑھی، اس میں وراثت کے بھی احکام ہیں، اگر وراثت شرعی طور پر تقسیم نہ ہو تو اس کا وبال میت کو ہوتا ہے۔“

اس نے اتنا ہی کہا اور میں غصے میں کھڑا ہو گیا۔ ”والد کے انتقال کے بعد تمام ذمے داریاں سنبھالیں، تم بہنوں کی بہترین طریقے سے شادی کی، جہیز میں کیا نہیں دیا، اب تم مجھ سے والد صاحب کی چیزوں کا حساب مانگو گی یا پھر تم چاہتی ہو کہ میں گھر بیچ کر سڑک پر آجاؤں۔ میں نے کہاں کمی چھوڑی جو تم نے اس طرح کی بات کی۔ رمضان جیسے مقدس مہینے میں عبادات کی بجائے مال و دولت کی فکر میں مبتلا ہو گئی ہو۔“ میں یہ کہہ کر گھر چلا آیا اور جب میں نے والدہ صاحبہ کو بتایا تو وہ بھی اپنی تربیت پر افسوس کرنے لگیں۔

”تم فکر مت کرو، میں خود ہی نمٹ لوں گی۔“ ان کی اس بات سے میرا غصہ کافی حد تک کم ہو گیا۔ میری بیگم طوبیٰ کو پتا چلا تو اس نے اسما کی حمایت میں بولنا

چاہا، میں نے یہ کہہ کر چپ کرادیا کہ پہلے اپنے بھائیوں سے اپنا حصّہ لے کر آؤ،اس کے تین بھائی دو بہنوں کا حصہ ہڑپ کر چکے تھے۔اسما نے دو تین دفعہ فون کرکے مجھ سے اور والدہ سے بات کی کوشش کی، ہم نے مصروفیت کا عذر پیش کرکے بات نہ کی، ہمیں بحث کرکے اپنا رمضان خراب نہیں کرنا تھا۔ ویسے سوچا جائے تو وہ بے چاری ہمارے رمضان ہی نہیں ہماری اور والد صاحب کی بھی آخرت بچانے کی فکر میں تھی۔ عید پر اسما ملنے آئی تو میں اپنی بیگم کو لے کر اپنے سسرال چلا گیا۔رات واپس آیا تو والدہ نے بتایا: ''اسما کو ایسی سنائی ہیں آئندہ بھول کر بھی وراثت کا نام نہیں لے گی۔بڑی آئی شریعت پڑھانے سکھانے والی۔ اب تم پہلی فرصت میں سب کچھ اپنے نام کروالو۔آج اسما نے کہا ہے تو کل رابعہ اور فارعہ کو بھی خیال آسکتا ہے۔اور فارعہ کا شوہر تو ویسے بھی بہت تیز طرار ہے''

رابعہ اور فارعہ کو تمام باتوں کا علم تو ہو گیا تھا مگر اُن دونوں نے خاموشی میں ہی عافیت سمجھی کیوں کہ وہ میرا اور امی کا طرزِ عمل اسما کے ساتھ دیکھ رہی تھیں۔

اسما نے ایک مرتبہ پھر بات کی: ''میں اپنا شرعی حق مانگ رہی ہوں، وراثت نہ دینے والا چور ہوتا ہے۔ اپنے سگے خونی رشتوں کا چور، مال بھی کھا رہا ہے تو کس کا، اپنی بہنوں کا۔'' اس کی بات سن کر میں غصے سے چیخ کر بولا: کیسی چوری میں نے سب کو حق دے دیا ہے۔''

''ٹھیک ہے مجھے آپ حساب دے دیں اگر مجھ پر نکلتا ہو گا تو میں ادا کروں گی۔''

اس کی یہ بات سن کر مجھے آگ ہی تو لگ گئی اور اس دن کے بعد سے میں نے اس کا مکمل بائیکاٹ کرلیا۔ خاندان میں جو بھی سنتا سب اسما ہی کو غلط سمجھتے۔ حق پر ہوتے ہوئے بھی وہ حق سے محروم تھی۔ اگلے رمضان میرے بجائے اس نے تحائف بھیجے، جو والدہ نے رکھ لیے، مجھے پتا چلا تو میں نے تمام چیزیں اپنے ڈرائیور کو دے دیں اور امی سے کہہ دیا کہ اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتی ہیں تو پھر یہ سب نہیں ہوگا اور پھر کئی رمضان گزر گئے، نہ میں اس کے گھر گیا نہ وہ آسکی۔

◆◆◆

میں حج پر گیا تو میں نے ہی اسے بتانا ضروری سمجھا نہ والدہ نے۔ حج کے دوران مجھے اچھی خاصی پریشانی اُٹھانا پڑی۔ منٰی میں اتنی تیز آندھی آئی کہ وہاں رکنا محال تھا۔ عرفات کے میدان میں طوبٰی بچھڑ گئی، پورا دن اس کی تلاش میں نکل گیا۔ طوبٰی کا موبائل بھی کھو گیا تھا، حج کے دوران مجھے اپنے غلط ہونے کا احساس ہونے لگا، حج میں بھی بار بار اس بات کا مذاکرہ کیا جاتا کہ دوسروں کا مال دبا لینے سے حج ادا نہیں ہوتا۔ میں نے سوچا واپسی پر سب سے پہلے وراثت کی صحیح تقسیم کروں گا مگر حج سے واپسی کے بعد میرا دل اور سخت ہو گیا۔ تہجد، اشراق، اوّابین پڑھنے اور تمام نفلی روزوں کا اہتمام کرنے والا، ان تمام اعمال سے دور ہوتا چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے عطا کیے۔ مجھے بہت خوشی تھی کہ میری کوئی بیٹی نہیں جو میرے بیٹوں سے حصہ مانگ سکے۔ دنیا کی نعمتیں مجھے جس طرح سے مل رہی تھیں مجھے یقین ہوتا جارہا تھا کہ میں ہی حق پر ہوں۔ نفلی عبادات تو چھوٹ ہی گئی تھیں، فرض بھی مشکل سے ادا کرپاتا پھر ان ہی دنوں مجھے شوگر یعنی ذیابیطس کی شکایت ہوگئی۔ 40 سال کی عمر میں مجھے روزے رکھنا دشوار لگنے لگا۔ تراویح بھی چھوٹنے لگیں

◆◆◆

دونوں بہنیں اسما کا حشر دیکھ کر بہت محتاط ہو گئی تھیں۔ میں خود کو اچھا ظاہر کرنے کے لیے امی اور بہنوں کو عمرے پر لے کر گیا۔ یہ الگ بات ہے کہ بہنوں نے اپنے پیسے خود ادا کیے۔ اس کے باوجود خاندان میں میری خوب واہ واہ ہوئی مگر آہستہ آہستہ بہنوں کی وراثت کھانے کا وبال مجھ پر آنے لگا۔ حلال اور حرام کے ملنے پر اثرات میرے گھر پر پڑ رہے تھے، میری بیوی طوبٰی اچھی خاصی آسائشوں کے باوجود ہر وقت پیسوں کا رونا رونے لگی۔ اب بہنوں کو تو کچھ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا بلکہ میں اپنے گھر کے خرچوں کو پورا کرنے کے لیے انتہائی پریشان اور چڑچڑا رہنے لگا۔ طوبٰی دونوں بچوں کو چھوڑ کر چلی گئی۔ میں نے غصے میں اسے طلاق دے دی۔ کورٹ سے اس نے بچے مجھ سے لے لیے۔ ادھر امی پر فالج گرا۔ رابعہ اور فارعہ سے کہتا کہ وہ باری باری آکر امی کی دیکھ بھال کریں تو دونوں کے سو بہانے ہوتے۔

دن رات کی مشقت نے مجھے تھکا ڈالا تھا اور پھر میرے عزیز دوست ناصر ایکسیڈینٹ میں بری طرح زخمی ہو کر انتقال کر گیا۔ اس کے جنازے میں شرکت کے بعد میں وہیں مسجد میں بیٹھ گیا کیوں کہ شوگر کی وجہ سے میری قبرستان جانے کی ہمت نہ تھی۔ وہاں نماز کے بعد قرآن مجید کی تفسیر شروع ہو رہی تھی۔ امام صاحب بتا رہے تھے کہ رمضان المبارک سے قبل ہی اس کی تیاری شروع کردینی چاہیے میں یہاں روزانہ تفسیر سننے آنے لگا۔ سورۃ بقرہ میں وراثت کے متعلق احکام اتنے تفصیلی نہ تھے لیکن جب ہم سورۃ النساء پر پہنچے تو مجھے پتا چلا کہ میں کتنے بڑے گناہ کا مرتکب ہوا ہوں اس حصے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نَصِيبًا مَّفْرُوضًا کہا ہے یعنی اسے اللہ نے فرض کیا ہے اور اس میں ترمیم و تنسیخ کا کسی کو حق نہیں پہنچتا۔ مجھے اندازہ ہوگیا کہ میں واقعی چور ہوں اور کتنے بڑے ظلم کا مرتکب ہوا ہوں اور میری آخرت ہی نہیں دنیا بھی برباد ہو رہی ہے۔ جو میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

◆◆◆

رمضان کا آخری عشرہ کل سے شروع ہونے والا ہے اور میں آج اسما کے گھر جارہا ہوں تاکہ اس سے اپنی غلطی معاف کروا کے اللہ سے بھی استغفار کروں آپ میں سے اگر کسی اور کا بھی ایسا کوئی معاملہ ہے تو جلد از جلد رجوع الی اللہ کرلیں نہ جانے اگلا رمضان نصیب ہو یا نہ ہو۔ رحمتوں اور مغفرتوں کے مہینے میں اپنی بخشش کروالیں کہیں دیر نہ ہو جائے۔

ثانیہ ساجد عیسانی

خالہ رقیّہ کا کنبہ

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ" نماز ختم کرکے ہی انہوں نے دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے۔ دعا کرکے آمین کہتے ہوئے انہوں نے منہ پر ہاتھ پھیرا اور پھر جائے نماز لپیٹتے ہوئی اپنے بیٹے اشعر کو آواز دی۔

"بیٹا اشعر! ذرا وقت نکال کر یہاں آؤ، اگلے ہفتے ہونے والی دعوت کے متعلق کچھ مشورہ دو۔" "جی اماں جان! بس ابھی آیا۔" اشعر نے کھانا کھاتے ہوئے جواب دیا۔

"نصر بیٹا! کیا تم کھانا کھا چکے ہو؟" انہوں نے اپنے دوسرے بیٹے کو آواز دی۔ "جی اماں جان! میں بس خبریں سن کر آرہا ہوں۔" نصر نے جواب دیا۔

"بیٹا کاپی قلم لے کر تم تو یہاں بیٹھو، مہمانوں کی فہرست بنانا شروع کرو تب تک اشعر کھانا کھالیتا ہے۔"

ان کا نام رقیّہ تھا۔ ان کی اولاد کے علاوہ سارا خاندان یہاں تک کہ پورا محلّہ بھی انہیں خالہ رقیّہ کہہ کر پکارتا تھا۔ سلجھے ہوئے مزاج کی وہ ایک نہایت ذمے دار خاتون تھیں۔ اللہ نے اس نیک سیرت خاتون کو بہت سی نعمتوں سے نوازا تھا، پر جس نعمت پر انہیں سب سے زیادہ مان تھا، وہ ان کا یہ ہرا بھرا اور بے حد گھنا کنبہ تھا جس کی وہ ہر سال اپنے گھر پر دعوت کیا کرتی تھیں۔

اشعر اور نصر ابھی آکر بیٹھے ہی تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ خالہ رقیّہ کی بہو منیرا نے دروازہ کھولا تو گھر کا بڑا بیٹا حیدر اور بہو ثمینہ اندر داخل ہوئے۔

"بالکل صحیح وقت پر آئے ہو بیٹا!" خالہ رقیّہ نے خوش آمدید بھرے لہجے میں کہا۔ ان کا یہ مخلصانہ روّیہ گھر آنے والے کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے میں مدد دیتا تھا۔ "بیٹھو نا! تم دونوں۔" انہوں نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"ہم اگلے ہفتے کی دعوت کے لیے مشورہ شروع کرنے ہی والے تھے۔" خالہ رقیّہ نے انہیں بتایا۔

اشعر، منیرا، حیدر، ثمینہ، نصر سب اپنی اپنی نشستوں پر براجمان تھے، البتہ نصر کی بیوی اور بچے ایک دو دن کے لیے میکے گئے ہوئے تھے۔

"ہاں تو بچو! ہر سال کی طرح اس سال بھی ہمارے گھر میں منعقد ہونے والی اس دعوت میں چاروں بیٹیاں، داماد مع نواسے، نواسیاں مہمانوں میں سر فہرست ہوں گے۔" خالہ رقیّہ نے آغاز کیا۔ "جی بالکل اماں جان!" تینوں بیٹوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

نصر کاپی قلم لے کر بہنوں اور بچوں کی تعداد لکھنے لگا۔ "ماشاء اللہ! 24 افراد ہیں۔"

"اور ہانیہ رانیہ کو بھی ان کے شوہروں سمیت بلا لیتے ہیں۔" خالہ رقیّہ کے منہ سے یہ سنتے ہی نصر کا قلم رُک گیا۔ اس نے اشعر کی طرف دیکھا اور اشعر نے حیدر کی طرف۔ منیرا اور ثمینہ بھی منہ چڑانے لگیں۔

"لیکن اماں! شادی شدہ نواسیوں کو دعوت دینا ضروری تو نہیں۔" حیدر کہنے لگا۔

"اور پھر آج دو شادی شدہ نواسیاں ہیں، کل دو اور ہو جائیں گی۔ پھر دو اور ہم کس کس کو دعوت دیتے جائیں گے، پروگرام لمبا ہوتا جائے گا۔" منیرا نے بات آگے بڑھائی۔

"اماں جان! ہماری بہنوں کے داماد ہماری نہیں، ان کی ذمے داری ہے۔ ہمیں انہیں سر نہیں چڑھانا چاہیے۔" نصر نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔

"ہو گئی تم سب کی بات؟" خالہ رقیّہ نے بلند آواز میں کہا۔ "اب میری بھی سن لو، وہ دعوت میں ضرور آئیں گی۔ جب میں مر جاؤں تو بے شک تم لوگ انہیں اپنے مہمانوں کی فہرست سے نکال دینا۔"

وہ رشتوں کو اسی طرح نبھاتی تھیں۔ ان کے لہجے میں موجود حکم سب نے محسوس کرلیا تھا۔ چناں چہ نصر نے فہرست میں چار لوگوں کا اضافہ کر دیا۔

"ارے یاد آیا۔۔۔" ثمینہ بھابھی کہنے لگیں: "رابعہ پھوپھو کا بیٹا اور بہو آئے ہوئے ہیں ملائیشیا سے کیوں نہ ان کو بھی مدعو کرلیا جائے۔"

"ہاں ہاں ضرور، خالہ رقیّہ نے حامی بھری، پردیس سے آئے ہیں۔ ماموں کے گھر سے دعوت ملے گی تو ان کا بھی دل بڑا ہو جائے گا۔" نصر نے پھر دو لوگوں کے اضافہ کے لیے قلم چلایا۔

"اماں جان! وہ میں کہہ رہا تھا کہ۔۔۔" اشعر نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔ "ہمیں سال ہونے کو آرہا ہے حج کرکے آئے ہوئے۔ تمام حج کے ساتھیوں نے ہمیں اپنے اپنے گھر پر دعوت کھلائی ہے، کیوں نہ اس دعوت پر میں بھی ان کو مدعو کرلوں۔ اب دعوت کھائی ہے تو کھلانی بھی پڑے گی۔"

"ضرور بلاؤ برخوردار۔" خالہ رقیّہ بھلا کیسے منع کر سکتی تھیں۔

"بھائی کتنے دوست ہوں گے آپ کے؟" نصر نے قلم چلانے سے پہلے دریافت کیا۔

"4 دوست اور ان کی بیگمات کو ملا کر کُل 8 افراد۔" اشعر نے تفصیل سے بتایا۔ نصر نے اضافے کے بعد حساب لگانا شروع کیا۔ "اماں جان! 38 افراد کی دعوت ہو گئی اور کسی کو بلانا ہے۔"

"ہاں! میں اپنی بہنوں کو بھلا کیسے بھول سکتی ہوں۔ میری والدہ مرحومہ کے انتقال کے بعد میرا ہی فرض بنتا ہے کہ میں کم از کم سال میں ایک بار اپنی چھوٹی بہنوں کو اپنے گھر پر دعوت دوں۔" خالہ رقیّہ کو رشتے سنبھالنے اور اپنے بڑے ہونے کا فرض خوب نبھانا آتا تھا۔

"رہنے دیں نا! اماں جان! بہنیں بھی تو آپ کی پوری 5 ہیں۔" اشعر نے جھنجھلاہٹ سے کہا۔

"اللہ سلامت رکھے میری بہنوں کو! پوری نہیں تو کیا آدھی یا پونی ہوں گی۔" انہوں نے اشعر کو ڈانٹا۔

"کتنے افراد ہو گئے نصر؟" حیدر نے پوچھا۔ "43" اس نے مختصراً جواب دیا۔

"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے جیسے میں کسی کو بھول رہی ہوں۔۔۔؟؟!! خالہ رقیّہ دماغ پر زور ڈالتے ہوئے کہنے لگیں۔ ان کی اس بات کو بچوں نے مکمل طور پر نظر انداز کیا۔

"کھانا تو باہر سے بنوانا پڑے گا۔" اشعر نے فکرمند لہجے میں کہا۔

"ظاہر سی بات ہے۔" منیرا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ "بلکہ اتنے افراد کے لیے تو ہمارے برتن بھی کم پڑ جائیں گے۔"

"میں تو کہتی ہوں کہ برتن بھی کیٹرنگ والوں سے منگوالیں۔" ثمینہ کب پیچھے رہنے والی تھی۔

"ارے نہیں نہیں!!" خالہ رقیّہ نے ٹوکا۔ "کیا ضرورت پڑی ہے اس فضول خرچی کی۔ ہماری پڑوسن ہے نہ سلمیٰ بی بی، بہت اچھی عورت ہے۔ کبھی انکار نہیں کرتی۔ وہ دے دے گی اپنے دو ڈنر سیٹ ہمیں۔"

"تین ڈنر سیٹ ہمارے، دو سلمیٰ بھابھی کے اور گھر کے دوسرے برتن ملا کر دعوت نبٹ جائے گی۔" منیرا نے حساب لگا کر کہا۔

"اور میں سوچ رہی تھی۔۔۔" خالہ رقیّہ نے ابھی بات شروع ہی کی تھی کہ تمام افراد حیرت سے انہیں تکنے لگے کہ کہیں فہرست میں وہ مزید مہمانوں کا اضافہ نہ کر دیں۔

"میں سوچ رہی تھی کہ اللہ نے ہمیں اتنا نوازا ہے کہ ماشاء اللہ ہم اپنے بڑے سے گھر میں اتنے لوگوں کی دعوت کا اہتمام کر رہے ہیں تو کیوں نہ ایک دیگ غریبوں میں بھی بقیہ ص 69 پر

عیدی

عائشہ صدیقی عائش

رمضان المبارک شروع ہوا چاہ رہا تھا، رحمتوں اور برکتوں کے مہینے کی خوشیاں ہر گھر میں منائی جارہی تھیں۔ سالار بھی بہت خوش تھا۔ آئے روز اپنے دوستوں کے ساتھ عید پر گھومنے کی ابھی سے پلاننگ کررہا تھا۔

''مما.....!!اس بار میں سارے روزے رکھوں گا۔'' سالار مما سے مخاطب تھا۔

''ان شاءاللہ تو کہہ دو۔ یہ نہ ہو پچھلے رمضان کی طرح اس بار بھی چڑی روزے رکھنے پڑیں۔'' سارہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

''امی دیکھیں ناں.....!!اسے ذرا تمیز نہیں۔ بھلا چھوٹے بھائی کو کوئی ایسے کہتا ہے!'' سالار مصنوعی منہ بناتے ہوئے بولا۔

''اویسے سالار مجھے تو ایسا لگتا ہے سارہ بھی ایسا ہی کرتی تھی، تبھی اسے پتا ہے چڑی روزے کا۔'' برہ نے سالار کا ساتھ دینے کی کوشش کی۔

''آپی۔۔۔!!مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ سارہ بھی روزے میں کھاتی پیتی رہتی تھی۔ سالار نے اپنی گول گول آنکھیں سارہ کی طرف گھماتے ہوئے کہا۔

''یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ میں پورے روزے رکھتی ہوں الحمد للہ۔۔۔!! سارہ نے اپنے حق میں خود صفائی پیش کی۔

''یاد ہے نا! وہ فریج سے ٹھنڈا ٹھنڈا پانی کس نے پیا تھا؟ اور وہ کپ کیک جو ٹیبل پر رکھ کر میں کچن سے جوس لے کر واپس آیا تو مجھے صاف شفاف ریپر ملا۔۔۔۔۔ بتاؤ کس نے کھایا تھا۔۔۔؟؟؟اور۔۔۔اور وہ۔۔۔

''اچھا اچھا بس بھی کرو۔'' برہ نے چپ کروایا۔

''آپی سچ میں، میں نے وہ جان بوجھ کر تھوڑا ہی کھایا تھا وہ تو بے دھیانی میں کھا لیا تھا، پھر جب آپ نے کہا تو اللہ جی سے خوب معافی بھی مانگی تھی۔'' سارہ نے روتے ہوئے ساری داستان سنادی۔

''بری بات سالار۔۔۔!!ایسے نہیں کرتے۔ چلو بہنا سے سوری کرو۔'' برہ نے دونوں کے درمیان صلح کروائی۔

پہلا عشرہ گزر چکا تھا۔ دوسرا عشرہ شروع ہوتے ہی گرمی میں قدرے اضافہ ہو گیا تھا۔

لیکن سالار اپنی دھن کا پکا تھا، ابھی تک ایک روزہ بھی نہیں چھوڑا تھا۔

''سالار ہم سب کے منہ خشک ہیں جبکہ تمہارا منہ گیلا۔۔۔ پانی پیا ہے کیا۔۔۔؟؟ سارہ افطاری کا سامان لگا رہی تھی کہ اس کی نظر ویڈیو گیم کھیلتے سالار پر پڑی۔

''میرا منہ گیلا۔۔۔ نہیں نہیں میرا روزہ ہے۔۔۔'' کہتے ہوئے شیشے کے سامنے آکھڑا ہوا۔ اور منہ کھول کر اپنی انگلی زبان پر لگا کر تری کو محسوس کرنے لگا۔ جو کہیں نہیں ملی۔ ''سارہ مذاق کر رہی ہے۔'' برہ نے کچن سے آواز لگائی۔

ادھر سارہ سالار کی حرکتیں دیکھ کر ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔ ''بے چارہ سالار۔۔۔ کیسا بدھو بنایا۔۔۔!''

''آپی۔۔۔ وہ دیکھیں۔۔۔ سارہ کے پاؤں کے نیچے لال بیگ۔۔۔!!'' یہ کہتے ہوئے سالار جلدی سے صوفے پر چڑھ گیا۔

سارہ گھبرا کر دوڑی تو سامنے الماری سے ٹکرا گئی۔ اففففف امی جی۔۔۔!!! الماری کے دروازے کا ہینڈل سارہ کے ماتھے پر لگا۔ وہ درد سے کراہ اٹھی۔

''بے چاری سارہ۔۔۔ کیسا بدھو بنایا۔'' سالار نے سارہ ہی کے انداز میں کہا۔

''اففففف بہت درد ہو رہا ہے۔۔۔ ہائے اللہ جی۔۔۔'' امی نے سارہ کو سہارا دے کر صوفے پر بٹھایا۔ ''سالار رمضان میں تو سکون کر لو۔ یہ کیا کر دیا ہے بہن کے ساتھ۔۔۔؟؟؟'' امی سارہ کے سر پر مرہم لگا رہی تھیں اور ساتھ ہی سالار کی کلاس بھی جاری تھی۔

''آئندہ میری پھول جیسی بیٹی کو ہاتھ بھی لگایا تو خیر نہیں۔ جاؤ برہ کے ساتھ دستر خوان لگاؤ۔'' امی نے سارہ کو پیار کرتے ہوئے حکم جاری کیا۔ ''جو مرضی کر لو بہنیں ہمیشہ جیت جاتی ہیں۔'' سالار منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔ اور کچن کی جانب چل پڑا۔

عید کی تیاریاں مکمل تھیں۔ سب کو بس اب عید کا انتظار تھا۔ جب کہ سالار تو چاند رات کا بے صبری سے منتظر تھا۔ اس نے دوستوں کے ساتھ چاند رات کو یادگار بنانے کی خوب پلاننگ کر رکھی تھی۔ دن بہت تیزی سے گزرتے جا رہے تھے۔

''آج رات بہت مزہ آئے گا، میں اپنے دوستوں کے ساتھ بازار جاؤں گا۔۔۔ ہائے مارکیٹیں اتنے پیارے انداز میں سجی ہوں گی۔ لوگ پٹاخے پھوڑیں گے۔ آتش بازی بھی ہو گی۔ ہائے سارہ تم نہیں ہو گی وہاں۔۔۔ مجھے تو بہت مزہ آئے گا۔ دوستوں کے ساتھ خوب موج مستی کروں گا۔''

''تو میں کیا کروں۔۔۔؟؟ تم ہی جانا۔۔۔ ویسے بھی ہم نیک اور شریف لڑکیوں کا کام نہیں فضولیات دیکھنے اور آوارہ گردی کرنے کا۔'' سارہ نے کاری ضرب لگائی تھی۔

سالار کو ایسا کرارا جواب ملنے کی بالکل امید نہیں تھی۔ وہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا کیوں کہ چھیڑ خانی بھی تو اسی کی تھی۔ سالار چپ چاپ اٹھا اور باہر کو ہو لیا۔ کچن میں کھڑی برہ بہن بھائی کی نوک جھونک دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

افطار کے بعد سمیر صاحب اپنے کمرے میں تھے کہ ان کے دروازے پر دستک ہوئی۔

''کون ہے بھئی۔ آجاؤ اندر۔۔۔؟؟'' اپنے مخصوص انداز میں سمیر صاحب نے کہا۔

''بابا۔۔۔!! وہ۔۔۔ مجھے کچھ پیسے چاہیے تھے۔'' سالار چہرے پر معصومیت سجائے کھڑا تھا۔

''مگر کس لیے بیٹا۔۔۔؟''

''بابا آج چاند رات ہے نا۔ میرے سارے دوست موج مستی کرنے جا رہے ہیں۔ میں بھی ان کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔'' ''مگر بیٹا آج تو عیدی ملنے والی ہے اللہ پاک کی جانب سے۔ کیا تم وہ نہیں لو گے۔۔۔؟؟؟

''ہائے۔۔۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ بابا جان۔۔۔'' سالار کو حیرت ہوئی تھی

"آپ نے اس بار سارے روزے رکھے ہیں۔اس لیے اللہ جی نے آپ کے لیے عیدی بھیجی ہے۔" بابا نے سالار کو اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا۔
"بابا۔۔۔!! آپ مذاق کر رہے ہیں نا۔۔۔!!!۔"
"بیٹا اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیسے مذاق کر سکتا ہوں"۔۔۔؟؟
تو پھر بتائیے کہاں ہے میری عیدی"۔۔۔؟؟؟ سالار پاس رکھے کشن الٹنے پلٹنے لگا۔
"دیکھو بیٹا۔۔۔!! آج کی رات رب تعالی کی جانب سے تمام مسلمانوں کے لیے عیدی ہے۔ بہت بڑا انعام ہے۔ دعاؤں کی قبولیت کی گھڑیاں ہیں۔ آج کی رات جس سے ضائع ہو گئی وہ کفِ افسوس ملتا رہ جائے گا۔
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ:
جو شخص پانچ راتوں میں (عبادت کے لیے) جاگے اس کے واسطے جنت واجب ہو جاتی ہے۔
ان میں سے ایک رات لیلۃ الجائزہ (یعنی انعام کی رات) جسے ہم لوگ چاند رات کہتے ہیں۔ لہو و لعب، کھیل کود اور عید کی شاپنگ اور خریداری میں وقت ضائع کرنے کی بجائے کیوں نہ ہم اللہ پاک سے عیدی کی خوب خوب وصولی کریں۔۔۔؟؟؟"
"جی انکل۔۔۔۔ ہم سب آج کی رات اللہ پاک سے ضرور عیدی لیں گے۔" سالار کے دوست نہ جانے کب آ کھڑے ہوئے تھے، انہیں خبر ہی نہ تھی۔
سالار اور اس کے سبھی ساتھیوں نے چاند رات کو عبادات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ رب تعالی کے حضور خوب گڑگڑائے، راز و نیاز کیے، ڈھیروں دعائیں مانگیں، اس امید کے ساتھ کہ مقبولیت کا درجہ پائیں گیں۔
صبح سب دوستوں نے اکٹھے نمازِ عید ادا کی اور سالار کے گھر میں کھانا کھایا۔ کیوں کہ آج سالار کی امی نے اس کے سب دوستوں کے لیے مزے مزے کے کھانے تیار کیے تھے۔۔۔۔ آخر ان کے بیٹے نے پہلی بار جو پورے رمضان کے روزے رکھے تھے۔ یوں آج کی عید کا مزہ ان سب کے لیے دوبالا ہو گیا تھا۔۔۔

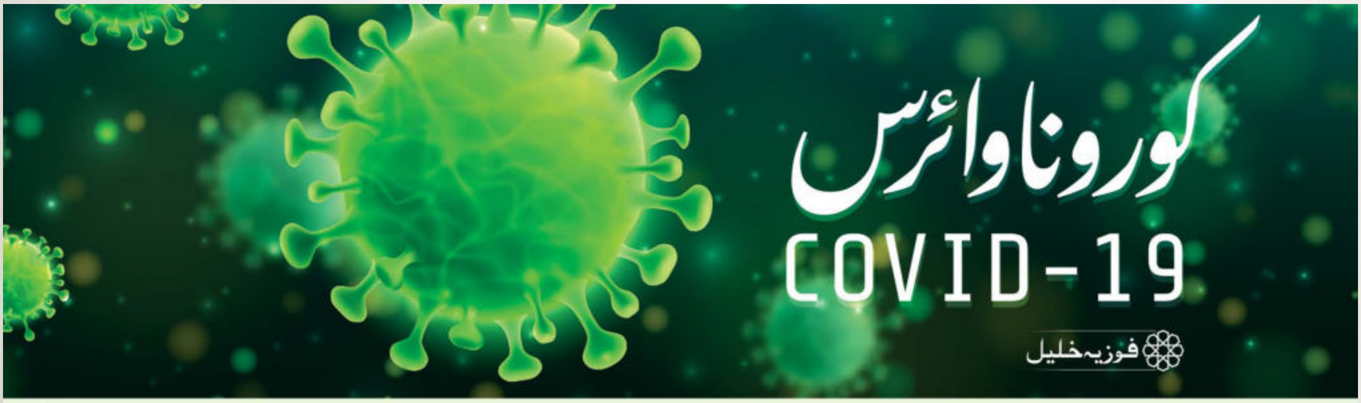

1220ء میں طاعون، 1820ء میں ہیضہ، 1920ء میں اسپینش فلو اور اب 2020ء میں چائینز کورونا وائرس۔ جی ہاں آج کل اسی کورونا وائرس نے سپر پاورز کی نیند حرام کر رکھی ہے۔ سائنس و ٹیکنالوجی کے بے تاج بادشاہ تھر تھر کانپ رہے ہیں۔ پیسا، طاقت اور سائنس سب نے گھٹنے ٹیک دیے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک سب سے زیادہ متاثر ہیں۔ نظامِ زندگی مفلوج ہے، یورپ اپنے فخر اور غرور سمیت تقریباً مکمل ہی لاک ڈاؤن ہے۔ دیگر ممالک میں بھی کروڑوں لوگ گھروں میں قید ہیں، کاروبار سمیت تمام سرگرمیاں معطل ہیں۔ دستیاب ریکارڈ کے مطابق تادمِ تحریر (18 مارچ تک) 170 ممالک کے تقریباً 2 لاکھ افراد اس سے متاثر ہوئے، 8 ہزار کے لگ بھگ اموات ہو چکی ہیں۔ آئیے اس وائرس کے بارے میں کچھ جانتے ہیں
(Covid-19) یہ ایک بہت چھوٹا وائرس ہے جس کا قطر 400-500 مائیکرو ہے۔ یہ کسی بھی ماسک سے نہیں گزر سکتا۔ اس کی زندگی 12 گھنٹے ہوتی ہے۔ صابن اور پانی سے دُھل جاتا ہے۔ کپڑے پر پڑا رہے تو 9 گھنٹے تک رہتا ہے۔ کپڑا دھو یا جائے یا پھر کپڑا دو گھنٹے دھوپ میں رہے تو بھی یہ وائرس مر جاتا ہے۔ ہاتھوں پر 10 منٹ تک زندہ رہتا ہے۔ 26-27 سینٹی گریڈ درجہ حرارت میں مر جاتا ہے یعنی گرم علاقوں میں نہیں رہتا گویا سورج کی حرارت میں رہنا چاہیے۔ گرم پانی پینا چاہیے، ہمہ وقت باوضو رہنا چاہیے یعنی اعضاؤ ھلتے رہیں تو یہ پنپ نہیں سکتا۔ سور، کتا، بلی کھانے والے اس کا جلد شکار ہوتے ہیں۔ اس کی علامات کچھ خاص نہیں۔ بعض افراد میں تو کوئی علامت ظاہر ہی نہیں ہوتی۔ بخار، تھکاوٹ، خشک کھانسی، سانس کے مسائل اور بڑھنے کی صورت میں ناقابلِ اصلاح نظامِ انہضام، سانس کی شدید تکلیف، دل کی تیز دھڑکن اور آنکھوں کی جھلی میں سوزش۔ یہ وائرس پھیپھڑوں میں پہنچنے سے پہلے گلے میں چار دن گزارتا ہے۔ متاثرہ شخص کھانستا ہے، اُس کا گلہ شدید دکھتا ہے۔ نمکین یا سرکہ آمیز پانی سے غرارے کرنے سے یہ وائرس فنا ہو جاتا ہے۔
یہ وائرس فضا میں افزائش نہیں پا سکتا۔ ہاں اگر متاثرہ شخص بہت ہی قریب ہو کر چھینکے یا کھانسے تو یہ چھوٹے قطرات ہوا میں منتشر ہو کر ایروسول کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور معلق رہتے ہوئے پھیل سکتے ہیں۔ ورنہ یہ فضا میں نہیں پھیلتا اسے بقا کے لیے سطح درکار ہے۔ اس کے علاوہ ترسیل کا ایک بنیادی ذریعہ نظامِ تنفس ہے یعنی روزمرہ کی بات چیت، کھانسنا (متاثرہ فرد سے ایک سے دو میٹر تک) ترسیل کا ایک اور ذریعہ ہے بذریعہ رابطہ یعنی ہاتھوں سے اس آلودہ سطح کے ساتھ رابطے میں ہو اور پھر منہ، ناک اور آنکھ متاثر ہوتی ہے سب سے آخر میں خون جمنا شروع ہو جاتا ہے۔
آج اس چھوٹے سے وائرس سے سب ڈر رہے ہیں۔ انسان سب سے پہلے حوصلہ ہارتا ہے پھر سب کچھ ہار دیتا ہے۔ کافر، مشرک، سکھ، یہودی، عیسائی اور مسلمان سب ایک جیسا خوف کھا رہے ہیں۔ ایسی صورت حال میں اللہ پر بھروسا کون کرے گا؟ یہ کون کہے گا کہ جب تک میرا رب نہ چاہے کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔!!!
سچی بات ہے اللہ تعالی کا کوڑا جب برستا ہے تو نہ کوئی جائے پناہ ملتی ہے اور نہ ہی کوئی راہِ فرار۔ احتیاط کے جو تقاضے ہیں وہ یقیناً اختیار کرنے چاہئیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اُمتِ مسلمہ کو انفرادی و اجتماعی توبہ کی ضرورت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے حیا کی ساری حدیں توڑ کر بے حیائی پسند کی۔ ہمارے گناہوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ غور کرنے اور سوچنے کی بات ہے کہ یہ کیسی بیماری ہے جس نے ہمیں اللہ کے گھر سے بھی روک دیا ہے۔ اللہ تعالی پر ایمان مومن کا اصل سرمایہ ہے۔ اس وقت ایمان اور مادیت کی جنگ ہے۔ مضبوط ایمان اور نیک اعمال کی طاقت سے مادیت کو شکست دی جا سکتی ہے۔

SINCE 1927
Langnese
MANUKA
WITH
BLACK FOREST HONEY
STRENGTHENS YOUR BODY'S IMMUNE SYSTEM
REDUCES THE RISK OF VIRUSES AND FLU
TREATS COUGHS & SORE THROATS
HAS ANTIBACTERIAL & ANTIVIRAL PROPERTIES
375g
SINCE 1927
Langnese
MANUKA
with
Black Forest Honey
مانوكا
مع عسل الغابة السوداء
PRODUCED & PACKED IN GERMANY

قرآن کی فریاد

سویرا فلک

آج پہلا روزہ تھا۔ حسان میاں نے نمازِ فجر سے واپسی پر اپنے کمرے میں ایک پارہ تلاوت کیا اور پھر لیٹ گئے۔ ان کے دماغ میں ٹیوشن والی بسمہ آپی کی باتیں گونجنے لگیں، جو انہوں نے بچوں کو رمضان کی برکتوں اور رحمتوں سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے لیے کی تھیں، بچوں نے بہت غور سے یہ باتیں سنی تھیں اور وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنا ٹائم ٹیبل بنائیں گے جس میں عبادت، پڑھائی اور کھیل کود کے لیے علاحدہ علاحدہ وقت ہوگا۔ آپی نے کہا تھا: ''رمضان المبارک کی آمد کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ روزے میں سارا وقت سو کر گزارا جائے یا بس عبادت میں لگا رہے، یا پھر صرف روزہ رکھ لے، نماز کی پابندی، نہ تلاوت اور تسبیحات اور بس دنیا کے کاموں میں لگا رہا جائے۔ سب کاموں کی اپنی اہمیت اور اپنی ضرورت ہے۔'' بچوں نے آپی سے وعدہ کیا تھا کہ اس ماہ میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کریں گے، جھوٹ سے پرہیز کریں گے، بڑوں کی بات مانیں گے، چھوٹوں پر شفقت کریں گے، صفائی کا خیال رکھیں گے اور دوسروں کے کام آئیں گے۔

بسمہ باجی نے یہ بھی بتایا تھا کہ رمضان کریم میں ہر نیکی کا ثواب کئی گنا ہو کر ملتا ہے۔ بسمہ باجی نے تاکید کی تھی، رمضان میں ایک قرآن پاک لازمی ختم کریں، ایک بار اکٹھا بیٹھ کر مکمل سپارہ نہ پڑھ سکیں تو مختلف اوقات میں تقسیم کر کے پڑھیں۔ پھر ہوم ورک کے طور پر انہوں نے ایک چارٹ بنانے کو کہا جس میں وہ اپنے اچھے اور غلط کاموں کے لیے علاحدہ علاحدہ اسکورنگ کریں۔

اور ساتھ ہی ستائیس رمضان کو اپنے گھر افطار پارٹی میں شرکت کی دعوت دی اور اپنا اسکورنگ چارٹ ساتھ لانے کو کہا تاکہ دیکھا جاسکے کہ کس بچے نے اپنا وعدہ اچھے طریقے سے نبھایا۔ بسمہ باجی کا یہ بھی کہنا تھا کہ رمضان میں انسان وقت کی پابندی کا عادی ہو جاتا ہے، بھوک پیاس برداشت کر کے نفس پر قابو پانا سیکھتا ہے، غلط کاموں سے بچنے کی توفیق ہوتی ہے اور صحت پر بھی مثبت اثر ہوتا ہے لیکن اس کے لیے میانہ روی اختیار کرنی چاہیے۔ یہی ساری باتیں سوچتے سوچتے حسان میاں کو نیند آگئی اور وہ سو گئے۔

دس بجے الارم سے آنکھ کھلی تو انہوں نے منہ ہاتھ دھویا اور ٹائم ٹیبل کے مطابق پڑھنے بیٹھ گئے۔ بارہ بجے غسل کرنے گئے اور پھر نماز ظہر کے بعد وہ بسمہ باجی کے پاس ٹیوشن پڑھنے چلے گئے۔ واپسی پر انہوں نے امی کے ساتھ افطاری کی تیاری میں مدد کی اور بہت دعائیں لیں۔ امی ہمیشہ مسجد اور باری باری محلے کے ہر گھر میں افطاری بھجواتی تھیں، اس بار حسان میاں نے کرمو بابا کے لیے بھی افطاری کی ٹرے بنوائی۔ کرمو بابا حسان میاں کے اسکول میں چوکیدار تھے اور بہت غریب تھے۔ روزے داروں کو افطار کرانے سے اللہ تعالی بہت خوش ہوتے ہیں اور بہت دعائیں بھی ملتی ہیں۔

۔ دوستوں کے ساتھ گراؤنڈ میں تھوڑی دیر کرکٹ کھیل کر حسان میاں نے وضو کر کے ابو کے ساتھ افطاری کا دسترخوان لگوایا پھر سب نے افطاری کی۔ نمازِ مغرب کے بعد حسان میاں تراویح تک اپنے کھلونوں سے کھیلتے رہے پھر ابو کے ساتھ نمازِ عشاء اور تراویح کے لیے مسجد چلے گئے واپسی میں ہلکا پھلکا کھانا کھایا، وہ انبیاء کی کہانی پڑھنے لگے، کہانی پڑھ کر انہیں جلد ہی نیند آگئی۔

◆◆◆

ستائیسواں روزے کو سارے بچے بسمہ باجی کے گھر افطار پارٹی کے لیے جمع تھے، سارے بچوں نے بسمہ باجی کے ساتھ مل کر افطار کی تیاری کروائی تو وقت سے کافی پہلے ہی سب کچھ تیار ہو گیا تھا۔ اس لیے بسمہ باجی تمام بچوں کو لے کر چھت پر چلی آئیں اور سب بچوں کے اسکورنگ چارٹ چیک کرنے لگیں وہ بہت خوش ہوئیں۔ سب ہی نے کوئی نہ کوئی نیک کام کیا تھا اور ایک غلط عادت چھوڑا تھا۔ سب نے ہی قرآن پاک بھی ختم کیا تھا۔ بسمہ باجی نے سب بچوں کی طرف پیار سے دیکھا اور بولیں:

''پیارے بچو! آپ کو اپنی کامیابی بہت مبارک ہو اور میں آپ کا بہت شکریہ بھی ادا کرنا چاہتی ہوں کہ آپ لوگوں نے میری بات مان کر اور مجھ سے کیے گئے وعدے پورے کر کے میری عزت اور مان بڑھا دیا ہے۔ یقیناً اللہ پاک بھی آپ سے بہت خوش ہوں گے کہ آپ نے بھرپور طریقے سے رمضان کریم کی رحمتوں سے دامن بھرنے کی کوشش کی۔ پیارے بچو! آج میں آپ سے ایک چھوٹا سا وعدہ اور لینا چاہتی ہوں اور یہ وعدہ آپ پوری زندگی نبھانے کی کوشش کریں گے۔''

''ایک اور وعدہ؟'' تمام بچوں نے ہم آواز ہو کر کہا اور پھر حیرت سے بسمہ باجی کی طرف دیکھا ان کی آنکھوں میں ہلکے ہلکے آنسو تھے۔ یہ دیکھ کر بچے پریشان ہونے لگے، بسمہ باجی نے جلدی سے آنسو صاف کیے اور بولیں:

''بچو! ہماری زندگی سنوارنے کے لیے ہمیں صحیح اور غلط کا فرق بتانے کے لیے اللہ پاک

نے ہمیں قرآن کریم جیسی عظیم کتاب تحفے میں دی۔ مگر ہم صرف رمضان کریم میں قرآن پاک پڑھ کر اسے واپس طاق میں رکھ کر بھول جاتے ہیں اور پھر قرآن پاک منتظر رہتا ہے کہ کوئی اسے کھول کر پڑھے، اس سے باتیں کرے، یعنی اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر اس کو سمجھے، اس سے ہدایت لے، اس سے رہنمائی اور مدد مانگے، اس سے رحمتیں اور برکتیں سمیٹے۔ وہ فریاد کرتا ہے کہ مجھے نہ بھولو ایسا نہ ہو کہ اللہ قیامت کے دن تمہیں بھول جائے، مجھ سے محبت کرو تاکہ اللہ بھی تم سے محبت کرتا رہے۔ اس لیے آپ لوگ مجھ سے وعدہ کریں کہ روزانہ چاہے ایک صفحہ یا ایک رکوع ہی سہی، نماز کی طرح قرآن پاک کی تلاوت بھی پابندی سے کریں گے۔" بسمہ باجی نے تمام بچوں کی طرف دیکھتے ہوئے اپنا ہاتھ آگے پھیلایا تو سب نے آگے بڑھ کر ان کی ہتھیلی پر "وعدہ" کہتے ہوئے اپنے ہاتھ جما دیے۔ اچانک حسان میاں کو کچھ یاد آیا تو انہوں نے بسمہ باجی سے کہا۔ "میں نے بچوں کے ایک رسالے میں قرآن پاک کے حوالے سے ایک نظم پڑھی تھی، کیا میں سناؤں؟"

"ہاں بیٹا ضرور۔ ابھی تو افطار میں کافی وقت ہے۔ ہم افطار سے دس منٹ پہلے دستر خوان پر بیٹھیں گے اور دعا مانگیں گے کہ ہم ساری زندگی قرآن پاک کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق زندگی گزار سکیں۔" سب بچوں نے مل کر "آمین" کہا اور پھر حسان میاں نے نظم سنانا شروع کر دی۔

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں، آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جزدان حریر و ریشم کے، اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے، خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جس طرح طوطے مینا کو، کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں، اس طرح سکھایا جاتا ہوں
جب قول و قسم لینے کے لیے ، تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے، ہاتھوں پہ اٹھایا جاتا ہوں
دل سوز سے خالی رہتے ہیں، آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو اک اک جلسے میں، پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں
نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے، سچائی سے بڑھ کر دھوکا ہے
اک بار ہنسایا جاتا ہوں، سو بار رُلایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے، قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں، ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کس بزم میں میری یاد نہیں، کس عُرس میں میری دھوم نہیں
میں پھر بھی اکیلا رہتا ہوں، مجھ سا کوئی بھی مظلوم نہیں

ایک خوف ایک امید

ام ایشاع

پڑوس کے گھر سے کسی بچے کے رونے اور چیخنے کی آوازآرہی تھی۔ پتا چلا کہ کرونا وائرس کے ڈر سے ماں نے بچے کو باہر نکلنے سے منع کیا ہوا ہے، مگر وہ بچہ بار بار کھیلنے کے لیے گھر سے باہر نکل جاتا ہے۔ ہزار روکنے اور منع کرنے کے باوجود بھی جب باز نہیں آیا تو ماں نے انتہائی بے دردی سے پیٹ ڈالا۔ اسی کے چیخنے چلانے کی آوازیں گونج رہی تھیں۔

بچہ اپنی جگہ پریشان تھا کہ باقی سب لوگ باہر آ جا رہے ہیں، صرف مجھ پہ پابندی کیوں؟ ماں کو الگ خدشات تھے کہ بچہ کمزور ہے، قوت مدافعت کی کمی ہے۔ کہیں وائرس کا شکار نہ ہو جائے۔

یوں لگتا ہے کرونا ایک قہر بن کر ٹوٹ پڑا ہے۔ ہر جگہ اسی کا تذکرہ اور خوف وہراس پایا جاتا ہے۔ بچاؤ کے لیے احتیاط اور حفاظتی تدابیر بھی کرنی چاہییں مگر اس خوف کے عذاب سے اپنے آپ کو چھٹکارا دلانا بھی ضروری ہے۔ وبا تو پتا نہیں نقصان پہنچائے یا نہ لیکن خوف نے ہم سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ کیا خبر یہ خوف بھی اللہ کے عذاب کی ایک صورت ہی ہو۔

انسان اپنی طبعی موت مرے یا کسی وبا کا شکار ہو کر مرے، یہ طے ہے کہ موت اپنے وقت پر ہی آئے گی۔ وہ ایک آن ایک لمحہ آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اس وقت تقدیر پر ایمان مضبوط رکھنے کی ضرورت ہے کہ جو تکلیف قسمت میں لکھی جا چکی ہے، وہ پہنچے گی اور جو نہیں لکھی وہ کسی صورت نہیں پہنچ سکتی۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ یوں بیان کرتے ہیں:

"وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ
وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ"

ترجمہ: اگر اللہ تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو تمہیں اس نقصان سے بچا سکے، اور اگر وہ تمہیں کسی بھلائی سے بہرہ مند کرے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ وقت اپنے آپ کو مضبوط رکھنے اور اپنے خالق ومالک پر بھروسا رکھنے کا ہے۔ زندگی موت، صحت اور بیماری سب کچھ اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اگر اللہ نہ چاہے تو کسی کرونا وائرس کی مجال نہیں کہ کسی کا بال بھی بیکا کر سکے۔ اس لیے اللہ سے حسن ظن رکھا جائے۔ اعتدال کے ساتھ تمام احتیاطی اور حفاظتی تدابیر بھی اختیار کی جائیں۔ توبہ واستغفار، صدقات، دعاؤں اور اذکار کا اہتمام، وضو کی کثرت اور نمازوں کی پابندی۔ اللہ سے خیر وعافیت کا سوال اور ساتھ ساتھ یہ سوچ بھی ذہن میں رہنی چاہیے: حدیث میں آتا ہے کہ "وبا میں مرنے والا شہید ہوتا ہے۔"

رمضان کی تیاری

محمد سعد صالح

"عثمان علی! دونوں ادھر آؤ میرے پاس" کھیل کود میں مصروف دونوں بچے امی کی آواز سن کر دوڑ پڑے۔"جی امی، ہم آ گئے" اگلے ہی لمحے وہ امی کے سامنے تھے۔
"شاباش میرے شہزادو! اچھے بچے فوراً امی ابو کی بات مانا کرتے ہیں" امی کی حوصلہ افزائی سن کر وہ خوشی سے جھومنے لگے۔
"بیٹا کیا آپ لوگوں کو پتا ہے، اگلے مہینے کیا آنے والا ہے؟"
جی مما، اگلے مہینے رمضان آ رہا ہے۔ ہمیں ٹیچر نے بتایا تھا" دونوں نے معصومیت سے جواب دیا۔"مما رمضان میں کیا ہوتا ہے" علی نے تجسس کے ساتھ سوال کیا۔"بیٹا اس مہینے میں رحمتوں اور برکتوں کی برسات ہوتی ہے۔ اللہ اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرتے ہیں۔ جو کوئی بھی اللہ سے کچھ مانگتا ہے، اللہ پاک اسے دے دیتے ہیں"
"امی اللہ تعالیٰ کتنے پیارے ہیں نا۔۔!" عثمان نے حیرت سے کہا۔
"جی بیٹا بہت پیارے اور اپنے بندوں سے بہت محبت کرنے والے ہیں" امی نے اس کے گال پر آہستہ سے تھپکی دیتے ہوئے کہا۔ "مما اس مہینے میں کیا کرنا ہوتا ہے" اب کی بار علی نے سوال کیا تھا۔
"علی بیٹا! اس مہینے میں تمام مسلمان اللہ کو خوش کرنے کے لیے روزے رکھتے ہیں۔ رات کو تراویح پڑھتے ہیں۔ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں اور بہت سی نیکیاں کرتے ہیں" امی نے اسے پیار سے سمجھا دیا۔"تو پھر ہم بھی اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے یہ سب کام کریں گے" علی چہکتے ہوئے بول پڑا۔
"کیوں نہیں بیٹا ضرور کرو گے۔ اللہ بہت خوش ہوں گے اور آپ کو بہت سے انعامات دیں گے" یہ سن کر دونوں خوشی کے مارے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔
"مما یہ مہینا کس نے ہمیں دیا ہے؟" عثمان نے پیشانی کو بل دیتے ہوئے پوچھا۔
"بیٹا یہ مہینا پیارے اللہ نے ہمیں تحفے میں دیا ہے۔ اللہ اپنے بندوں سے بہت پیار کرتے ہیں اور انہیں بہت تحفے دیتے ہیں" امی نے بچوں کے انداز میں ان کے دل میں اللہ کی محبت بھر دی۔
واؤ مما۔۔۔اللہ تو بہت اچھے ہیں۔ وہ ہمیں گفٹ بھی دیتے ہیں" عثمان حیرت سے کہنے لگا۔
" بالکل بیٹا۔ بہت اچھے اور بہت پیارے ہیں۔"
"بیٹا! کیا آپ دونوں کو پتا ہے کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان آنے سے پہلے کیا کرتے تھے؟" کچھ دیر ٹھہر کر وہ پوچھنے لگیں۔
"نہیں مما۔ ہمیں تو نہیں پتا" علی کے انداز سے افسوس چھلک رہا تھا۔
"چلیں کوئی بات نہیں۔ میں بتاتی ہوں۔ رمضان میں جب دو مہینے رہ جاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہو جاتے تھے۔ رمضان کا شدت سے انتظار کرتے تھے۔ نفل نمازیں زیادہ کر دیتے تھے۔ خوب تلاوت کرتے تھے اور یہ دعا پڑھتے تھے: "اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبَ وَ شَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ" وہ دونوں بڑے غور سے سن رہے تھے۔
"مما اس دعا کا مطلب کیا ہے؟"
"اس کا مطلب ہے" اے اللہ ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینے میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دیجیے" وہ دونوں دعا کو یاد کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔
"اور سب سے اہم بات۔ ہمارے پیارے نبی خود رمضان کی تیاری کرنے کے ساتھ دوسروں کو بھی ترغیب دیتے تھے۔ اپنے گھر والوں کو، اپنے صحابہ کرام کو بھی رمضان کی تیاری کرنے کا حکم دیا کرتے تھے" آخری بات ماں نے زور دیتے ہوئے بتائی۔
"تو پھر ہم بھی تیاری کریں گے اور اپنے دوستوں کو بھی کہیں گے۔" علی کی بات سن کر عثمان نے کہا: "آپ نے جو باتیں ہمیں بتائی ہیں، یہ سب ہم اپنے دوستوں کو بتائیں گے اور یہ دعا بھی انہیں یاد کروائیں گے"
"ضرور میرے شہزادو! اچھی باتیں دوسروں کو بتانی چاہییں۔" ماں نے ان کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "شکریہ مما۔ اب ہم رمضان کی تیاری کرنے جا رہے ہیں۔" یہ کہتے ہوئے وہ باہر کی طرف دوڑتے چلے گئے۔

Brady's
The nourishing taste of Scott Baking
Plain Cake
OUR PROMISE
Brady's
DELICIOUS FOOD EXPERIENCE EVERY TIME
Delicious & Delightful

بیانے سپارہ مکمل کرکے اندر رکھا اور واپس بیٹھتے ہوئے ان دونوں کو دیکھا۔ طٰہٰ ہاتھ میں تسبیح پکڑے غنودگی میں تھا۔ روزے میں زیادہ تلاوت کرنے سے اسے پیاس محسوس ہوتی تھی، دن میں وہ سحری کے فوراً بعد یا افطار سے پہلے تلاوت کرتا ورنہ زیادہ تر تسبیح پڑھتا۔ اکثر ہی تسبیح ہاتھ میں پکڑے سو جاتا۔ بیبو بھی اس کی دیکھا دیکھی تسبیح پکڑ لیتی اور اس وقت وہ دونوں ہی صوفے پر خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ بیانے اس کے پاس آکر پاؤں کا انگوٹھا ہلایا

”اوہ بھائی، سونا ہی ہے تو تسبیح لینے کی کیا ضرورت ہے بلکہ ویسے بھی کیا ضرورت ہے، ایسے ہی پڑھ لو۔“

”اوہ“ طٰہٰ چونک کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا ”تسبیح اس لیے لیتا ہوں کہ نیند نہ آئے مگر پھر بھی آجاتی ہے۔“ سر پر ٹوپی جما کر، چوکس بیٹھتے ہوئے طٰہٰ نے توجیہ پیش کی۔ ”نیند کا ہی قصور ہے سارا۔“ بیا شرارت سے بولی تو طٰہٰ نے بھی ہنس کر جواب دیا۔ ”اور کیا، ویسے بھی نیت تو نیک ہے نا میری۔“

”خیر، یہ بتاؤ ہادی ٹھیک ہے نا، جب سے رمضان شروع ہوا ہے، ہمارے گھر نہیں آیا۔“ بیانے اپنے پڑوسی اور مشترکہ دوست کے بارے میں استفسار کیا تھا۔ جب سے ان کی دوستی ہوئی تھی، وہ زیادہ وقت ان کے گھر ہی گزارتا تھا، اب اس کے نہ آنے پر فکر لازمی تھی۔ ہادی کی امی کا انتقال ہو چکا تھا۔ سحری و افطاری بنانے کے لیے ملازم موجود تھا مگر طٰہٰ کے ذریعے ابو تقریباً روز ہی سحر و افطار میں ان کے گھر کچھ نہ کچھ بھجواتے تھے۔ تراویح میں بھی ان دونوں کی ملاقات ہو جاتی۔

”ٹھیک ہے، اکیلا ہوتا تھا تو یہاں آجاتا تھا، آج کل اس کے ابو جلدی گھر آجاتے ہیں۔ پھر رمضان میں وقت ہی کب ملتا ہے۔ دن میں روزہ اور رات میں تراویح، کہہ رہا تھا ان شاء اللہ رمضان میں تین قرآن پاک مکمل کروں گا۔“ طٰہٰ نے تفصیلی جواب دیا۔ ”واہ ماشاء اللہ! تم بھی شرم کرلو۔“ بیانے بڑی بوڑھیوں کی طرح طٰہٰ کو شرمندہ کرنا چاہا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ جواب دیتا اطلاعی گھنٹی بج اٹھی۔ دروازہ کھولنے پر ہادی سامنے تھا۔ طہٰ نے ہنستے ہوئے بتایا ”ابھی ابھی بیا تمہارا ہی پوچھ رہی تھی کہ رمضان میں قید ہو گئے ہو کیا۔“

”بھئی تم لوگ مجھے راندہ درگاہ شیطان سے مت ملاؤ۔ بابا کہتے ہیں کہ کم از کم رمضان میں وقت ضائع نہ ہو سو گھر میں ہی رہتا ہوں۔ ابھی بھی مجھے تمہارا سائنس کا جرنل چاہیے تھا، وہ لینے آیا ہوں۔“ ہادی کہتا ہوا اندر اس کے ساتھ لاؤنج میں آبیٹھا۔

”ہاں بھئی، وہ بابا کا شریف، فرماں بردار، پڑھاکو بیٹا ہے، ہماری طرح وقت ضائع نہیں کرتا۔“ بیانے شرارت سے چمکتی آنکھوں کے ساتھ مصنوعی سنجیدگی سے کہا اور دونوں بہن، بھائی ہنس دیے، ہادی اس انداز پر بس انہیں گھور کر رہ گیا۔

”سوری یار، واقعی ایسے فضول مذاق نہیں کرنے چاہییں مگر مجھے تم سے ایسی عقل مندی کی بات کی امید نہیں تھی نا۔“

طٰہٰ بھی قدرے ندامت سے کہتا آخر میں اسے چڑانے لگا۔ ”اب ہر کوئی تمہاری طرح بے وقوف نہیں ہوتا۔“ ہادی نے مزے سے جواب دیا۔

”ہاں، ہاں کچھ لوگ مجھ سے زیادہ بے وقوف بلکہ ڈرامے باز ہوتے ہیں، اسی لیے ان کے منہ سے اچھی بات سن لو تو حیرت ہی ختم نہیں ہوتی۔“

طٰہٰ نے بھی ہار نہیں مانی تھی۔

”کون آیا ہے۔“ بیبو گھنٹی کی آواز پر جاگ گئی تھی اور اب ادھ کھلی آنکھوں سے پوچھ رہی تھی۔

بیبو کا روزہ

عائشہ تنویر

''تم سو جاؤ، بہن، تم سے ملنے کوئی نہیں آیا۔'' بیا نے امی کے پکارنے پر جاتے جاتے اسے تھپکا۔ وہ جلدی سے سیدھی ہو کر اٹھ بیٹھی اور اپنا مخصوص جملہ دہرایا۔

''میں کب سو رہی تھی، میں تو جاگ رہی تھی۔'' طٰہٰ مسکراتا ہوا جرنل لینے چلا گیا ہادی بیبو کی معصومانہ باتیں سننے کے لیے اس کی طرف متوجہ ہوا۔ ''بیبو! آپ نے روزہ رکھا ہے؟''

''جی بھائی''۔ اس نے آنکھیں کھول کر پوری سنجیدگی سے سر ہلایا۔ ''کہاں رکھا ہے؟'' ہادی نے مسکراہٹ چھپا کر پوچھا۔

''فریج میں رکھا ہے۔'' بیبو کی سنجیدگی میں فرق نہیں آیا تھا۔

''اب تو وہاں نہیں ہے۔ میں نے فریج سے آپ کا روزہ نکال کر کھا لیا۔'' اس نے بیبو کو تنگ کرنا چاہا تھا اور بیبو تو فوراً ہی زور سے رونے لگی تھی۔ ''میرا روزہ، میرا روزہ''

''کیا ہوا بیبو!'' بیا آواز سن کر اس کے پاس آ بیٹھی اور پیار سے پوچھا۔

''ہادی بھیا نے میرا روزہ کھا لیا۔'' اس نے روتے ہوئے بتایا۔

''تم نے اس کا روزہ کیسے کھایا؟ تمہارا روزہ نہیں ہے ہادی؟'' بیا نے حیرت سے اسے دیکھا، ہادی سٹپٹا گیا۔ بیا اس کی ہی ہم عمر تھی، اس سے ایسی بے سروپا بات کی توقع نہیں تھی۔ آٹھ، دس سال کی عمر میں ہی وہ تینوں جہاں خود کو بہت بڑا اور اپنی دانست میں عقل مند سمجھتے تھے، وہیں بیبو پانچ سال کی ہونے والی تھی مگر پھر بھی بڑے بہن بھائیوں کے سامنے ننھی منی بنی رہتی تھی۔ ''وہ تو چھوٹی ہے۔ تمہیں تو پتا ہے، روزہ کون کسی کا کھا سکتا ہے۔ میں مذاق کر رہا تھا۔'' ہادی نے دہائی دی۔ اتنے میں طٰہٰ بھی کتاب لے آیا تھا۔ اس نے معاملہ سن کر ہنستے ہوئے بیبو کو مخاطب کیا۔ ''جاؤ بیبو! فریج میں دیکھو، آپ کا روزہ وہیں رکھا ہوگا۔''

بیبو نروٹھے انداز میں ہادی کو گھورتی اندر چلی گئی تھی۔ طٰہٰ اور بیا کے چہروں پر مسکراہٹ جبکہ ہادی کے چہرے پر نا سمجھی کا تاثر تھا۔ فوراً ہی بیبو ایک پلیٹ میں رنگ برنگی بنٹیاں، چاکلیٹ رکھے اور ساتھ شربت کا گلاس لیے واپس آئی تھی۔

''میرا روزہ مل گیا۔ ہادی بھیا آپ تو کہہ رہے تھے کہ آپ نے روزہ کھا لیا۔'' صوفے پر بیٹھ کر مزے سے کھاتے ہوئے وہ ہادی سے پوچھ رہی تھی۔

''یہ شربت اور کھانا اس کا روزہ ہے۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد نکال کر کھا لیتی ہے اور ایک روزہ گن لیتی ہے، پانچ روزے تو آج کے ہی ہو گئے اس کے۔''

بیا نے وضاحت دی تو ہادی بھی مسکرا دیا۔

''لیکن ہادی بھیا کا روزہ نہیں ہوا۔ انہوں نے جھوٹ بولا تھا۔'' بیبو نے انگلی اٹھا کر کہا۔

''اوہ سوری اللہ تعالیٰ! سوری بیبو گڑیا! میں نے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ میں آپ کی بات سمجھا نہیں تھا۔'' ہادی نے معذرت طلب کی۔

''بس اس کا ہی روزہ ہوتا ہے، جو سارا دن ہمارے سامنے بیٹھ کر کھاتی رہتی ہے۔ ہم تو غلطی سے لڑ لیں تو فوراً روزے میں لڑائی نہیں کرتے کی نصیحت شروع کر دیتی ہے۔'' طٰہٰ نے جل بھن کر کہا تھا۔

''اب میں کھڑے ہو کر تو نہیں کھا سکتی نا، امی کہتی ہیں، کھانا ہمیشہ بیٹھ کر کھانا چاہیے۔'' بیبو کے معصومانہ جواب پر جہاں طٰہٰ سر پکڑ کر بیٹھا، وہیں ہادی کا ہنس ہنس کر برا حال ہو گیا۔ اس کا اپنا کوئی بہن بھائی نہیں تھا۔ طٰہٰ کے گھر کا یہ ماحول اور بیبو کی باتیں اسے اچھی لگتی تھیں۔

''ٹھیک تو کہہ رہی ہے، دعا پڑھ کر، بیٹھ کر سیدھے ہاتھ سے کھا رہی ہے، اب تم جیسے ندیدے روزے دار سامنے ہوں تو وہ کیا کرے۔'' ہادی نے طٰہٰ کو چھیڑا۔

''بس بھئی، مسلسل کھانے کی باتیں کر کے افطار یاد کروا دی۔ بیا پلیز امی کو کہہ آؤ، افطار میں آلو کے قتلے لازمی بنائیں اور میرے لیے لیموں والا شربت بھی۔''

بیبا کے لوازمات نے طٰہٰ کا دل للچا دیا تھا۔

''آنٹی ابھی سے افطار بنا رہی ہیں؟'' ہادی نے بیا کو باورچی خانے کی طرف جاتے دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔ وہ پہلے بھی باورچی خانے میں ہی گئی تھی۔

''ابھی سے شروع کریں گی تو وقت پر بنے گی نا، کچھ کام ابھی کریں گی، پھر تلاوت اور آرام کے بعد باقی کام۔ اتنی ساری چیزیں بنانی ہوتی ہیں۔'' طٰہٰ نے بتایا۔

''یہ تو غلط بات ہے یار، رمضان عبادت کا مہینا ہے، تم لوگوں کے چسکوں کی وجہ سے نہ آنٹی کو آرام ملتا ہوگا، نہ ٹھیک سے عبادت کا موقع۔ اتنی چیزوں کی کیا ضرورت ہے۔ کھانا تو ہم سارا سال کھا سکتے ہیں، نیکیوں کا یہ مہینا باورچی خانے میں ضائع کرنے کے لیے نہیں ہے۔'' ہادی نے تاسف سے کہا تو طٰہٰ شرمندہ ہو گیا۔

''کھانا تو کھانا ہے، اس لیے کچھ تو بنانا ہی پڑے گا۔'' اس نے وضاحت دینا چاہی۔

''ظاہر ہے لیکن تم بھی مدد کرو، شربت تو کم از کم تم بنا ہی سکتے ہو، میں بھی اپنے گھر میں برتن لگانے، اٹھانے اور شربت بنانے جیسے سارے کام کرتا ہوں۔''

ہادی نے فخریہ اپنی کارکردگی سے آگاہ کیا۔

''طٰہٰ تو بس فرمائشیں کم کر دے، وہی بہت ہے۔ ایک دن میں ایک یا دو چیز کھاؤ، یہ نہیں کہ روزہ ہو نہ ہو، پکوڑے، سموسے، فرائز، چھولے، دہی بڑے سب مانگ لو۔ رات کے کھانے میں چاول پکے ہوں تو افطار کا اہتمام نہ کرو۔ بس روزہ کھول کر کھانا کھا لو۔'' بیا دوبارہ واپس آ گئی تھی۔ یہاں باتوں میں اس کا دل لگا ہوا تھا اور چوں کہ خود روٹی سے زیادہ چاول کی شوقین تھی سو طٰہٰ کو سمجھاتے سمجھاتے اپنا شوق ظاہر کر بیٹھی۔

''چاول اگر بریانی والے ہوں تو پڑوسیوں کو روز سے زیادہ بھجواؤ، آخر رمضان نیکیوں کا مہینا ہے۔'' ہادی نے شرارت سے بات بڑھائی۔

''آپ بریانی بھجوا رہے ہیں ہادی بھیا۔'' ساری گفتگو سے لاتعلق کھانے میں مگن بیبو نے آخری جملہ سن کر جوش سے پوچھا۔

''جی ہادی بھیا، بھجوائیں ہمیں بریانی بنا کر، آپ تو بہت کام کرتے ہیں نا۔'' طٰہٰ کو فوراً موقع ملا۔ ''میں تو بیبو کے روزے جیسی ریڈی میڈ بریانی ہی بناؤں گا۔''

ہادی کے کہنے پر وہ دونوں ہنس دیے اور بیبو نا سمجھی سے آنکھیں پٹپٹاتی اپنی پلیٹ کو اور انہیں دیکھ رہی تھی۔ ''بھلا اس کے روزے میں کیا کمی تھی!''

اللہ کے مزدور

ڈاکٹر صفیہ سلطانہ صدیقی

سکندر اور سُمیکہ کی عمر میں صرف دو سال کا فرق تھا۔ سکندر آٹھویں جماعت میں تھا اور سمیکہ چھٹی میں۔ رازی اور فاروق دونوں ابھی چھوٹے تھے۔ سُمیکہ کو اکلوتی بہن ہونے پر فخر تھا اور سکندر کو اپنے بھائی جان ہونے پر ناز تھا۔ دونوں بچے اپنے آپ کو بڑا تو سمجھتے تھے مگر لڑتے چھوٹے بچوں کی طرح تھے۔ ان لڑائیوں سے نجات پانے کے لیے ابو کی ڈانٹ کام کرتی تھی۔

◆◆◆

"میرے بچو! دو دن بعد بڑی زبردست نعمت ملنے والی ہے" امی کی آنکھوں میں بہت گہری خوشی اور چمک تھی۔ "اچھا۔۔۔ کیا نانی آئیں گی؟" سُمیکہ نے خوش ہو کر کہا۔

"نہیں! اس سے بھی بڑی خبر ہے بیٹی!" امی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "امی بتا بھی دیں" سکندر بولا۔ "بیٹے! رمضان شروع ہو رہا ہے، پرسوں سے!" امی نے خوش ہو کر کہا۔

"اوہو۔۔۔ یہ تو ہمیں پہلے سے معلوم ہے اور میں پورے روزے رکھوں گا، سُمیکہ نے بتایا کہ یہ سات روزے ضرور رکھے گی!" سکندر نے امی کو بتایا۔

"اچھا یہ تو بڑی اچھی بات ہے! رمضان میں ہوتا کیا ہے؟" امی نے پوچھا۔

"یہ بھی کوئی سوال ہے؟ روزے ہوتے ہیں امی" دونوں بچے ہنسنے لگے۔

"اور کیا ہوتا ہے؟" امی نے پوچھا۔ "مزے دار سحری، چٹپٹی افطاری!" سکندر آنکھیں پھیلا کر بولا۔ "بھائی جان! عقل ہے کہ نہیں تراویح اور تہجد بھی ہوتی ہے، یاد نہیں ہم دونوں سحری میں تہجد پڑھتے تھے اور رات میں بیس تراویح بھی" سُمیکہ نے کہا۔

"کیسے بھول سکتا ہوں؟ میں تو مسجد میں سیدھی سادی تراویح پڑھتا تھا اور تم گھر میں بیروں والی تراویح!" سکندر نے حسبِ معمول چھیڑا

"ہاں تو میں گنتی بھول جاتی تھی نا۔ اس لیے بیس بیر رکھ لیتی آرام سے بیس تراویح پڑھ لی، پڑھتے گئے کھاتے گئے ہی ہی!" سُمیکہ نے مزے سے کہا، امی بھی ہنسنے لگیں۔

"اور رمضان میں کیا ہوتا ہے بھئی؟ جو تین خاص باتیں بتائے گا اس کو میں چکن روسٹ بنا کر کھلاؤں گی۔" امی نے زبردست آفر دی مگر دونوں بچے نہ بتا سکے، تو امی نے خود ہی بتا دیا۔

"دیکھو بچو! رمضان نیکی کا مہینا ہے اس میں ہر نفل کام کا ثواب فرض کاموں جتنا ہو جاتا ہے اور ہر فرض کام کا ثواب "سترّ فرائض" کے برابر ہو جاتا ہے۔

"مگر امی رمضان اتنا خاص کیوں ہے؟" سُمیکہ نے حیرت سے کہا۔

"اس لیے کہ اس ماہ میں قرآن نازل ہوا، جس رات قرآن نازل ہوا، وہ بھی "خاص" ہو گئی یعنی شب قدر بن گئی اور نزولِ قرآن والی رات ہم سب مسلمان بڑے شوق سے مناتے ہیں ساری رات عبادت کرتے ہیں! اکیس، تئیس، پچیس، ستائیس اور انتیسویں شب میں ہم شب قدر تلاش کرتے ہیں! امی نے اطلاع دی۔

"تو کیا باقی چار راتوں کی عبادت ضائع ہو جاتی ہے؟" سکندر گھبرا گیا۔

"نہیں بھئی! رمضان کی ہر رات کی عبادت کا بہت عظیم ثواب ہے اور شبِ قدر میں ہزار مہینوں کی عبادت کا ثواب ملتا ہے!"

"ایک ہزار۔۔۔ مہینے؟؟ امی یہ تو بہت زیادہ ہیں"

"جی ہاں! کوئی انسان اتنی عبادت نہیں کر سکتا مگر جو بندہ اس رات عبادت کر لے تو اسے ہزار مہینوں کی عبادت کا ثواب مل جاتا ہے!" امی کے لہجے میں خوشی تھی۔

"یہ تو دو باتیں ہیں، تیسری بات کیا ہوئی؟" سکندر نے سوچتے ہوئے کہا۔

"تیسری بات قرآن سمجھنا اور یاد کرنا! جس نے ایک آیت یاد کی رمضان میں، اس کو بھی خوب خوب کا ثواب مل جائے گا اور یہ قرآن نازل ہونے کا مہینا ہے اس لیے ہمیں قرآن کو خوب اچھی طرح سمجھ سمجھ کر پڑھنا چاہیے، یاد بھی کرنا چاہیے!" امی نے بتایا۔

"میں تو پورا انتیسواں پارہ یاد کروں گی!" سُمیکہ فیصلہ کن لہجے میں بولی۔

"میں سورہ بقرہ، سورہ یٰسین، کہف، واقعہ اور تیسواں پارہ سب ترجمے کے ساتھ یاد کر لوں گا! اور میں تو اتنی نیکیاں لوٹ لوں گا کہ سب سے جیت جاؤں گا" سکندر نے نعرہ لگایا!

"اور میں آپ کو ہرا دوں گی!" سمیکہ نے جواب دیا۔

’’نہیں ہرا سکتیں! میں تیس روزے رکھوں گا اور تم صرف سات‘‘ سکندر نے اُسے چڑایا اور وہ چیخنے لگی۔ ’’ارے تم بھی پورے روزے رکھ لینا‘‘ امی نے سُمیکہ کا حوصلہ بڑھایا۔ ’’ہاں۔۔۔ مگر معلومات نہ ہونے کی وجہ سے چکن روسٹ ہمارے ہاتھ سے چلا گیا ہے!‘‘ سکندر نے برا سامنہ بنایا۔ ’’مگر اس کے بدلے ایک اور اچھی خبر ہے!‘‘ امی نے بتایا۔ ا’’اچھا؟ اب وہ بھی بتادیں جلدی سے‘‘ دونوں بول پڑے۔

’’ہم عید کی شاپنگ کرنے آج ہی جائیں گے۔ تاکہ رمضان کا قیمتی وقت بازار میں ضائع نہ ہو‘‘ امی نے بتایا اور بچوں نے خوشی کے مارے گھر سر پر اٹھالیا۔

سُمیکہ اور سکندر کے روزے اور باقی سب عبادات اچھی گزر رہی تھیں۔ امی بہت خوش تھیں کہ رمضان سے پہلے دو تین نشستیں بچوں کے ساتھ کرنا، بہت فائدہ مند رہا۔ بس موبائل کے استعمال پر پابندی لگانے میں امی کو کامیابی نہ ہوئی تھی کیوں کہ بچوں نے اُن کو یہ سمجھا دیا تھا کہ ’’امی ہم اچھی اچھی باتیں پڑھتے ہیں اور ان اچھی باتوں کو دوسروں تک بھیج دیتے ہیں، ہم ثواب کا کام کر رہے ہیں‘‘

آخری عشرہ آیا تو امی نے بہت سے لوگوں کو خود بھی یہ پیغام بھیجا کہ عبادت کی آخری پانچ راتیں نیند یا کسی کام میں ضائع نہ کریں بلکہ شب قدر تلاش کرکے ہزار مہینوں کی عبادت کا عظیم ثواب حاصل کریں اور پھر باقی چار راتوں کی عبادت کا بہترین ’’منافع‘‘ الگ سے! سکندر اور سُمیکہ روزانہ ہی رات کا بڑا حصہ اس ’’نیکی‘‘ کی نذر کرتے تھے یعنی لوگوں کو اچھی باتیں اپنے موبائل سے بھیجا کرتے، اکیسویں شب یعنی پہلی شب بیداری آئی تو بھی دونوں بہن بھائی حسبِ معمول موبائل میں مشغول ہوگئے۔ تراویح کے بعد باورچی خانے کا کام نمٹا کر امی نوافل میں مصروف ہوگئیں، جب وہ ساڑھے بارہ بجے چائے بنانے آئیں تو دونوں بچوں کو ہنستے بولتے دیکھا۔

’’میرے بچو؟! اتنے اچھے بچے ہو کر تم لوگ وہ وقت برباد کر رہے ہو جس کا ایک ایک سیکنڈ بھی بڑا ہی قیمتی ہے! میں سمجھی تم نفل پڑھ رہے ہوگے یا قرآن یا پھر اس کی تفسیر یا حدیثیں مگر تم لوگ کھیل تماشے میں لگے ہو، امی سخت تعجب سے بولیں۔

’’نہیں امی! ہم لوگ تو شب قدر کی اہمیت پھیلا رہے تھے!‘‘ سکندر گھبرا کر بولا۔

’’یہ مغرب سے پہلے تک کرنے کا کام تھا، اب نہیں!! اپنی عبادت کب کروگے؟‘‘ امی کو غصہ آگیا۔ ’’امی۔۔۔ ابھی تو ساری رات پڑی ہے! نیند آرہی تھی، اس لیے ہم یہاں لگ گئے۔‘‘ سُمیکہ بولی۔

’’نیند آرہی تھی تو کچن دھو آتیں کچھ کھا پی لیتیں۔ برتن دھو دیتیں اس طرح تمہیں ثواب ہی مل جاتا‘‘ امی نے لہجہ نرم کیا۔ ’’اچھا؟ کھانے کا بھی ثواب؟‘‘ سکندر حیران ہوا۔

’’جی! کھانے سے عبادت میں جاگنے کی سہولت چاہیے یا روزے میں طاقت چاہیے ہو تو کھانا بھی ثواب ہے! تم کو اگر نیند آئی ہے تو ذرا ابو کے پیر دبا دو، درد ہے انہیں بہت!!‘‘ امی نے سکندر کو گھور کر کہا۔

’’اس کا بھی مجھے ثواب ملے گا؟‘‘ سکندر نے لالچ سے کہا۔ ’’جی ہاں! بالکل ملے گا۔‘‘

’’امی! میں آپ کے پیر دباؤں گی!‘‘ سُمیکہ نے امی کو زبردستی لٹانے کی کوشش کی۔

’’ابھی نہیں! ابھی برتن دھو کر ذرا فرش صاف کر آؤں۔ میری مدد کرکے، تمہیں بھی اتنا ہی ثواب ہوگا! امی مسکرادیں اور دونوں بچے اپنے اپنے کاموں کی طرف دوڑ پڑے۔ اایک گھنٹے کے بعد امی دونوں بچوں کو لے کر درس دینے بیٹھ گئیں۔ وہ سوال کرکے اچھی باتیں سیکھتے رہے۔ ’’امی پوری رات تو بڑی لمبی ہوتی ہے، اتنا جاگ کر عبادت کرنا مشکل بہت ہے‘‘ سکندر نے جمائیاں لیتے ہوئے کہا۔

’’بیٹے رمضان کی رات ہوتی ہی کتنی ہے؟ تراویح کے بعد بارہ یوں ہی بج جاتے ہیں، تین ساڑھے تین بجے سحری شروع ہو جاتی ہے یعنی صرف تین گھنٹے کا جاگنا اور اپنے اللہ کو یاد کرنا۔۔۔ آخر کون سا مشکل کام ہے؟‘‘ امی نے کہا تو دونوں کو جاگنا آسان لگنے لگا۔ سحری کھاتے ہوئے دونوں کی شرارتیں غائب ہو چکی تھیں، ابو دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

’’اللہ کے مزدوروں نے آج بہت محنت کی، اللہ کو میرے پیارے بچوں پر آج بہت پیار آیا ہوگا! اسکول کی تو چھٹیاں ہیں، اب تم لوگ اچھی نیند لینا بچو! ابو بولے۔

’’ہاں! میں تو سحری کھاتے ہی سو جاؤں گا۔‘‘ سکندر نے اعلان کیا۔ ’او ہو! فجر نہیں چھوڑ سکتے!‘‘ سُمیکہ نے بزرگانہ انداز میں کہا۔

’’جی وہ بھی مسجد میں میرے ساتھ جا کر!‘‘ ابو ہنسنے لگے۔ ’’مم۔۔۔ مشکل۔۔۔ ہے ابو! گھر میں پڑھ لوں؟‘‘ سکندر نے کھجلا کھاتے ہوئے آنکھیں بند کرکے کہا۔

’’بھائی آنکھیں کھول کر کھائیں، ناک میں چلا جائے گا ہی ہی! میں تو اتنی چھوٹی ہوں دیکھیں پوری آنکھیں کھول رکھی ہیں۔‘‘ سُمیکہ نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

امی نے بچوں کی شب بیداری پر شام کو مزے دار روسٹ بنایا۔ ’’واہ مزہ آگیا‘‘ ابو اگلی شب بیداری پر ہمیں کیا کھلائیں گے؟ سکندر اور سُمیکہ نے ایک ساتھ پوچھا اور ابو سوچ میں پڑ گئے۔

’’او ہو! یہ تو میرا چار مرتبہ اور لمبا خرچ ہونے والا ہے؟‘‘ ابو نے کہا اور سب ہنس پڑے۔

بقیہ

خالہ رقّیہ کا کنبہ

تقسیم کی جائے۔‘‘

’’ماشاء اللہ ضرور کیوں نہیں۔‘‘ سب نے یک زبان ہو کر کہا۔

اس عظیم خیال کے ساتھ ہی وہ محفل برخاست ہوئی اور پھر دعوت کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ گھر کی صفائی ہوئی، نئے برتن نکلے، دعوت کے لیے ایک ایک کو الگ الگ فون کیا گیا،، دیگیں تیار ہوئیں، کولڈ ڈرنک ٹھنڈی کرنے رکھی گئی، مٹھائیاں بنوائی گئیں۔

اگلے ہفتے دعوت والے دن جب پورا کنبہ ان کے گھر پر جمع تھا۔ کوئی کام میں مصروف تھا تو کوئی باتوں میں۔ چھوٹی عائشہ ایک کونے میں اداس بیٹھی تھی۔ خالہ رقّیہ نے اسے اپنے پاس بلایا۔ ’’کیوں خاموش بیٹھی ہو میری شہزادی؟‘‘

’’تو اور کیا کروں؟‘‘ وہ ناراضی کا اظہار کرنے لگی۔ ’’جہاں جاتی ہوں سب بچہ سمجھ کر ایک جگہ بیٹھ جانے کا کہتے ہیں کیوں بیٹھوں میں ایک جگہ پر۔ مجھے بھی کچھ کام کرنا ہے۔ گھر والوں کی مدد کرنی ہے۔‘‘

خالہ رقّیہ مسکرائیں اور سوچتے ہوئے بولیں۔ ’’کیا کام دوں میں اپنی پری کو؟‘‘

’’ہم م م م! میں ایسا کرتی ہوں کہ آپ کے پڑوس میں کھانا دے آتی ہوں؟‘‘ 6 سالہ عائشہ کے اس جملے نے خالہ رقّیہ کے نیچے سے زمین سرکا دی۔ اتنی بڑی دعوت میں وہ اپنی سفید پوش پڑوسن بیوہ سلمیٰ اور اس کے تین یتیم بچوں کو کیسے بھول گئیں۔ انہوں نے فوراً عائشہ کو کھانا بھر کر سلمیٰ کے گھر بھجوایا۔ خاندان، عزیز و اقارب اور رشتے داروں کے تقاضے پورے کرتے کرتے پڑوسی کیوں نہ دکھائی دیے۔ نبی کا یہ حکم کیسے نظر انداز ہوگیا۔ شرمندگی کے مارے ان کے آنسو بہنے لگے۔ عائشہ جب لوٹ کر آئی تو انہوں نے اس کا ماتھا چوما۔ اگر وہ بچی انہیں یاد نہ دلاتی تو وہ روزِ محشر اپنے رب کو اس بھول کا کیا جواب دیتیں۔

منے کی عید

وزیہ ظفر

عید خوشی کا دن ہوتا ہے، مگر معینہ بیگم صبح سے رو رہی تھی، اس لیے کہ اس کا منا رو رہا تھا۔ وہ اسے قصبے کی بڑی دکان پر لے گئی تھی کہ اسے جو چاہیے لے لے مگر روئے مت لیکن منے کی ایک ہی ضد تھی، ویسی مٹھائی چاہیے، جیسی مونا کھاتی تھی۔ اب بھلا مونا اور منے کا کیا مقابلہ! وہ تھی ایک کروڑپتی باپ کی بیٹی اور منا ٹھہرا ایک یتیم۔" منے! کاش تم مونا سے نہ ملے ہوتے، تم کیوں نہیں سمجھتے تم یتیم ہو اور ایک بے بس ماں کے بیٹے ویسے میں تمھیں خوش دیکھنے کے لیے کیا کچھ نہیں کر رہی۔ مگر تم عید والے دن بھی روئے جا رہے ہو، خدا کے واسطے چپ ہو جاؤ۔" معینہ بیگم نے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔ لیکن منّا اور شدت سے رو پڑا تھا اور بے بس معینہ نے اپنا سر تھام لیا تھا۔

◆◆◆

روز کی طرح معینہ بیگم منے کو گھر سلا اور پڑوسن کو خیال رکھنے کا کہہ کر ملک منصور کے گھر کام پر آئی تھی۔ ملک ہاؤس پہنچتے ہی وہ برتنوں کے ڈھیر پر بیٹھ گئی۔ «سنو معینہ! بختاور بیٹی بھی رمضان گزارنے آ رہی ہے، گھر کی اچھی سی صفائی کر دینا۔ شہروز بھی ایک دن ٹھہرے گا۔" یہ ملک صاحب کی بیگم شیر بانو تھیں۔" جی بی بی جی!» معینہ نے سر ہلایا اور صفائی میں جُت گئی۔ وہ جلدی جلدی ہاتھ چلا رہی تھی، بس کام تقریباً مکمل ہو ہی گیا تھا کہ باہر گاڑیوں کی آواز آئی تھی۔ ملک صاحب کی بیٹی اور داماد تشریف لا چکے تھے۔ بختاور جرمنی جا کر اور بھی نکھر گئی تھی اور اس کی بیٹی مونا تو بہت ہی پیاری لگ رہی تھی۔ کیا ملک صاحب کی طرح بختاور کے سسرال والے بھی اتنے امیر ہیں۔ وہ ان کے ٹھاٹ باٹ دیکھ کر سوچ رہی تھی۔

◆◆◆

ویسے تو معینہ بھی ملک منصور کے چچازاد کی بیٹی تھی مگر رشتوں کی تبھی قدر کی جاتی ہے جب مال دولت بھی برابر کا ہو۔ معینہ بیگم کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرے تھے۔ کاش! میرے پاس بھی دولت ہوتی تو آج۔۔۔ بختاور مجھ سے یوں منہ نہ موڑتی۔ بختاور کا نظرانداز کرنا معینہ کے دل پر لگا تھا۔

معینہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی، اس کے ماں باپ زیادہ امیر نہیں مگر غریب بھی نہیں تھے۔ اچھا خاصا گزارا ہو جاتا تھا۔ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی معینہ کو اکرام کے ساتھ بیاہ دیا گیا۔ محنتی اور شریف اکرام تنہا رہتا تھا۔ معینہ کے والدین نے اسے گھر داماد بنا لیا تھا، اکرام بھی معینہ کے ماں باپ کا بہت احترام کرتا تھا۔ وہ پر سکون تھے کہ اُنہوں نے معینہ کا ہاتھ غلط بندے کے ہاتھ میں نہیں دیا۔ ایک دن اچانک معینہ کے ابو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر چل دیے، معینہ کے لاکھ چیخنے چلانے پر بھی اس کے ابو نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ بابا آجاؤ نا ایک بار خواب میں ہی آ کر مل جاؤ! وہ روز دعا مانگ کر سوتی، مگر اُس کے بابا تو ایسے روٹھے تھے کہ خواب میں بھی نہیں آئے تھے۔

منے کی آمد نے معینہ کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیر دی تھی۔ اُسے اپنے منے کے معصوم نقش میں اپنے باپ کا چہرہ دکھتا تو وہ مسکرا دیتی، دیکھتے ہی دیکھتے منا ایک سال کا ہو گیا، ایسے میں ایک دفعہ پھر قیامت ٹوٹ پڑی، اُس کی ماں، اُس کی جنت اسے روتا، سسکتا تڑپتا چھوڑ گئی۔ وہ پہروں بیٹھی ماں کی یاد میں سسکتی رہتی۔ ننھا منا بھی نانی کی کمی شدت سے محسوس کرتا، گھر کے ہر کونے میں تلاشتا اور روتا

رہتا، اپنا دکھ بھول کر وہ منے کو سینے سے لگائے رکھتی، نظام زندگی چل رہا تھا۔ وہی گھر تھا، مگر افراد بدل گئے تھے۔ امی کی جگہ وہ آ گئی تھی، ابا کی جگہ پر اکرام اور منے نے اُس کی جگہ لے لی تھی۔۔۔ اچھے دن گزر رہے تھے مگر کاتب تقدیر کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اکرام کا بیٹھے بیٹھے دل گھبرانے لگتا۔ اکرام کی بگڑتی کیفیت دیکھ کر ایک دن معینہ نے کہا: ''منے کے ابا! میرا مشورہ مانو شہر چل کر کسی بڑے ڈاکٹر سے چیک کرواتے ہیں، اماں ابا کے بعد اب مجھ میں کچھ اور کھونے کی طاقت نہیں۔''

معینہ میں نہ جانے کہاں سے اتنا حوصلہ آ گیا تھا وہ بہت تحمل سے ڈاکٹر کی بات سن رہی تھی: ''آپ کو حوصلے سے کام لینا ہوگا، انہیں بلڈ کینسر ہے، یہ مرض بہت خطرناک ہے اور بھرپور توجہ مانگتا ہے۔'' ڈاکٹر کی بات سن کر اس نے کہا: ''میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں ڈاکٹر صاحب۔ بس اکرام ٹھیک ہو جائیں۔''

گھر، منا اور منے کے ابا، وہ سب کو بہت توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ ''آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں، میں ہوں نا!'' وہ بہت اپنائیت سے کہتی تو اکرام نم آنکھوں سے مسکرا پڑتا۔ وہ معینہ کے حوصلے پر بہت خوش تھا۔ کہاں تو ذرا ذرا سی بات پر رونے والی لڑکی اور کہاں اتنے بڑے دُکھ جھیل کر اُسے بھی تسلی دیتی۔ سچ ہے مشکلات انسان کو بہادر بنا دیتی ہیں۔ معینہ بھی بہادر ہو گئی تھی۔ کینسر کے مرض نے جائیداد اور زیور سے لے کر گھر کے برتن تک فروخت کر ڈالے تھے۔ ''معینہ تمہاری بالیاں کہاں گئیں؟ کیوں فروخت کیں تم نے، وہ تمہاری اماں کی نشانی اور تمہیں بہت عزیز تھی نا!''

''چھوڑو نا منے کے ابا! اماں کی نشانی سے زیادہ تمہاری صحت عزیز ہے۔'' دن رات کی توجہ کے باوجود اکرام کی صحت بگڑتی جا رہی تھی۔ درد میں وہ چیختا اور چلاتا تھا پوری گلی میں اکرام کے رونے کی آوازیں جاتیں۔ اور پھر ایک رات خاموشی چھا گئی، محلے کی خواتین، معینہ کا غم بانٹنے کو بیٹھی تھیں ''رو لو بہن، یوں چپ نہ بیٹھو کلیجا پھٹ جائے گا، ہمارے ساتھ اپنا غم بانٹ لو۔'' ساتھ والی شبانہ نے اُسے گلے لگایا تھا مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی تھی۔ تدفین کیسے ہوئی وہ کچھ نہیں جانتی تھی۔ ''بہن! خدا کے لیے کچھ رو لو ورنہ پاگل ہو جاؤ گی اپنا نہیں تو کچھ منے کا ہی خیال کر لو۔'' جب اُس کا صبر ٹوٹا تو وہ دھاڑیں مار مار کر روئی تھی۔ اتنے بڑے گھر میں وہ تنہا رہ گئی تھی۔ گزراوقات اور اپنے منّے کے اچھے مستقبل کی خاطر اُس نے ملک منصور کی حویلی میں کام کرنا شروع کر دیا تھا۔

''امی مجھے قلفی کھانی ہے۔'' عشا کے بعد منّے نے فرمائش کی تھی۔ وہ اپنی تھکن بھول کر منّے کی فرمائش پوری کرنے نکل پڑی تھی وہ اتنی محنت بھی منے کے لیے ہی کر رہی تھی ورنہ اُس کا تو زندگی سے جی اُٹھ گیا تھا۔ منا خوش تھا قلفی پا کر۔ اُس کے لبوں پر بھی خود بخود مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

''مجھے ملک نہیں پینا، مجھے کریم کھانی ہے، مجھے بلیک کریم نہیں، وائٹ چاہیے۔'' ہاتھ میں پیالہ پکڑی بختاور کافی زچ نظر آ رہی تھی۔ میز پر طرح طرح کے لوازمات تھے مگر بچی انتہائی ضدی تھی۔ مجھے اسٹرابیری والا جوس پینا ہے فوراً اسٹرابیری جوس پیش کیا گیا، منہ کے ساتھ لگتے ہی ایک اور فرمائش، بغیر شوگر کے پینا ہے، بچی خود کو نئے ماحول میں ایڈجسٹ نہیں کر پا رہی تھی اور ماں کو بھی پریشان کر رہی تھی۔ تب ہی بچی کی نظر منّے پر پڑی جو سحری کے برتن دھوتی معینہ کے ساتھ لگا کھڑا تھا، بختاور نے بیٹی کو خوش ہوتا دیکھ کر منّے کو اپنے پاس بلایا۔ شرماتا لجاتا منا بختاور کے پاس گیا تھا۔ ''مما اس سے میرا فرینڈ بننے کو کہیں ناں۔۔۔'' مونا نے فرمائش کی تھی ''چلو بیٹا دوستی کرو بہنا سے'' مونا نے فوراً ہاتھ بڑھا دیا تھا۔ منّے نے بھی شرماتے ہوئے ہاتھ آگے کیا تھا۔ ''ہو گئی نا دوستی؟ اب جلدی سے ناشتا ختم کرو پھر کھیلنا۔'' مونا نے ایک بار پھر منہ بسورا تھا ''پہلے ملک شیک کون ختم کرے گا۔'' ایک گلاس منے کو تھماتے بختاور نے چیلنج بھرے انداز میں کہا۔ ''میں!!!'' مونا نے کہا اور ایک ہی سانس میں گلاس ختم کر دیا۔ بختاور مسکرائی تھی اور پھر اصول بنا لیا گیا جو چیزیں مونا کھاتی وہی منا کھاتا۔ جیسا مونا پہنتی ویسا ہی منا پہنتا، جیسا کھلونا مونا کے پاس ویسا ہی منے کے پاس۔ ہفتوں میں ہی منّے کی صحت بدل کر رہ گئی تھی۔ معینہ بیگم پہلے بھی منّے کا پورا خیال رکھتی تھی مگر مونا جیسی خوراک اور لباس نہیں دے سکتی تھی۔ منّا بہت خوش تھا۔ منّے کی تو ساری شخصیت ہی بدل کر رہ گئی تھی۔ مونا کی دیکھا دیکھی منّا بھی اب اُسے مما بولنے لگا تھا۔ مونا کے تھری پیس سوٹ میں منّے کو دیکھ کر چاند بھی شرما رہا تھا۔ معینہ نے دل ہی دل میں منّے کی نظر اتاری۔ پورے صحن میں گاڑی بھگاتا منا کسی شہزادے سے کم نہیں لگ رہا تھا۔

آج چاند رات تھی، شہروز آنے والا تھا، اسے مونا اور بختاور کو ساتھ لے کر اسلام آباد اپنے گھر جانا تھا۔ بختاور تیاریوں میں مصروف تھی۔ مونا بہت اداس تھی۔ «مما منّے کو ساتھ لے جائیں نا!» مونا فرمائش کر رہی تھی۔ «نو بیٹا، منے کی مما یہاں ہیں نا اور وہاں تو آپ کے ویسے بھی بہت دوست ہیں۔» مونا کے جانے پر معینہ منے کو بہلا رہی تھی

آج عید تھی۔ صبح ہی صبح وہ منے کے ساتھ کام کے لیے حویلی آ گئی تھی۔ مونا کے جاتے ہی منا پھر سے ایک نوکرانی کا بیٹا بن گیا تھا۔ اب حویلی میں اس کی آؤ بھگت نہیں تھی، معینہ کام کر کے واپسی میں قصبے کی بہترین دکان سے مٹھائی لیتی گئی مگر ایک ماہ تک طرح طرح کے ذائقے چکھنے والے منے کو عام سی مٹھائی کیسے مزہ دیتی۔ تنگ آ کر وہ ملک صاحب کے گھر گئی۔ «شکر ہے معینہ تم آ گئی ہو سمیرا کے ساتھ مل کر فریج صاف کر دو۔» تھوڑی دیر میں فریج صاف ہو چکا تھا، اب شیر بانو کہہ رہی تھیں: «جاتے ہوئے یہ ڈبے کچرے میں پھینک دینا۔» سمیرا اور اُس نے ڈبے اُٹھائے اور حویلی کے قریب بنے ڈھیر پر پھینک دیے۔ سمیرا واپس حویلی جا چکی تھی اور وہ ڈھیر پر بیٹھی رو رہی تھی۔ اچانک اُس نے اردگرد دیکھا اور کسی کونہ پا کر ڈھیر سے مٹھائی کا ڈبّا ڈھونڈنے لگی۔

BAITUSSALAM PUBLICATIONS

جید علماء کرام کے زیر نگرانی شائع ہونے والے میگزین

celebrating the joys of submission!
radiance

بچوں اور نوخیزوں کے لیے رنگارنگ سلسلہ

The Intellect
Re-awakening to the Ideals of a Blessed Life

پڑھے لکھے گھرانوں کا پسندیدہ انگلش میگزین

ماہنامہ فہمِ دین

بھرپور ادبی چاشنی کے ساتھ ایک فیملی میگزین

مجلۃ السلام

عربی ادب کا ذوق رکھنے والوں کے لیے

THE BAITUSSALAM BULLETIN

بیت السلام کے تعلیمی وژن اور رفاہی خدمات سے آگاہی کے لیے

BAITUSSALAM

30-C, Basement 2nd Comm. Street, Phase-4, D.H.A Karachi, Pakistan

اشتہارات اور رسالوں کی سالانہ ممبر شپ کے لئے: +92 314 298 1344 | +92 21 35313274

بچوں کے فن پارے

بشری مصطفی، 9سال، اقرا معهد القرآن، کراچی

رملہ عامر، اول، 7 سال، کراچی

وردہ نعمان، کے جی ٹو، روضت السلام، کراچی

علی اسید، حفظ، 10 سال، بیت السلام کراچی

طیّب حنیف، ششم، 11 سال، تلاگنگ

محمد حسنین، ششم، جامعہ بیت السلام شکار پور

محمد حسان، چہارم، کراچی

پیارے بچو!

ماہ نامہ فہم دین کی طرف سے آپ سب کو رمضان اور عید مبارک قبول ہو!

یہ تو آپ سب جانتے ہی ہیں نا! کہ صلہ رحمی سے اللہ رب العزت کتنا خوش ہوتے ہیں۔۔۔ حدیث پاک میں آتا ہے: "مخلوق ساری کی ساری اللہ کی عیال ہے، پس اللہ تعالیٰ اسے محبوب رکھتے ہیں، جو اس کی عیال پر احسان کرے۔۔۔" تو پیارے بچو! رمضان کے مہینے میں جب آپ افطاری کا دستر خوان سجائیں تو اپنے دوستوں سمیت مستحق گھرانوں کے بچوں کو بھی یاد رکھیے گا اور پھر عید کی تیاریاں کرتے وقت بھی اللہ کی عیال یعنی ان بچوں کو شامل رکھنا نہ بھولیے گا۔ جن سے عید کی خوشیاں بھی روٹھی ہوئی ہیں۔۔۔ جب آپ رمضان میں اپنے افطاری کے دستر خوان پر اور اپنی عید کی تیاری اور عیدی میں اپنے مستحق بھائیوں کو یاد رکھیں گے تو اللہ کے محبوب بن جائیں گے۔۔۔ ان شاء اللہ!

تو پیارے بچے وعدہ کرتے ہیں نا۔۔۔!!

ماہنامہ فہم دین مئی 2020ء کے سوالات

سوال نمبر 1: بی فاختہ نے مدد کے لیے کسے بلایا؟

سوال نمبر 2: قینچی کی دھار کم ہونے کی دعا کس نے کی؟

سوال نمبر 3: کھیلوں کے مقابلے میں راحمہ کی کیا پوزیشن آئی؟

سوال نمبر 4: شریف کو جنگل میں کیا نظر آیا تھا؟

سوال نمبر 5: ڈاکو نے کھانا کیوں نہیں کھایا تھا؟

جنوری 2020ء کے سوالات کے جوابات

جواب نمبر 1: حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اس لیے اٹھ گئے تھے کہ جب تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش تھے اور صبر کر رہے تھے تو اللہ کا ایک فرشتہ ان کی طرف سے جواب دے رہا تھا اور جب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا تو وہ فرشتہ چلا گیا اور شیطان بیچ میں آگیا۔

جواب نمبر 2: امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

جواب نمبر 3: دوسری جنگ عظیم میں فوجیوں نے لہسن سے اس طرح فائدہ اٹھایا کہ جب وہ زخمی ہوتے تھے تو یورپی معالجین لہسن کے رس میں بھگوئی ہوئی خشک کائی کے پھائے فوجیوں کے زخموں پر باندھ دیا کرتے تھے تاکہ ان کے زخم خراب نہ ہوں۔

جواب نمبر 4: صہیب مرزائیت چھوڑ کر مسلمان ہو گیا تھا اور اس نے کلمہ شہادت پڑھ لیا تھا۔

جواب نمبر 5: تتلی رانی نے جواب دیا: "ٹھیک ہے میں یہیں رہوں گی اور روز گیت بھی سناؤں گی مگر آج تم لوگ مجھے گیت سناؤ کیوں کہ میری آواز رو رو کر بیٹھ گئی ہے۔"

جنوری 2020ء کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

1- فاطمہ خالد (میٹرک) کراچی

2- عکاشہ عبید (ثانیہ) میرپور خاص

3- محمد نذیر، آٹھویں جماعت، شرف آباد کراچی

ان دونوں میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہ نامہ فہم دین مبارک ہو

نوٹ: آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں اس کے ساتھ اپنا نام، عمر، کلاس، ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھیے گا، ورنہ وہ قابلِ اشاعت نہیں ہوگا۔ اور پھر اسے ماہنامہ فہم دین کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں، یا پھر وٹس ایپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کر دیں۔

نوٹ: پیارے بچو! اس صفحے پر جو سوالات آپ سے پوچھے جاتے ہیں، ان کے جوابات تین شمارے چھوڑ کر چوتھے شمارے میں ذکر کیے جائیں گے۔

پیارے نبی کی مہربانی

ضیاء اللہ محسن

جذبات کا اک سیلِ رواں ہے
ننھے سے بچے کی داستاں ہے
دورِ نبوت کی ہے کہانی
برسوں قبل کا غمگیں سماں ہے
بچہ گلی میں اک رورہا تھا
چہرے کو اشکوں سے دھو رہا تھا
خوشیوں بھرا وہ تھا عید کا دن
لیکن غموں میں وہ کھورہا تھا
آنکھوں سے اس کے آنسو رواں تھے
دکھ درد لہجے میں سب عیاں تھے
کوئی نہیں ہے، دنیا میں میرا
اس کے فسانے ایسے بیاں تھے
میری زباں پہ آہ و فغاں ہے
نہ مرے بابا، نہ میری ماں ہے
عید آئی لیکن میری کہاں ہے
میری خموشی میری زباں ہے
میں ہوں یتیم اور معصوم بچہ
سارے جہاں کا محکوم بچہ
سب نعمتوں سے محروم بچہ
بدقسمتی سے مظلوم بچہ
کپڑے پھٹے ہیں جوتے پرانے
میری یتیمی، کوئی نہ جانے
بدقسمتی ہے میرے سرہانے
عید آگئی ہے مجھ کو رلانے
یہ کہتے کہتے رونے لگا وہ
بوجھ اپنے دل کا ڈھونے لگا وہ
چہرے پہ اس کے چھائی اداسی
سر رکھ کے پتھر پہ سونے لگا وہ
ایسے میں کوئی آواز آئی
بچے نے گردن اوپر اٹھائی
پوچھا کسی نے کیا ماجرا ہے؟
کیوں رو رہے ہو، کیسی دُہائی!

یہ نام نامی خیرالوریٰ تھے
پیارے نبی احمد مصطفیٰ تھے
دکھ درد میں وہ کام آنے والے
یعنی غریبوں کا آسرا تھے
حسرت سے بچہ تکنے لگا جو
شیریں سخن کو چکھنے لگا ہو
شفقت، محبت کے سامنے سب
دکھ درد اپنے رکھنے لگا وہ
اے کاش! میں بھی خوشیاں مناتا
کوئی مجھے بھی کپڑے دلاتا
خوش باش ہوتا، میں مسکراتا
بابا کے سنگ میں مسجد کو جاتا
سن کر یہ اُس کی ساری کہانی
بھر لائے آقا آنکھوں میں پانی
بڑھ کر گلے سے اُس کو لگایا
میرے نبی کی یہ مہربانی
معصوم کو وہ گھر لے کے آئے
اچھے سے اُس کو کپڑے دلائے
تیار کرکے خوشبو لگائی
اور اپنے ہاتھوں کھانے کھلائے
فرمایا بیٹے، گر تم یہ چاہو
بابا محمد ، ماں عائشہ ہو
حسنین ہوں جو بھائی تمہارے
دنیا میں تجھ کو کوئی نہ غم ہو
یہ سن کر بچہ تھا مسکرایا
اپنے لبوں کو اُس نے ہلایا
کہنے لگا اے آقائے رحمت
ہم پر سدا ہو رحمت کا سایہ
ہم بے کسوں پہ یوں مہرباں ہیں
میرے محمد میرا جہاں ہیں
عرش و فرش پہ چرچا ہے اُن کا
مظلوم لوگوں کا سائباں ہیں

خدا کے جب تم فقط بنوگے

احمد ظہور متعلم جامعہ بیت السلام کراچی

بروزِ محشر خدا کے در پہ، خدا جو پوچھے گا، کیا کہو گے؟
وہاں ذہانت نہیں چلے گی، کیا جو تم نے وہی کہو گے!
ہمنوا ہوں کہ والدین ہوں یا جن کی خاطر خدا کو چھوڑا
گوارا ملنا نہیں کریں گے تم آہیں شکوے لیے پھرو گے!
زمین لوہا، سر پہ سورج، نفسا نفسی کے اس سماں میں
خدارا سائے کا کچھ تو کرلو، وہاں تو گرمی سے جل مرو گے!
غلط جو دیکھے گا، ہوگا اندھا، غلط سنے گا تو ہوگا بہرا
دید اللہ نہ ہوگی حاصل، خدا سے قرآن نہیں سنو گے!
بڑے بڑے بھی اداس ہوں گے، مرا ترا واں کیا بنے گا؟
خدارا تم رب سے ربط جوڑو وگرنہ دوزخ میں گر پڑو گے!
بھڑکتے شعلے وہ جلتے انساں وہ اٹھتی آہیں ذرا تو سوچو!
گزر تمہارا وہیں سے ہوگا، عبور کیسے اسے کرو گے
گماں نہ کرنا آگ تم کو عدم کرے گی جلا جلا کے
اِجل کی آمد نہیں ہے ممکن ہمیشہ ایندھن بنے رہو گے!
حیاتِ دنیا میں لمحہ لمحہ، قدم قدم پہ کیا ہے جو کچھ
لکھا ہوا ہوگا دفتروں میں تم کس زباں سے اسے پڑھو گے
وہاں پہ آقا بھی ہوں گے حاضر، سو ان کے در پہ بطورِ تحفہ
نور سنت کرو گے حاضر تبھی شفاعت کو پاسکو گے!
مختصر سی یہ زندگی ہے اور آخرت ہمیں ہیشگی ہے
فنا کو کردو فدا خدا، بقا کے تب تم مزے چکھو گے!
قرآن و سنت ہے راہِ جنت راہیوں کی ہے تقویٰ دولت
دباؤ احمدؔ نفس کی چاہت شاد تبھی تم رہ سکو گے!
چمن لہکتے، محل چمکتے وہ شیر و شہد کے دریا بہتے
یہ ہوں گے حاصل تم ہی کو یارو! خدا کے جب تم فقط بنو گے

اللہ سے ڈرو نا!

جوہر عباد

کرونا وائرس سے ڈرتے ہو! اللہ سے ڈرو نا!
لَا حَولَ وَ لَا قُوّۃَ اِلّا بِاللہ کہو نا!
ہر ایک بیماری کی شفا رکھی ہے رب نے
اس کو شکست دینے کے لیے آگے بڑھو نا!
قرآن میں موجود ہے ہر مسئلے کا حل
آیتِ کریمہ سبھی کثرت سے پڑھو نا!
آقا نے جو بتائی ہیں مسنون دعائیں
اُن سب کا صبح شام اہتمام کرو نا!
لازم ہے احتیاط اور پرہیز بھی لیکن
ہر وقت پاک ،صاف، باوضو بھی رہو نا!
اسلام نے بتلادیے ہیں راہ نما اُصول
طیب، حلال و پاک غذا کھاؤ پیو نا!
چوری و سود، جھوٹ و حسد، غیبت و گالی
جتنے برے اعمال ہیں اُن سب سے بچو نا!
آسائشوں کی دوڑ میں اتنا نہیں بھاگو
آگے بہت ہی آچکے ہو، پیچھے ہٹو نا!
کرتے ہوئے دنیا سے زیادہ فکرِ آخرت
اللہ اور محمد ﷺ کی شریعت پر چلو نا!
رو رو کے معافی مانگو سب پروردگار سے
ایسے نہیں ہاتھوں پہ اپنے ہاتھ دھرو نا!
آیا ہی جا رہا ہے فتنے پہ نیا فتنہ
سب اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑو نا!
دُنیا کی زندگی کے لیے کیوں ہو ہراساں
اللہ کے لیے جیو اور اللہ پہ مرو نا!
جوہرؔ کرو اللہ پہ بھروسا و توکّل
ہر گز نہ کسی شک و کشمکش میں پڑو نا!

مہینوں میں ذی شان

ارسلان اللہ خان

اطاعت کا عُنوان ماہِ صیام
مہینوں میں ذی شان ماہِ صیام

مہینا یہ صبر و قناعت کا ہے
عبادت، سخاوت، عنایت کا ہے

ہٹی گرد پھر آج جُزدان سے
مُعطّر ہے ماحول قُرآن سے

عبادت کا ہر ایک عادی بنا
جو تھا بے نمازی، نمازی بنا

چلو فیض لیں اس کے فیضان سے
یہی کامیابی ہے ایمان سے!

مسلسل جو رحمت کی برسات ہے
اسی ماہ میں قدر کی رات ہے

خُدا کی رِضا جس کو مطلوب ہے
وہ بندہ مرے رب کو محبوب ہے

گُناہوں سے ہر دَم کرو اجتناب
کرو اپنا ہر روز تُم احتساب

سَحَر اور افطار کی لذّتیں
رَمَضان کی ہیں یہ سب رونقیں

نمازیں جو قائم ہیں ہر حال میں
وہ جاری رہیں کاش شوّال میں

ہے جو آج ماحول ایثار کا
رہے کاش جاری یہی سلسلہ

اسی واسطے ہے یہ ساری بہار
کہ مومن بنے خوب پرہیزگار

کرو قدر اس کی بہت ارسلانؔ
کہ بے شک مہینا ہے یہ عالی شان

گلدستہ

ترتیب و پیش کش محمد اطہر فتح پوری، متعلم جامعہ بیت السلام کراچی

حمد

بیگانہ توصیف و ثنا بھی نہ ہوا جائے
اور پیشِ خدا مجھ سے کھڑا بھی نہ ہوا جائے

اٹھتے بھی نہیں فرطِ ندامت سے میرے ہاتھ
اور منکرِ تاثیرِ دعا بھی نہ ہوا جائے

ہر چند کہ میں اس کا سزاوار نہیں ہوں
رحمت سے مگر اس کی جدا بھی نہ ہوا جائے

پورا بھی اترتا نہیں تسلیم و رِضا پر
اور تارکِ تسلیم ورِضا بھی نہ ہوا جائے

ہوتا ہے .بروں پر بھی مظفر کرم اس کا
مجرم بھی ہوں مایوسِ جزا بھی نہ ہوا جائے

مظفر وارثی

نعت

اپنی بدحالی سے یہ کہتے بھی شرماتے ہیں ہم
جاپڑیں قدموں پہ اُن کے جن کے کہلاتے ہیں ہم
آپؐ کا ذکر چھڑتا ہے کسی عنوان سے
گوش .برآواز بزم دو جہاں پاتے ہیں ہم
جیسے صحرا میں بگولا جیسے دریا میں حباب
سُوئے طیبہ اس طرح جھومتے جاتے ہیں ہم
آپؐ کے در کے گدائے بے نوا بن کر رہیں ہم
یہ ملے دولت تو ہر دولت کو ٹھکراتے ہیں ہم
کوئی عالَم ہو ان ہی کا نام ہے وردِ زباں
اک نغمہ ہے جسے ہر ساز پر گاتے ہیں ہم
زندگی کی ہر کٹھن منزل میں جب بھی دیکھیے
آپؐ کے نقشِ قدم کو رہنما پاتے ہیں ہم

محمد زکی کیفی

مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کا عمل

حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قرآن شریف سے بڑا شغف تھا۔ مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی تذکرۃ الخلیل میں لکھتے ہیں۔ ”ایک مرتبہ میری درخواست پر آپ رمضان میں قرآن مجید سنانے کے لیے میرٹھ تشریف لائے تو دیکھا دن بھر چلتے چلتے پورا قرآن مجید ختم فرما لیتے تھے اور افطار کا وقت ہوتا تو ان کی زبان پر قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ہوتی تھی۔ ریل سے اترتے تو عشاء کا وقت ہو گیا تھا، ہمیشہ باوضو رہنے کی عادت تھی۔ اس لیے مسجد میں قدم رکھتے ہی مصلے پر آ گئے اور تین گھنٹے میں دس پارے ایسے صاف اور رواں پڑھتے کہ کہیں لکنت تھی نہ تشابہ۔ گویا قرآن شریف سامنے کھلا رکھا ہے اور باطمینان پڑھ رہے ہیں۔ تیسرے دن ختم فرما کر روانہ ہو گئے کہ دور کی ضرورت تھی نہ سامع کی حاجت۔“

(سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ)

امام اعظم اور رمضان

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی میں لکھا ہے کہ آپ رمضان المبارک میں تریسٹھ (36) قرآن پاک مکمل کیا کرتے تھے۔ ایک قرآن دن میں پڑھا کرتے تھے اور ایک قرآن رات میں، جب کہ تین قرآن پاک تراویح میں سنا کرتے تھے۔۔۔

(رمضان المبارک کی برکات)

آپ کے اشعار

پھیلتی جاتی ہے ناصر رنج ہستی کی رِدا!
اور مٹتے جارہے ہیں پاؤں پھیلانے کو ہم

ناصر کاظمی

اک معمّا ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا
زندگی کا ہے کو ہے خواب ہے دیوانے کا

فانی بدایونی

صیّاد نے قفس میں بچھائے ہیں چند پھول
ہم کو یہ حکم ہے کہ اسے آشیاں کہیں

محمد زکی کیفی

یہ آج کون سے طوفان میں ہے سفینہ دل
کہ دور دور کنارے نظر نہیں آتے

ناصر کاظمی

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

خواجہ الطاف حسین حالی

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں
ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں

اکبر الہ آبادی

سروس کا مہینا

رمضان کے بارے میں عموماً یہی تصور ہے کہ دن کو روزہ رکھنا ہوتا ہے اور رات کو تراویح پڑھنی ہوتی ہے لیکن در حقیقت یہ مہینا اس تصور سے بہت آگے ہے۔ اللہ نے یہ ایک مہینا انسان کی سالانہ تطہیر، تزکیہ اوور ہالنگ کے لیے تجویز فرمایا ہے کوئی بھی مشین ہو یا گاڑی تھوڑے عرصے بعد اس میں میل کچیل آنے لگتا ہے پھر کبھی سروس کروانی پڑتی ہے اور کبھی اوور ہالنگ۔ ہماری زندگی کی مشینری گیارہ مہینے کی مصروفیات میں میل کچیل کا شکار ہو جاتی ہے اور زنگ آلود ہونے لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مہینا عطا فرمایا تاکہ ہم اس گند اور میل کچیل کو دور کرلیں۔

(اسلام اور ہماری زندگی، صفحہ --- جلد 11)

رمضان المبارک میں حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات

محافظتِ کلام اللہ کا معمول تو گیارہ مہینے کا تھا مگر جب رمضان المبارک کا چاند نظر آجاتا تو آپ کی جدوجہد کی کوئی حد ہی نہ رہتی تھی۔ تراویح میں بیس رکوع روزانہ کے حساب سے ستائیس شب کو ختم فرمایا کرتے، ہمیشہ آپ کا یہی معمول رہا۔ مظاہر علوم کے مدرس بننے کے بعد آپ مسجدِ مدرسہ میں محراب سنانے کے پابند رہے اور دار الطلبہ بننے کے بعد دو سال وہاں کی مسجد میں محراب سنائی۔ سننے والوں کا ہجوم زیادہ ہوتا اور مشتاق دور دور سے آتے بلکہ بعض حفاظ اپنا سنانا بند کرکے اقتدا کرتے تھے۔

آپ متوسط جہر کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف پڑھتے کہ ایک ایک حرف اچھی طرح سمجھ میں آتا تھا۔ چوں کہ جوانی میں یاد کیا تھا اور تیز پڑھنے میں استغراق بھی ہوتا تھا اس لیے اٹکنے کی بھی نوبت ضرور آتی مگر غلط پڑھنے کی نوبت نہیں آتی تھی، دفعتہً زبان رُک جاتی یا تشابہ لگتا تو بتلانے والے جیسا کہ رواج ہے جلدی سے بولتے اور کبھی غلط بھی بتادیتے تھے جس کو حضرت نہ لیتے اور خود سوچ کر دوبارہ صحیح بتانے والے کے بتانے پر آگے چلتے تھے۔ بااین ہمہ آپ پر کبھی ناگواری کا اثر نہ ہوتا بلکہ سلام پھیر کر تسلی کے طور پر فرماتے تھے کہ آخر جب حافظ بھولتا ہے تو سامع بھی بھول سکتا ہے اگر کبھی غلط بتادے تو تعجب ہی کیا ہے!

محراب سنانے کا معمول حضرت کا برسہا برس قائم رہا مگر عمر جب 07 سال سے متجاوز ہوئی تو محراب سنانا دشوار ہوگیا اور حضرت فرمانے لگے "رکوع کرتا ہوں تو خیال ہوتا ہے دوسری رکعت میں کھڑا نہ ہوسکوں گا مگر ہمت کرکے کھڑا ہو جاتا ہوں آخر بیس رکعت اسی طرح پوری ہوتی ہیں کہ ہر رکعت میں گر جانے کا اندیشہ رہتا اور سجدے سے اٹھ کر کھڑا ہونا پہاڑ پر چڑھنے سے زیادہ مشکل معلوم ہوتا ہے۔" اس حالت میں بھی آپ دو سال نباہ گئے اور ہمت نہ ہاری۔ آخر جب قوت نے جواب ہی دے دیا تو محراب سنانا چھوٹ گیا مگر اس کے بدلے دوسروں سے سننے اور خالی اوقات میں خود تلاوت کرنے کا شغل بڑھ گیا۔

(تذکرۃ الخلیل ص 46--- مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی)

جید علماء کرام کی نگرانی میں تعلیمی اور رفاہی خدمات انجام دینے والا

قابل اعتماد عالمی فلاحی ادارہ

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ

رپورٹ: خالد معین

الحمد للہ ! بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ کے زیر اہتمام ضرورت مند، مستحق اور نادار افراد کے لیے تعلیم اور رفاہی خدمات کے درجنوں شعبوں سے اندرون و بیرون ملک ہر ماہ بلا مبالغہ لاکھوں افراد فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ خدمات مثلاً:

- غذا و خوراک پہنچانا
- پینے کا پانی فراہم کرنا
- موسم کے مطابق لباس کی فراہمی
- جوتوں، کمبل، جیکٹ، چادروں کا انتظام
- ایمبولینس سروس
- کلینک اور مفت طبّی کیمپوں کے ذریعے علاج
- میت گاڑی اور کفن کی فراہمی
- تعلیمی اسکالرشپ
- خواتین کے لیے باقاعدہ تعلیمی مراکز کے ساتھ آن لائن تعلیم بھی
- مساجد کی تعمیر، نیز مساجد اور تعلیمی اداروں میں نظم و نسق کی فراہمی
- کلاتھنگ بنک: نئے / قابل استعمال کپڑے مستحقین تک پہنچانا، ناقابل استعمال کپڑوں کو ری سائیکل کرکے بامصرف بنانا
- نونہالانوں کی عملی تربیت کے لیے مختلف ہم نصابی سلسلے۔
- جنگ، حادثات اور قدرتی آفات سے متاثرین کے لیے خیمہ بستیاں، مکانات تعمیر، راشن کا انتظام، برتنوں سمیت دیگر ضروری سامان کی فراہمی۔

ذیل میں ان خدمات اور منصوبہ جات کی کچھ تفصیل اور کچھ اعداد و شمار دیے جا رہے ہیں۔

تعلیم

50,000
سے زیادہ طلبہ کی
تعلیمی اسکالرشپ

اندرون ملک
2500
طلبہ کی رہائش،
کھانے پینے، علاج سمیت
مکمل کفالت

پاکستان میں بنیادی
تعلیم کے مراکز
380
طلبہ کی تعداد
35,000

10000
شامی طلبہ کے لیے
130
کنٹینر اسکول

شام
سلطان عبدالحمید الثانی
اسکول
تقریباً 350 طلبہ
عبادالرحمان اسکول
600 طلبہ

ترکی: انتہائی معیاری
تعلیم کے لیے انٹیلکٹ
اسکول تعمیر مکمل
1000
طلبہ ہوں گے

شام میں احمد یاسین
اسکول
700
طلبہ سیکنڈری تک تعلیم
حاصل کریں گے

کراچی میں
اعلیٰ تعلیم کے
لیے درس گاہیں
اور طلبہ کی
رہائش کے لیے
ہاسٹل زیر تعمیر

ہم نصابی سرگرمیاں
سینکڑوں تعلیمی اداروں
کے
ہزاروں طلبہ
کے لیے
اولمپیاڈ کے عنوان سے
اکیڈمک اور اسپورٹس
سرگرمیوں کے لیے
پلیٹ فارم

یونیورسٹی سطح کے
روبوٹکس مقابلوں میں
جامعہ بیت السلام کی
1
پہلی پوزیشن

علاج، فراہمی خوراک اور دیگر ضروریات

پاکستان اور شام میں جدید طبی سہولیات سے آراستہ

40

ایمبولینسیں

کلینک اور مفت طبی کیمپوں سے علاج

25,000

سے زیادہ افراد سالانہ

ملک بھر میں سالانہ تقریباً

150,000

مستحق افراد میں عمومی راشن کی تقسیم

فوڈ بینک سے سالانہ

200,000

سے زیادہ افراد تک پکا پکایا کھانا پہنچایا جاتا ہے

اندرون و بیرون ملک

درجنوں مقامات

پر پینے کے پانی کی فراہمی

بیت السلام دسترخوان پر سالانہ

1600,000

کو افراد عزت و تکریم سے کھانا پیش کیا جاتا ہے

سفید پوش گھرانوں کو راشن اور دیگر ضروریات زندگی فراہم کرنے کے لیے

امدادی مرکز

خیمہ بستیوں میں رہائش پذیر شامی بھائیوں کے لیے

120,000

روٹیاں روزانہ

رمضان میں

100,000

سے زیادہ افراد کے لیے سحری افطاری

گزشتہ بقرعید پر پاکستان، شام اور برما میں گوشت تقسیم کیا گیا

6590 من

لباس کی فراہمی: سالانہ تقریباً

1 لاکھ

افراد

تھر میں

20

دیہاتوں کے

ہزاروں افراد

کے لیے فراہمی آب منصوبے کی تکمیل

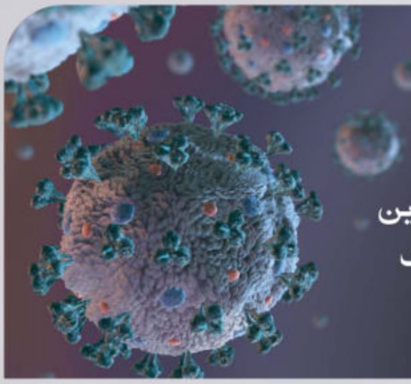

کورونا وائرس سے متاثر ہزاروں چھوٹے کاروباری احباب اور دہاڑی دار ملازمین کے لیے راشن کے انتظامات

رہائش، خیمہ بستیاں، مکانات کی تعمیر

شام

630

خیمے

38000

افراد رہائش پذیر

روہنگیا متاثرین کے لیے

1000

بمبو ہاؤس

رہائش

7000

افراد

پاکستان میں سیلاب اور دیگر قدرتی آفات کے موقع پر متاثرین کے لیے خیموں کی فراہمی

شام: تین یتیم خانے

1250

یتیم بچوں اور

500

سے زیادہ بیواؤں کی مکمل کفالت

جرابلس میں نیا یتیم خانہ قائم

مزید **54** بیواؤں

146

یتیم بچوں کی مکمل کفالت ہوگی

SUPER POWER
MOTORCYCLE
NON STOP POWER
70cc Regular
70cc Scooty
70cc Deluxe
125cc Regular
110cc Cheetah
150cc Archi
200cc Leo
250cc Sultan
Motorcycle Rickshaw
SUPERPOWER
175 Loader
6 Seater Rickshaw
3 Seater Rickshaw
Ph: +92 853 304167-70 | www.piranigroup.com.pk | Superpower Motorcycles

J.
FRAGRANCES
PROSPER WITH GENEROUS.
GENEROUS
POUR HOMME
J.
GENEROUS
POUR HOMME
J.
EAU DE PARFUM
3.4FL. OZ.
www.junaidjamshed.com
J.Fragrances.Cosmetics
J. Fragrances.Cosmetics
J_Frag_Cos
J.JunaidJamshed

BAITUSSALAM

تعلیمی اور رفاہی خدمات کا قابل اعتماد عالمی ادارہ

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ

مخلص احباب کا فیصلہ

آئی کیئر ٹو شیئر

تاحیات ماہانہ ممبرشپ پروگرام

خدمت اور خیر کے گراں قدر منصوبوں کے لیے
ہر ماہ 5 ہزار روپے عطیہ کریں گے

آپ بھی اس مبارک سفر شامل ہو سکتے ہیں

+92+21-111-298-111 +92+321-2120004
+92+322-2120004 www.baitussalam.org